فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون ○ الآية

وبالنجم هم يهتدون ○ الآية

نجم الفتاویٰ

تالیف

شیخ الحدیث مفتی سید نجم الحسن امروہوی دامت برکاتہم

مہتمم و رئیس دار الافتاء جامعہ دار العلوم یاسین القرآن

جلد اوّل

کتاب الایمان والعقائد

[illegible]

جدید ترتیب و تبویب

مفتی وقار احمد

استاذ جامعہ دار العلوم یاسین القرآن (کراچی)

کتاب کا نام	نجم الفتاویٰ (جلد اول) "کتاب ایمان و العقائد"
مؤلف	حضرت شیخ الحدیث مفتی سید نجم الحسن امروہوی دامت برکاتہم
جدید ترتیب و تبویب	مولانا مفتی وقار احمد صاحب (استاذ جامعہ دارالعلوم یاسین القرآن [illegible])
کمپوزنگ، سیٹنگ	مفتی ضیاء اللہ صاحب، بھائی شکیل احمد صدیقی صاحب
سن اشاعت	۱۴۳۱ھ بمطابق ۲۰۱۰ء
مطبع	پرنٹ مارک 0321-3939101، 0321-9270048
ناشر	شعبہ نشر و اشاعت دارالعلوم یاسین القرآن نارتھ کراچی

حاصل کرنے کیلئے رابطہ کیجئے

شعبۂ نشر واشاعت، جامعہ دارالعلوم یاسین القرآن نارتھ کراچی

0301-3452678 021-32064664021-38302662

مکتبۃ المعارف، اسلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی

0333-2833755

نیز ملک کے تمام مشہور کتب خانوں پر بھی دستیاب ہے

فہرست کتاب العقائد

فصل فی السنة و البدعة ...... (سنت اور بدعت کے بیان میں)

کتاب الانبیاء ..... (انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے متعلق سوالات)

كتاب التفسير ومايتعلق بالقرآن ...... (تفسیر اور دیگر علوم قرآنی کے بیان میں)

کتاب ما یتعلق بالحدیث ...... (حدیث شریف سے متعلق سوالات)

فصل مایتعلق بتحقیق الروایات ...... (روایات کی تحقیق کے بیان میں)

باب مایتعلق بالصحابة ...... (صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے متعلق سوالات)

فصل فی الرؤیا ......(خواب سے متعلق احکام)

کتاب مایتعلق بالتصوف والسلوک ......(تصوف اور سلوک کے باب میں)

کتاب التوسل والتبرک ......(وسیلہ اور تبرکات سے متعلق سوالات)

کتاب الاسماء والالقاب ...... (ناموں اور القابات کے بارے میں)

فصل فی الفرق الاسلامیۃ والباطلۃ والاشخاص المتعلقین بہا

(صحیح اور گمراہ فرقوں اور ان سے متعلق شخصیات کے بارے میں)

فصل فی التعویذات ...... (تعویذات کے بیان میں)

فصل فی اغلاط العوام ...... (عوام الناس کے توہمات اور اغلاط کے بیان میں)

کتاب التاریخ و السیر ...... (تاریخ اور سیر کے بیان میں)

كتاب الاجتهاد والتقليد ...... (اجتہاد اور تقلید سے متعلق سوالات)

فصل فى علامات الساعة ...... (قیامت کے احوال اور علامتوں کے بارے میں)

فصل فى احوال مابعد الموت ...... (مرنے کے بعد کے احوال کے بیان میں)

فصل فی کیفیۃ الحشر واحوالہ ...... (میدان حشر اور اس کے احوال کے بارے میں)

فصل فی المتفرقات ...... (متفرق مسائل کا بیان)

ضروری گذارش

اہل علم حضرات کی خدمت میں گذارش ہے کہ اس فتاوی کی ترتیب تبویب اور تصحیح پر اپنی بساط کی حد تک تو خوب توجہ دی گئی ہے مگر پھر بھی کتابت کا رہ جانا ممکن ہے اس لئے اگر کسی بھی قسم کی کوئی غلطی کی نشاندہی ہو تو اسے راقم کی کم علمی اور ناتجربہ کاری پر محمول کریں اور ازراہ کرم اس کی نشاندہی فرمادیں تاکہ آئندہ اشاعت میں اس کی تصحیح ہو سکے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی النبی الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

(حضرت مفتی) وقار احمد عفا اللہ الصمد

خادم الافتاء والتدریس

جامعہ دار العلوم یاسین القرآن نارتھ کراچی

۲۰ شوال المکرم ۱۴۳۱ھ

ہے (یعنی امام ابوحنیفہ انہی میں ہیں)۔

سراج الامۃ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ کا پورا نام نعمان بن ثابت الکوفی ہے لیکن آپ کی شہرت آپ کی کنیت کے ساتھ ہے جو "ابوحنیفہ" ہے۔ عام طور پر امام صاحب کا عجمی الاصل ہونا مسلم ہے۔ علامہ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء ۶/۳۹۵ میں امام صاحب کے پوتے اسماعیل بن حماد کی زبانی یہ روایت بیان کی ہے:

"ہم بنی فارس کی اولاد ہیں، ہم کبھی غلامی کا دور نہیں آیا۔ ہمارے دادا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے"۔

تحصیل علم:

امام صاحب بیس (۲۰) سال کی عمر میں تحصیل علم کی طرف متوجہ ہوئے۔ سب سے پہلے ادب وانساب اور اس کے بعد فن کلام حاصل کیا۔ کچھ عرصے کے بعد فقیہ وقت امام حماد کے حلقۂ درس میں شریک ہونے لگے۔ امام صاحب نے اگرچہ مختلف اساتذہ سے فقہ وحدیث کی تحصیل کی ہے لیکن خصوصیت سے حضرت حمادؒ کے تربیت یافتہ تھے۔

شرف تابعیت:

اللہ تعالیٰ نے امام صاحب کو تابعی ہونے کے شرف سے بھی نوازا تھا۔ بعض روایات کے مطابق جس زمانہ میں آپ کوفہ میں پیدا ہوئے تھے تو بہت سے صحابہ کرام وہاں موجود تھے۔ اور اس میں تو کسی کو بھی شبہ نہیں ہے کہ بعض صحابہ کو آپ نے دیکھا تھا۔

ادراکہ لانس رضی اللہ عنہ وادراکہ لجماعۃ من الصحابۃ بالسن فصحیحان لاشک فیھما.

(الخیرات الحسان: ۵۵)

"یعنی امام صاحب کا حضرت انس رضی اللہ عنہ کی زیارت اور صحابہ کرام کی ایک جماعت کا زمانہ پانا دونوں باتیں صحیح ہیں اور شک وشبہ سے پاک ہیں"۔

حافظ ابن حجرؒ نے لسان المیزان ۳/۲۲۰ میں ترجمۃ عائشۃ بنت عجرد کے تحت یحییٰ بن معین کا یہ قول نقل کیا ہے:

ان ابا حنیفۃ صاحب الرای سمع عائشۃ بنت عجرد تقول سمعت رسول اللہ ﷺ اکثر جند اللہ الجراد لا آکلہ ولا احرمہ۔

"ابوحنیفہ صاحب رائے نے حضرت عائشہ بنت عجرد کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ روئے زمین پر اللہ کا بہت بڑا لشکر ٹڈیاں ہیں جس کو نہ میں کھاتا ہوں اور نہ میں حرام کہتا ہوں"۔

یہ شرف ایسا ہے کہ جس میں ائمہ اربعہ میں سے کوئی آپ کا شریک نہیں بلکہ یہ امتیازی شان صرف آپ کو ہی حاصل ہے۔

وفی فتاوی شیخ الاسلام ابن حجر انہ ادرک جماعۃ من الصحابۃ کانوا بالکوفۃ بعد مولدہ

بها سنة ثمانين فهو من طبقة التابعين ولم يثبت ذالک لاحد من ائمة الامصار المعاصرين كالاوزاعي بالشام والحمادين بالبصرة والثوري بالكوفة ومالک بالمدينة الشريفة والليث بن سعد بمصر. (الخيرات الحسان: ص ۴۸)

"امام صاحب نے ان صحابہ کرام کی ایک جماعت کو پایا جو ۸۰ھ میں آپ کی پیدائش کے بعد کوفہ میں موجود تھے اور اسی وجہ سے آپ کا شمار تابعین میں ہوتا ہے، یہ شرف ایسا ہے جو آپ کے معاصرین میں سے کسی کو حاصل نہیں"۔

امام اعظم کو ایک طرف تابعی ہونے کا شرف حاصل ہے جو بقیہ تینوں ائمہ میں سے کسی کو حاصل نہیں ہے، دوسری طرف آپ ان سب سے بڑے ہیں۔

الحاصل ان التابعين افضل الامة بعد الصحابة فنعتقد ان الامام الاعظم والهمام الاقدم ابو حنيفة افضل الائمة المجتهدين واكمل الفقهاء في علوم الدين ثم مالک فانه اتباع التابعين ثم الامام الشافعي لكونه تلميذ الامام مالک بل تلميذ الامام محمد ثم الامام احمد كالتلميذ للشافعي. (شرح الفقه الاكبر: ص ۲۱۶)

"حاصل یہ کہ صحابہ کرام کے بعد اس امت کے افضل ترین افراد تابعین ہیں لہٰذا ہمارا اعتقاد ہے کہ امام اعظم کا مرتبہ ائمہ مجتہدین میں سب سے اونچا ہے اور تمام علوم دینیہ میں آپ سب سے بلند و اکمل ہیں، آپ کے بعد امام مالک جو کہ تبع تابعی ہیں پھر امام شافعی جو کہ امام مالک بلکہ امام محمد کے بھی شاگرد ہیں پھر امام احمد جو امام شافعی کے شاگرد کے درجے میں ہیں"۔

دیگر ائمہ کرام کی توثیق:

امام مالک سے امام شافعی نے کہتے ہوئے سنا کہ کیا آپ نے امام ابو حنیفہ کو دیکھا ہے اور ان سے گفتگو کی ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ ہاں میں نے اس شخص کو دیکھا ہے کہ جو اگر پتھر کے ستون کو دیکھ کر یہ کہہ دے کہ یہ ستون سونے کا ہے تو وہ اس بات کو اپنی دلیل سے ثابت کرے گا۔ (سیر اعلام النبلاء ۶/۵۳۲)

امام شافعی فرماتے ہیں کہ لوگ علم فقہ میں امام ابو حنیفہ کے محتاج ہیں۔

(اعلام النبلاء ۶/۵۳۷ البدایہ والنہایہ ۱۰/۱۰۸)

یزید بن ہارون فرماتے ہیں میں نے ابو حنیفہ سے زیادہ کسی کو بردبار نہیں دیکھا۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۶/۵۳۷)

علی بن عاصم فرماتے ہیں کہ اگر امام ابو حنیفہ کے علم کا موازنہ ان کے ہم عصر فقہاء کے ساتھ کیا جائے تو یہ ان پر بھاری رہے گا۔ (حوالہ بالا)

امام شافعی رحمہ اللہ:

آپ کا اسم گرامی ابو عبداللہ محمد بن ادریس القریشی الہاشمی تھا۔ آپ کا نسب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جد امجد عبد مناف میں جا کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مل جاتا ہے۔ آپ کی ولادت فلسطین میں غزہ کے مقام پر ۱۵۰ھ میں ہوئی اور اتفاق سے یہ وہی سال ہے جس سال امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ نے بچپن میں ہی قرآن شریف حفظ کر لیا۔ اس کے بعد عربی زبان میں کمال حاصل کرنے کے لئے عربی قبیلے کے گاؤں تشریف لے گئے۔ آپ نے مکہ مکرمہ کے مفتی مسلم بن خالد زنجی کی شاگردی اختیار کی یہاں تک کہ انہوں نے آپ کو فتویٰ دینے کی اجازت مرحمت فرمائی جبکہ آپ کی عمر ۱۵ سال تھی۔ اس کے بعد مدینہ منورہ منتقل ہو کر امام مالکؒ سے علم فقہ حاصل کیا۔ ۱۸۳ھ میں بغداد تشریف لے گئے جہاں آپ نے امام محمد بن حسنؒ سے فقہاء عراق کے علوم حاصل کئے۔ ۱۸۷ھ میں مکہ مکرمہ میں امام احمدؒ نے آپ سے ملاقات کی انہوں نے آپ سے فقہ اور اصول ناسخ و منسوخ میں کسب فیض کیا۔ اس کے بعد آپ ۲۰۰ھ میں مصر تشریف لے گئے جہاں آپ نے اپنے فقہی مذہب کی بنیاد رکھی اور مصر میں ۲۰۴ھ میں آپ کا انتقال ہوا اور قرافہ کے مقام پر آپ کی تدفین ہوئی۔ (البدایہ والنہایہ ۱/۲۶۳)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ:

آپ کا نام ابو عبداللہ احمد بن حنبل بن ھلال بن اسد الذہلی الشیبانی تھا۔ ۱۶۴ھ میں بغداد میں ولادت ہوئی اور وہیں آپ نے تربیت حاصل کی۔

ابتدائی دور میں بغداد میں آپ نے امام شافعی کی تقلید کی لیکن پھر بعد میں آپ مستقل امام مجتہد بن گئے اور حنبلی مذہب کی بنیاد رکھی۔ آپ نے احادیث کے جمع اور حفظ کے سلسلے میں گرانقدر خدمات انجام دیں یہاں تک کہ اپنے دور میں امام المحدثین کہلانے لگے۔

> حضرت ابراہیم حربیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمدؒ کو دیکھا ایسا معلوم ہوتا تھا گویا اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر اولین و آخرین کے علوم جمع فرما دیئے ہیں۔
>
> امام شافعیؒ جب مصر تشریف لے گئے تو فرمایا جب میں بغداد سے نکلا تو وہاں امام احمدؒ سے بڑا کوئی فقیہ تھا اور نہ پرہیزگار۔
>
> ابن المدینیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو دو آدمیوں کے ذریعے اعزاز بخشا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ارتداد کے وقت اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے فتنۂ خلق قرآن کے وقت۔ (تذکرۃ الحفاظ ۲/۱۵)
>
> ۲۴۱ھ میں بغداد میں آپ کی وفات ہوئی۔ (البدایہ والنہایہ ۱/۳۴۰)

ائمہ اربعہ کی تقلید پر امت کا اجماع:

یہ چاروں ائمہ کرام جمہور اہل اسلام کے وہ ائمہ ہیں جن کے مذاہب نے شہرت حاصل کی اور فقہ کی تدوین کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان ہی چار کا انتخاب فرمایا۔ ان کے فقہی مسالک اصول شرعیہ سے ماخوذ و مستنبط ہیں اس لئے سب اپنے مقام پر درست و حق ہیں اور ان کی تقلید پر امت کا مسلسل اجماع چلا آ رہا ہے۔ ان کے علاوہ دوسرے مجتہدین کے اقوال اول تو منتشر ہیں اور دوسرے یہ کہ شرائط و قیود کے اعتبار سے منقح بھی نہیں ہیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اجتہاد مطلق کا دروازہ بھی بند ہو چکا ہے (ادب المفتی و المستفتی ص ۲۹)۔ اس لئے ان ہی چار ائمہ میں سے کسی ایک کی تقلید کرنا ضروری ہے۔

التقریر والتحبیر ۳/۳۵۳ میں "التحریر" کی عبارت پیش خدمت ہے

ذكر بعض المتأخرين (ابن الصلاح) منع تقليد غير الأئمة الأربعة لانضباط مذاهبهم

ولم يدر مثله في غيرهم الآن لانقراض اتباعهم وهو الصحيح۔

"بعض متأخرین یعنی ابن صلاح نے ذکر کیا ہے کہ ائمہ اربعہ کے علاوہ کی تقلید نہیں کی جا سکتی کیونکہ ان ائمہ کے مذاہب منضبط ہونے کے [illegible] اور اس وقت ان حضرات (ائمہ اربعہ) کے علاوہ ان جیسا اور کوئی موجود نہیں ہے یعنی ان (دیگر حضرات) کے متبعین کے ناپید ہو جانے کی وجہ سے اور یہی (بات) صحیح ہے۔"

فقہ حنفی کے امتیازات و خصوصیات اور مجلس شوریٰ:

(۱) جوں جوں انسان ترقی کرتا گیا اس کی ضرورتیں بڑھتی اور پھیلتی گئیں، پھر اسلامی حکومتوں کی بڑھتی ہوئی حدود سے نئے نئے مسائل پیدا کئے۔ ادھر مزاجوں میں بڑی تیزی سے انقلاب آ چکا تھا۔ وہ سادگی اور سادہ زندگی جو صحابہ کرام کا شیوہ و خاص تھا ختم ہوتا جا رہا تھا۔ ایران و روم اور دوسرے ممالک کی سہل پسندی طبیعتوں میں مرکوز ہوتی جا رہی تھی اس لئے حالات کا تقاضہ ہوا کہ کتاب و سنت کی تعلیمات ایک نئے انداز سے مرتب ہوں۔ صحابہ کرام کے اقوال تلاش کئے جائیں، زمانہ کا حال اور قیم و سامنے رکھ کر "نظام حیات" کی ترتیب ایسے جاذب نظر اور دلکش انداز میں ہو جسے ہر عالم و جاہل ذہین و غبی عربی و عجمی اور شہری و بدوی بآسانی سمجھ سکے اور جو مسائل کہ ان کتاب و سنت اور اقوال صحابہ میں موجود نہیں ہیں علماء کے باہمی غور و فکر اور بحث و تمحیص سے مستنبط ہوں تاکہ آنے والی نسلیں پریشانیوں سے دوچار ہونے نہ پائیں اور کتاب و سنت کی روشنی میں آسانی سے زندگی گزار سکیں۔ اور ساتھ ہی ان کی قلت پسند اور کم طلب طبیعتیں تلاش و تجسس کی مشقت سے محفوظ رہیں۔

چنانچہ اس کام کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت امام صاحب کی ذات گرامی کو مخصوص اور منتخب فرمایا۔ حضرت امام صاحب وہ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے فقہ کو ضابطہ طریقے سے مدون اور مبوب فرمایا۔ اگرچہ شروع ہی سے فقہ اور اس کے احکامات موجود تھے لیکن وہ حضرات صرف اپنے حافظہ پر اعتماد کرتے تھے جبکہ امام صاحب نے بعد والوں کا لحاظ کرتے ہوئے فقہ کی

کر کے کتابی شکل سے مزین کیا۔ چنانچہ ابن حجر شافعی فرماتے ہیں:

انه اول من دون علم الفقه ورتبه ابوابا وكتبا على نحو ما هو عليه اليوم وتبعه مالك في موطئه ومن قبله انما كانوا يعتمدون على حفظهم. (الخيرات الحسان، ص ۲۲)

"امام ابوحنیفہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے علم فقہ کو مدون کیا اور اسے ابواب وفصول سے اس طرح مرتب کیا جس طرح آج کل اس کی مرتب کردہ شکل موجود ہے۔ اور امام مالک نے مؤطا میں ان کی پیروی کی ہے۔ امام ابوحنیفہ سے پہلے لوگوں کا اعتماد حافظہ پر ہوا کرتا تھا"۔

امام ابوحنیفہ نے تدوین کا یہ کام صرف اپنی ذات تک محدود نہیں رکھا بلکہ اس کے لئے ایک جماعت (مجلس شوریٰ) تیار کی جس کی تعداد ایک ہزار تک تھی لیکن ان میں سے چالیس علما خصوصی صلاحیتوں کے مالک تھے چنانچہ علامہ شامی فرماتے ہیں:

ونقل ط عن مسند الخوارزمي ان الامام اجتمع معه الف من اصحابه اجلهم وافضلهم اربعون قد بلغوا حد الاجتهاد فقربهم وادناهم. (شامی: ۱/۶۷)

اس کے بعد علامہ شامی مزید لکھتے ہیں:

فكان اذا وقعت واقعة شاورهم الخ۔ یعنی جب کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو امام صاحب اپنے تمام اصحاب علم وفن سے مشورہ اور بحث ومباحثہ کرتے اور پہلے ان سے فرماتے کہ جو کچھ ان کے پاس احادیث اور اقوال صحابہ کا ذخیرہ ہے وہ پیش کریں، پھر اپنا ذخیرہ احادیث ان کے سامنے رکھتے۔ اس کے بعد ایک ایک ماہ اور بعض اوقات اس سے بھی زیادہ وقت اس مسئلہ پر بحث کرتے تا آنکہ حتمی بات طے پا جاتی تو اس مسئلہ کو لکھوا دیتے اس طرح شورائی طریقہ پر سارے اصول منضبط ہوئے۔ ایسا نہیں کہ تنہا کوئی بات کہی ہو۔

اور یہ مجلس شوریٰ ایسی تھی کہ کسی اور کو ایسا اعزاز نہ مل سکا۔ یہی وجہ ہے کہ ابن حجر مکی اس جماعت کی تعریف اور اس پر حد درجہ اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں:

قال رجل عند وكيع اخطأ ابوحنيفة رحمه الله فزجره وكيع وقال الخ۔ یعنی امام وکیع کے سامنے ایک شخص نے کہا کہ امام صاحب سے (کسی مسئلہ میں) غلطی سرزد ہوگئی۔ اس جملہ کے سنتے ہی امام وکیع نے اس شخص کو سختی سے ڈانٹا اور فرمایا کہ جو شخص یہ کہے وہ جانوروں کی طرح بلکہ اس سے بھی بدتر ہے۔ امام ابوحنیفہ کیسے غلطی کر سکتے ہیں؟ جبکہ ان کی مجلس میں فقہ کے ائمہ امام ابو یوسف اور امام محمد ہیں، حدیث کے ائمہ ہیں (یہ کہہ کر پھر) انہیں شمار کیا اسی طرح لغت عربی کے ائمہ ہیں (پھر) انہیں بھی شمار کیا، زہد وتقویٰ کے امام جیسے حضرت فضیل اور داؤد طائی وغیرہ جیسے حضرات موجود ہیں۔ جس کے ساتھی یہ حضرات ہوں وہ غلطی نہیں کر سکتا اس لئے کہ اگر وہ غلطی کرے گا تو یہ حضرات فوراً انہیں حق کی طرف لائیں گے۔ (الخیرات الحسان، ص [illegible])

اس جماعت نے کتاب وسنت اور اقوال صحابہ کا پورا ذخیرہ سامنے رکھا تا کہ کوئی گوشہ نظروں سے اوجھل نہ رہے۔ اور ہر طرح چھان بین کرنے کے بعد مسائل کو قلمبند کیا گیا۔ اس عرق ریزی، غور وفکر، خلوص وللہیت اور فضل وکمال کے ساتھ فقہ حنفی مدون ہوئی جو ہر جہت سے مہذب اور زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے۔

(۲) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا کہ مجلس شوریٰ کی بحث وتمحیص کے بعد جو بات طے ہو جائے وہی فقہی قرار پائے بلکہ تلامذہ اور اصحاب کو تعلیم دے رکھی تھی کہ تم خواہ مخواہ کسی ایک بات پر جم نہ جانا بلکہ اگر کسی مسئلہ میں کوئی اور زیادہ قابل اعتماد دلیل تمہیں مل جائے تو اس کو اختیار کر لینا اور اسی کا دوسروں کو حکم دینا۔ اس لئے کہ مقصود کتاب وسنت اور اقوال صحابہ پر عمل ہے اپنی بات پر ضد اور اپنی فہم کی اشاعت پیش نظر نہیں۔ چنانچہ علامہ شامی اسی کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں

فاعلم ان ابا حنيفة من شدة احتياطه وعلمه بان الاختلاف من آثار الرحمة قال لاصحابه ان توجه لكم دليل فقولوا به۔ (عقود رسم المفتی: ص ۱۹)

"امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے احتیاط اور تقویٰ کی بنا پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اور اس بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ اختلاف رحمت کے آثار میں سے ہے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ اگر تمہیں کوئی دلیل مل جائے تو اسی کو اختیار کرنا"۔

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ صاحبین کا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے اختلاف مشہور ومعروف ہے۔ اور تقریباً ایک تہائی مسائل میں صاحبین نے اختلاف کیا ہے۔ یہ اقوال بھی فقہ حنفی کی تدوین میں شامل اور مذہب کا حصہ ہیں۔ اور اس اختلاف کا رحمت ہونا مختلف ضرورت کے مواقع پر اہل علم پر مخفی نہیں۔ بخلاف دوسرے ائمہ کرام کے کہ وہاں صاحب مذہب کے قول کے علاوہ دوسرے اقوال مذہب میں شامل نہیں سمجھے جاتے۔ اور کہیں خود صاحب مذہب سے ایک سے زائد قول مروی ہوں تو ان میں بھی صرف ایک قابل عمل ہوتا ہے۔ جیسے امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں بعض مسائل میں قول قدیم وجدید ملتا ہے۔ لیکن خود امام شافعی رحمہ اللہ کی صراحت کے مطابق ان کا قول جدید ہی معتبر ہے قول قدیم نہیں۔

حاصل یہ کہ اختلاف کی بنا پر رحمت کے آثار اور وسعت احناف کے یہاں پایا جاتا ہے دیگر مذاہب میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔

افتاء اور اس کی اہمیت:

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ اب اجتہاد مطلق کا دروازہ تو بند ہو گیا۔ لہذا ان ہی چار ائمہ میں سے کسی ایک کی تقلید کی جائے گی لیکن اس کے ساتھ ساتھ چونکہ انسانی زندگی اپنے تمام تر شعبوں کے ساتھ ترقی کی راہ پر گامزن ہے اور ہر شخص کے حالات ہر زمانے میں یکساں نہیں ہوتے بلکہ مختلف زمانے سے صورت حال سامنے آتی ہے۔ جس میں یہ فہم وبصیرت کہاں کہ فقہاء کے بیان کردہ جزئیات سے اپنے حالات کے مطابق ہر ہر جزئیہ کا جواب حاصل کریں اور وہ جواب بالکل صحیح بھی ہو کیونکہ

اول تو حوالات و نقلی اور فقہی عبارات کا انطباق ایک پیچیدہ مسئلہ ہے اور اس کے ساتھ ساتھ جہاں فقہی مسائل میں اختلاف ہوا ہو وہاں اختلاف کے نتیجے میں مختلف اقوال سامنے آئے یا متقدمین سے کسی جزئیہ کی صراحت نہ ہونے کی صورت میں متاخرین کی تخریج میں اختلاف ہوا اب ان مختلف اقوال میں کسی ایک قول کو عمل کے لئے متعین کرنا اور بسا اوقات نئے پیش آمدہ مسائل کی متقدمین و متاخرین دونوں سے صراحت نہ ہونے کی صورت میں ان ہی حضرات کے اصولوں کی روشنی میں ان مسائل کا حل بیان کرنا ہر شخص کے بس کا کام نہیں۔ بلکہ اس کے لئے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو قرآن و حدیث و متقدمین و متاخرین فقہاء کے کلام پر گہری نظر رکھنے کے ساتھ ساتھ مسائل ضروریہ مستنبط کر کے یکجا کرتی رہے تاکہ عام افراد اپنے دن رات کے پیش آمدہ مسائل میں کسی الجھاؤ کا شکار نہ ہوں۔ اور بلاشبہ اسی استنباط و استخراج کا نام "فتویٰ" ہے۔ اور جو شخص اس استنباط و استخراج میں مہارت تامہ کا حامل ہو وہ "مفتی" ہے۔

افتاء ایک اہم اور حد درجہ احتیاط کی متقاضی ذمہ داری ہے یہی وجہ ہے کہ اسلاف اس ذمہ داری کے قبول کرنے سے احتراز کرتے تھے اور جن کو وہ اپنے سے علم و عمل میں بڑھ کر سمجھتے تھے ان پر یہ ذمہ داری ڈالنا چاہتے تھے۔ پھر اس باب میں ان کا یہ حال تھا کہ اگر کسی مسئلہ مستفسرہ کی صحیح صورت معلوم ہوتی تو بلا تکلف بتا دیتے اور اگر معلوم نہ ہوتی تو صفائی سے کہہ دیتے کہ "ہمیں یہ مسئلہ معلوم نہیں کسی اور سے پوچھ لیا جائے"۔ تحقیق تاں اور تکلف و تصنع کو کسی حال میں پسند نہیں کرتے تھے۔

حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک سو بیس انصاری صحابہ کو دیکھا ہے کہ ان سے جب کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو وہ دوسرے صحابی کے پاس بھیجتے، وہ تیسرے کے پاس، یہ مسئلہ اسی طرح چلتا یہاں تک کہ وہ سائل پہلے صحابی کے پاس واپس آجاتا۔ (ادب المفتی والمستفتی: ص ۹)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص لوگوں کے تمام سوالوں کے جواب دینے کے لئے تیار بیٹھا رہے وہ پاگل ہے۔ (حوالہ بالا، ص ۹)

قاسم بن محمد بن ابی بکر سے کسی نے کوئی بات دریافت کی آپ نے جواب دیا کہ مجھے یہ مسئلہ اچھی طرح معلوم نہیں ہے۔ اس شخص نے کہا کہ میں تو آپ کے سوا کسی اور کو اس منصب کے لائق نہیں جانتا اس لئے آپ کے پاس آیا ہوں۔ حضرت قاسم نے فرمایا میری لمبی داڑھی اور میرے ارد گرد لوگوں کے مجمع کو نہ دیکھو، مجھے یہ مسئلہ اچھی طرح معلوم نہیں ہے۔ اس مجلس میں ایک قریشی شیخ بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے کہا اے میرے بھتیجے! اس مجلس میں میں نے آج تک آپ سے بڑا کوئی عالم نہیں دیکھا، آپ جواب دیجئے۔ حضرت قاسم نے فرمایا مجھے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ میری زبان کٹ جائے اس کے مقابلے میں کہ میں ایسے مسئلہ کا جواب دوں جس کا علم میرے پاس نہ ہو۔ (حوالہ بالا)

یہ اور اس طرح کے سینکڑوں واقعات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ سلف صالحین منصب افتاء کے سلسلے میں بڑی ہی

احتیاط فرمایا کرتے تھے۔

مشکوٰۃ کتاب العلم میں روایت مروی ہے:

من افتی بغیر علم کان اثمه علی من افتاه.

"جو شخص بغیر علم کسی مسئلہ کا جواب دے گا اس کا گناہ اسی پر ہوگا"۔

اسی وجہ سے امام مالک رحمہ اللہ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس وقت تک مسند افتاء پر جلوہ افروز نہ ہوئے جب تک ستر علماء کرام نے ان کی اہلیت کی گواہی نہ دی۔[البدایہ والنہایہ ج۱۰/ص۱۸۰]

امام مالک فرماتے ہیں کہ بسا اوقات ایک مسئلہ مجھے سونے کھانے اور پینے سے روکے رکھتا تھا۔

[الموافقات ۴/۲۲۷]

نیابت نبوت:

علامہ شاطبی نے موافقات جز۴ ص۱۹۳ میں اس پر مفصل بحث فرمائی ہے۔امام موصوف نے یہاں تک صراحت کردی کہ "مفتی امت میں افتاء اور تعلیم و تبلیغ کے اعتبار سے نبی کریم ﷺ کا نائب ہوتا ہے"۔اس سے یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ فتویٰ درحقیقت حکم خداوندی کا اظہار ہے۔اور مفتی خدا تعالیٰ اور اس کے بندوں کے مابین واسطے کی حیثیت رکھتا ہے۔اس لئے فتویٰ دینے میں بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے نیز جواب دیتے وقت جنت اور جہنم کا استحضار بھی ہونا چاہیے کہ ان دونوں میں کس کو پسند کرتا ہے۔[ادب المفتی والمستفتی :ص۸]

الحمد للہ دار الافتاء دار العلوم یاسین القرآن کے قیام کو تقریباً پندرہ برس کا عرصہ ہو چکا ہے۔عرصہ ہذا میں دار الافتاء سے کئی ہزار فتاویٰ جاری ہو چکے ہیں۔بندے کی ہمیشہ یہ خواہش رہی کہ فتاویٰ کا یہ مجموعہ شائع ہو جائے لیکن تعلیمی، تدریسی اور انتظامی مصروفیات کی بناء پر یہ خواہش پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکی تھی البتہ چھ سال قبل اللہ کا نام لے کر اس کام کو شروع کیا، جو محض اللہ کے فضل و کرم اور بعض احباب کے تعاون سے کتاب العقائد کی صورت میں ناظرین کے سامنے آچکا ہے، جس میں عقائد سے متعلق تقریباً پانچ سو اہم مسائل کے جواب مفصل و مدلل انداز میں آچکے ہیں۔

الحمد للہ کتاب العقائد کے بعد اب "نجم الفتاویٰ" کی دو اور جلدیں ہدیہ ناظرین ہیں، جن میں کتاب الطہارۃ سے کتاب الحج تک تقریباً دو ہزار اہم فتاویٰ جات رقم ہیں۔نیز کتاب العقائد کی پہلی جلد میں بھی بعض اہم فتاویٰ کا اضافہ کیا گیا ہے۔چنانچہ فتاویٰ کا یہ مجموعہ اب تین جلدوں میں احباب کی خدمت میں حاضر ہے۔

آخر میں بندہ ناچیز یہ اقرار بھی کرتا ہے کہ علم فتویٰ ایک پرخطر اور مہتم بالشان علم ہے جس کے لئے نہایت اعلیٰ صلاحیتوں اور استعداد کی ضرورت ہے جن سے بندہ عاجز ہے البتہ توفیق الٰہی اور فضل خداوندی کے بعد اپنے تمام اساتذہ و مشائخ عظام کی دعاؤں کی برکت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندے سے یہ کام لیا اور لے رہا ہے۔خاص طور پر میرے بزرگ و مشائخ مفتی اعظم پاکستان

حضرت مفتی ولی حسن ٹونکی نور اللہ مرقدہ اور امام المحدث قدوۃ العلماء حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی قدس سرہ پر لاتعداد خصوصی رحمتیں نازل ہوں کہ ناچیز کو علوم ظاہرہ وباطنہ میں جو ادنیٰ سی سوجھ بوجھ حاصل ہوئی ہے یہ ان ہی حضرات کی توجہات اور دعاؤں کا ثمرہ ہے۔ بندہ اس فتاویٰ کے طبع ہونے میں اپنے ان تلامذہ کا ذکر بھی ضروری سمجھتا ہے جن کی کاوشوں سے فتاویٰ کا یہ مجموعہ ناظرین کے سامنے ہے خصوصاً عزیزم مفتی انوار احمد سلمہ نے اس کی ترتیب وتبویب اور حوالہ جات کی نظر ثانی میں کلیدی کام کیا ہے نیز بعض شرکاء تخصص نے بار بار مراجع حوالہ جات کی اصل سے مراجعت اور عبارات کی تصحیحات کی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ان ہی حضرات کی انتھک محنت اور کاوشوں سے یہ مجموعہ معرض وجود میں آیا۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کے علم وعمل اور حیات میں بے پایاں برکات نصیب کرے۔ آمین

آخری گزارش بندے کی ان اہل علم حضرات سے جن کی نظر سے یہ کتاب گزرے گی کہ الدین النصیحۃ کے بمصداق اس کو اصلاح کی نظر سے دیکھیں۔ جہاں بھی کوئی قابل اشکال بات محسوس کریں بندے کو ضرور آگاہ کریں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو ہر خاص وعام کے لئے نافع بنائے۔ مؤلف اور جملہ معاونین کی مغفرت کا ذریعہ بنائے۔ آمین

فقط

(شیخ الحدیث مفتی) سید محمد حسن امروہوی اوڈھن برگ

خادم دارالعلوم تعلیم القرآن کراچی

۱۸ شوال ۱۴۳۱ھ

کتاب
﴿الایمان والعقائد﴾

(ایمان اور عقائد کے احکام کا بیان)

﴿کتاب الایمان والعقائد﴾

(ایمان اور عقائد کے بیان میں)

(۱) کیا ایمان مخلوق ہے؟

سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کا کہنا ہے کہ ایمان مخلوق ہے۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟ کیا اس سے انسان کافر ہو جاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً صورت مسئولہ میں جواب سے قبل اصل مسئلہ کی تھوڑی سی وضاحت ضروری ہے اور وہ یہ کہ خود مشائخ احناف میں اختلاف رہا ہے کہ ایمان مخلوق ہے یا غیر مخلوق۔ بعض احناف مخلوق اور بعض غیر مخلوق ہونے کے قائل تھے لیکن یہ نزاع لفظی ہے نہ کہ حقیقی کیونکہ جو حضرات ایمان کے غیر مخلوق ہونے کے قائل تھے ان کا کہنا یہ تھا کہ ایمان نام ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق اور عنایات کے حصول کا اور یہ غیر مخلوق ہے لہٰذا ایمان غیر مخلوق ہوا۔

اور جو حضرات مخلوق ہونے کے قائل تھے ان کے نزدیک ایمان نام ہے تصدیق قلبی اور اقرار باللسان کا اور یہ دونوں بندوں کے افعال میں سے ہیں اور بندہ اپنے تمام افعال کیساتھ مخلوق ہے لہٰذا ایمان بھی مخلوق ہے۔

اس تفصیل کے بعد کسی ایک جانب میں کفر کا حکم لگانا بعید معلوم ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض مصنفین نے کفر کے قول کو مبالغہ آمیزی پر محمول کیا ہے خاص طور پر جب دونوں طرح کی صراحت ہمارے مشائخ سے موجود ہے تو پھر ایک جانب کی تکفیر کا نتیجہ (العیاذ باللہ) اور بھی تک پہنچیگا۔ لہٰذا احتیاط اسی میں ہے کہ کسی ایک جانب کی تکفیر کے بجائے اس میں سکوت اختیار کیا جائے۔

لمافي الفتاویٰ خانية (۵/۵۴۳): من قال بخلق القرآن فهو كافر وكذا من قال بخلق الايمان فهو كافر وروي عن بعض السلف انه روى عن ابي حنيفة رحمه الله ان الايمان غير مخلوق ...... وحكى عن الشيخ الامام الزاهد انه قال لسائل هذه المسئلة: ايمان گردش بنده است بخداى تعالى بتوفيق وى وگردش بنده فعل بنده است وبنده باهمه افعال آفريده است، وتوفيق وهدايت حق كه بنده راداد ازصفت خدا است. وحق عزوجل باصفات خويش ناآفريده است. وسئل مرة اخرى عن هذه المسئلة فقال: ان اردت بالايمان التصديق والاقرار فهذا فعل العبد والعبد بجميع افعاله مخلوق وان اردت توفيق الله وهدايته على اتيان الايمان بالله تعالى فالله تعالى بجميع افعاله غير مخلوق.

وفي شرح الفقه الاكبر (ص ۴۲): ان الايمان مخلوق او غير مخلوق اختلف فيه مشائخ الحنفية

موجب ہے۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر یہ شخص لاعلمی کی وجہ سے یا علم کے باوجود (کہ ان سب کتب پر بھی ایمان لانا ضروری ہے) ان کتب سماویہ کا انکار کرے تو یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

لقوله تعالى (النساء: ۱۳۶): يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا۝

وفي مشكوة المصابيح (۱/۱۱): عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال بينما نحن عند رسول الله ﷺ ذات يوم اذ طلع علينا رجل شديد بياض ... قال فاخبرني عن الايمان قال ان تؤمن بالله وملئكته وكتبه ورسله واليوم الآخر

وفي المحرر الوجيز (۱۲۳/۲): (والكتاب) المذكور اولا هو القرآن والمذكور ثانيا هو اسم جنس لكل ما نزل من الكتاب .

وفي التفسير المظهري (۲۹۱/۲): (والكتب الذي انزل من قبل) اي قبل القرآن من التوراة والانجيل والزبور وسائر الكتب والصحف ... (ومن يكفر بالله وملئكته وكتبه ورسله واليوم الآخر) يعني بشيء من ذلك (فقد ضل ضلالا بعيدا) من المقصد بحيث لا يكاد يعود الى طريقة الصواب فان الايمان بكل واحد منها ملازم للآخر فالكفر بواحد منها بعد من الله وضل عن سواء السبيل وبالكفر بجميع ذلك بالطريق الاولى.

وفي شرح العقيدة الطحاوية (۴۲۳/۲): ونؤمن بالملائكة والنبيين والكتب المنزلة على المرسلين ونشهد انهم كانوا على الحق المبين

هذه الامور من اركان الايمان قال تعالى: "اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ" وقال تعالى "لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ" الآية (البقرة: ۱۷۷)

فجعل الله سبحانه وتعالى الايمان هو الايمان بهذه الجملة وسمى من آمن بهذه الجملة مؤمنين كما جعل الكافرين من كفر بهذه الجملة

وفي شرح الفقه الاكبر (ص ۹-۱۲): أصل التوحيد وما يصح الاعتقاد عليه يجب أن يقول آمنت بالله وملائكته وكتبه ورسله

(وكتبه) اي المنزلة من عنده كالتوراة والانجيل والزبور والفرقان وغيرها من غير تعيين عددها.

لايعود ما بطل ثوابه لكنه تعود طاعته المتقدمة مؤثرة في الثواب من بعد.

وفي الدر المختار مع رد المحتار ([illegible]): وما أدى منها فيه يبطل ولا يقضي من العبادات الا الحج

وفي الشامية: (وما أدى منها فيه يبطل) في التتارخانية معزيا الى اليتيمة سئل له لو تاب تعود حسناته؟ قال هذه المسئلة مختلفة فعند ابي علي وابي هاشم واصحابنا انه يعود وعند ابي القاسم الكعبي وبعض يقول انه لا يعود ما بطل من ثوابه لكنه تعود طاعاته المتقدمة مؤثرة في الثواب بعد اه محرر.

(۷) قریب المرگ شخص کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص مرض کی شدت کی بناء پر قریب المرگ ہے اسی حالت میں اس کے منہ سے کوئی شرکیہ کلمہ نکل جاتا ہے کیا اس کلمہ کا اعتبار کیا جائے گا اور وہ شخص اس کلمہ کی بناء پر مشرک سمجھا جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً: صورت مسئولہ میں قریب المرگ شخص کے کلمات کا اعتبار کیا جائے گا۔

لما في الصحيح البخاري (۲ / ۶۸۳): حدثنا اسحق بن ابراهيم ...... عن سعيد بن المسيب عن ابيه قال لما حضرت ابا طالب الوفاة دخل عليه النبي ﷺ وعنده ابو جهل وعبدالله بن ابي امية فقال النبي ﷺ اي عم قل لا اله الا الله احاج لك بها عند الله فقال ابو جهل وعبدالله بن ابي امية يا اباطالب اترغب عن ملة عبدالمطلب فقال النبي ﷺ لاستغفرن لك مالم انه عنك فنزلت ما كان للنبي والذين آمنوا ان يستغفروا للمشركين ولو كانوا اولي قربى من بعد ما تبين لهم انهم اصحاب الجحيم.

(۸) غیر اللہ کے نام پر چھوڑی گئی گائے کو تصحیح نیت کے بعد اللہ کے نام سے ذبح کرنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں ایک شخص کے پاس کافی تعداد میں گائیں موجود ہیں اس شخص نے ان میں سے ایک گائے کو غیر اللہ کیلئے مقرر کردیا تھا بطور ثواب کے، پھر اس شخص کی نیت بدل گئی اور اس نے اس گائے کو بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کردیا، اب مفتی صاحب آپ بتائیں کیا اس گائے کا گوشت حرام ہے یا حلال ہے؟ کیا اس کے گوشت کو کھایا جا سکتا ہے؟ براہ کرم تفصیل سے جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً: کسی بھی چیز کو غیر اللہ کے نام پر مقرر کرنا تو معصیت ہے اور ایسی نذروں کو ترک کرنا لازم ہے۔ مگر چونکہ جانور کی صورت میں حرمت یا حلت کا مدار ذبح کے وقت کی نیت و کلمات کا اعتبار ہوتا ہے، کہ اگر اس وقت اس کی نیت درست ہو اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کیا جائے تو یہ ذبح کرنا درست ہے اور اس جانور کا گوشت حلال ہوتا ہے، لہذا صورت مسئولہ میں چونکہ اس شخص کی نیت تبدیل ہو چکی ہے اور اس گائے کو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کیا ہے اس لئے یہ ذبح درست ہے اور اس گائے کا گوشت کھانا حلال ہے۔

لما في الدر المختار (۶/۳۰۲) وشرط التسمية من الذابح حال الذبح ... والمعتبر الذبح عقب التسمية قبل تبدل المجلس ... الخ.

وفي الهامش "من الذابح" اراد بالذابح محلل الحيوان ليشمل الرامي والمرسل وواضع الحديدة واحترز به عما لو سمى له غيره فلا تحل ... "حال الذبح" قال في الهداية ثم التسمية في ذكاة الاختيار تشترط عند الذبح، وهي على المذبوح وفي الصيد تشترط عند الارسال والرمي ... "قبل تبدل المجلس" اي حقيقة او حكما كالفاصل الطويل كما ياتي فافهم ... وان كان كثيرا لا يحل لان ايقاع الذبح متصلا بالتسمية بحيث لا يتخلل بينهما شئ لا يمكن الا بحرج عظيم فاقيم المجلس مقام الاتصال والعمل القليل لا يقطعه والكثير يقطع

وفي الدر المختار (۲/۴۳۹) واعلم ان النذر الذي يقع للاموات من اكثر العوام ومايؤخذ من الدراهم والشمع والزيت ونحوها الى ضرائح الاولياء الكرام تقربا اليهم فهو بالاجماع باطل وحرام مالم يقصدوا صرفها لفقراء الانام وقد ابتلي الناس بذلك ولا سيما في هذه الاعصار.

وفي الهامش "تقربا اليهم" كان يقول يا سيدي فلان ان رد غائبي او عوفي مريضي او قضيت حاجتي فلك من الذهب او الفضة او من الطعام او الشمع او الزيت كذا "باطل وحرام" بوجوه منها انه نذر لمخلوق والنذر للمخلوق لايجوز لانه عبادة والعبادة لاتكون لمخلوق، ومنها ان المنذور له ميت والميت لايملك، ومنها انه ان ظن ان الميت يتصرف في الامور دون الله تعالى واعتقاده ذلك كفر

وفي التفسير المظهري (۳/۱۹۳، ۱۹۴) قال ابو عبيدة السائبة البعير الذي يسيب وذلك ان الرجل من اهل الجاهلية اذا مرض او غاب له قريب نذر فقال ان شفاني الله او شفي مريضي او رد غائبي فناقتي هذه سائبة ثم يسيب فلا تحبس عن رعي وماء ولا يركبها احد فكانت بمنزلة البحيرة وقيل الناقة اذا انتجت اثنتي عشرة اناث سيبت ولم يركب ظهرها ولم يجز وبرها ولم يشرب لبنها الا ضيف ... والسائبة كانوا يسيبونها لالهتهم لايحمل عليها شئ.

(۹) مرتے وقت کلمہ طیبہ پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اگر کوئی شخص مرتے وقت کلمہ طیبہ پڑھے تو اس کلمہ کا اعتبار ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب حامداً ومصلياً: صورت مسئولہ میں جو شخص مرتے وقت کلمہ طیبہ پڑھے اس کا اعتبار کیا جائے گا بشرطیکہ غرغرہ کی حالت میں نہ

پڑھے بلکہ اس سے پہلے پڑھے۔

لما فی قوله تعالى (النساء: ١٨) ﴿وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّئَاتِ ۚ حَتّٰى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّيْ تُبْتُ الْاٰنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۚ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾

قال ابو عبد الله القرطبي تحتها (٥/٩٣): قوله تعالى (وليست التوبة) نفى سبحانه ان يدخل في حكم التائبين من حضره الموت وصار في حين اليأس كما كان فرعون حين صار في غمرة الماء.

وفي الصحيح للبخاري (٢/٩٨٨): حدثنا ابو اليمان ... سعيد بن المسيب عن ابيه قال لما حضرت ابا طالب الوفاة جاءه رسول الله فقال قل لا اله الا الله كلمة احاج لك بها عند الله.

(۱۰) ملحد کی تعریف

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ شریعت میں ملحد کسے کہتے ہیں؟ امید ہے کہ مدلل ومفصل جواب عنایت فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً: ملحد وہ کہلاتا ہے جو شریعت سے ہٹ کر کفر کی طرف مائل ہو اور قرآن وسنت کے صحیح معانی ومفاہیم کو چھوڑ کر اپنے اختراعی معانی بیان کرے۔

لما في شرح العقائد (ص ٢٣٣): الالحاد اي ميل وعدول عن الاسلام واتصال والتصاق بكفر لكونه تكذيبا للنبي فيما علم مجيئه بالضرورة.

وفي رد المحتار (٤/٢٤١): والملحد: وهو من مال عن الشرع القويم الى جهة من جهات الكفر، من الحد في الدين: حاد وعدل لا يشترط فيه الاعتراف بنبوة نبينا ولا بوجود الصانع تعالى وبهذا فارق الدهري ايضا ولا اضمار الكفر وبه فارق المنافق، ولا سبق الاسلام وبه فارق المرتد فالملحد اوسع فرق الكفر حدا اي هو اعم من الكل.

(وهكذا في القاموس الفقهي: ص ٣٢٩)

(۱۱) زندیق کی تعریف

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زندیق کی تعریف کیا ہے؟ بحوالہ نقل کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً: زندیق کا اطلاق ایسے شخص پر کیا جاتا ہے جو کسی دین کا پابند نہیں ہوتا۔ نیز وہ بظاہر اسلام کو ظاہر کرتا ہے اور باطن میں کفر پر عقیدہ رکھتا ہے۔

نصا في القاموس الفقهي (ص ١٦٠): الزنديق من يؤمن بالزندقة وقال العلامة ابن كمال باشا: الزنديق في لسان العرب يطلق على من ينفي الباري تعالى، وعلى من يثبت الشريك، وعلى من ينكر حكمته. عند المالكية والشافعية والحنابلة والجعفرية والزيدية: هو الذي يظهر الإسلام ويخفي الكفر، وكان يسمى في عصر النبوة منافقا فصار في العرف الشرعي زنديقا.

عند الحنفية وفي قول للشافعية: هو الذي لا ينتحل دينا.

وفي رد المحتار (۴/ ۲۹۰): بيان الزنديق والمنافق الاول هو من لا يتدين بدين، والثاني هو من يبطن الكفر ويظهر الاسلام

وفي التقريرات (ص ۴) تحت تعريف الزنديق: (قوله الاول هو من لا يتدين بدين) وجعله في النهر بمعنى المنافق.

وفي الدر المختار (۴/ ۲۴۱) والمنافق الذي يخفي الكفر ويظهر الاسلام كالزنديق الذي لا يتدين بدين

وفي الشامية تحته: ويجب ان يكون حكم المنافق في عدم قبول توبته كالزنديق لان ذلك في الزنديق لعدم الاطمينان الى ما يظهر من التوبة اذا كان يخفي كفره الذي هو عدم اعتقاده دينا والمنافق مثله في الاخفاء.

وفي رد المحتار (۴/ ۲۴۱): قال العلامة ابن كمال باشا في رسالته: الزنديق في لسان العرب والفرق بينه وبين المرتد العموم الوجهي لانه قد لا يكون مرتدا، كما لو كان زنديقا اصليا غير منتقل عن دين الاسلام، والمرتد قد لا يكون زنديقا كما لو تنصر او تهود وقد يكون مسلما فيتزندق واما في اصطلاح الشرع. فالفرق اظهر لاعتبارهم فيه ابطان الكفر والاعتراف بنبوة نبينا على ما في شرح المقاصد لكن قيد الثاني في الزنديق الاسلامي بخلاف غيره

(۱۴) ارتداد کے بعد سابقہ عبادات کا ثواب

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک شخص بہت عبادت گزار ہو، چونکہ اس سے ایسا فعل سرزد ہو جائے جس سے وہ کافر ہو جائے اور وہ فوراً کلمہ بھی پڑھ لے اور توبہ کرلے تو اس کی سابقہ عبادات کا ثواب باقی رہے گا یا ختم ہو جائے گا؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً: صورت مسئولہ میں اس آدمی کا پچھلا ثواب ختم ہو جائے گا لیکن اس کی وہ عبادات اور طاعات جو اس نے پہلے کیں وہ ثواب میں مؤثر ہوں گی اور ثواب میں مؤثر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسلام کی طرف لوٹنے کی وجہ سے اس کو جدید ثواب

﴿فصل في كلمات الكفر وغيرها﴾

(کفریہ کلمات اور افعال کے بیان میں)

(۱۴) اپنے غیر مسلم ہونے کا اقرار اور حکم متواتر کا انکار

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نعیم اور خرم کی آپس میں گفتگو ہورہی تھی باتوں باتوں میں نعیم نے خرم سے کہا کہ یار نماز پڑھ لیا کرو، تو خرم نے غصہ میں کہا کہ تمہیں نہیں پتہ کہ میں ہندو ہوں اور میں نماز نہیں پڑھتا۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ خرم اس کلام سے ہندو بن گیا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً: جب کوئی شخص غیر مسلم ہونے کا اقرار یا نصوص قطعیہ کا انکار کرے تو بلا شبہ وہ شخص دائرۂ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے، پس صورت مسئولہ میں جب نعیم نے خرم سے کہا کہ نماز پڑھ لیا کرو تو جواب میں خرم کا یہ کہنا کہ تمہیں نہیں پتہ کہ میں ہندو ہوں اور میں نماز نہیں پڑھتا، تو خرم نے غیر مسلم ہونے کا اقرار کیا جس کی بنا پر خرم دائرۂ اسلام سے خارج ہوگیا۔ لہٰذا خرم کو چاہیے کہ وہ اللہ جل شانہ سے توبہ واستغفار کرکے ایمان کی بھی تجدید کرے، اور اگر شادی شدہ ہے تو از سر نو نکاح کرے۔

لما في القرآن الكريم (النحل: ١٠٦): من كفر بالله من بعد إيمانه إلا من أكره وقلبه مطمئن بالإيمان ولكن من شرح بالكفر صدرا فعليهم غضب من الله ولهم عذاب عظيم.

وفي الهندية (٢/٢٥٧): ومن يرضى بكفر نفسه فقد كفر. (ص٢٦٨): لو قال لمريض صل فقال والله لا أصلي أبدا ولم يصل حتى مات يكفر.

وفي التاتارخانية (٥/٤٦٥): مسلم قال: أنا ملحد: يكفر لأن الملحد كافر، هكذا ذكره الإمام أبو المعين ولو قال: ما علمت أنه كفر: لا يعذر بهذا.

وفيه أيضا (٥/٤٧٣): أنا يهودي أو مجوسي إن كنت فعلت كذا أمس، وهو يعلم أنه قد كان فعله لا شك أنه ليس عليه الكفارة، وهل يصير كافرا؟ فهو على التفصيل الذي قلنا: إن كان عنده أنه يمين ولا يكفر متى حلف بهذا لا يصير كافرا وإن كان عنده أنه يكفر حين حلف بهذا يصير كافرا في الماضي والمستقبل.

(۱۵) حالت نیند میں کفریہ کلمات کہنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نیند کی حالت میں کفریہ کلمات ادا کرتا ہے، آیا

یہ شخص ایمان سے خارج ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً اگر کوئی شخص بیہوشی کی حالت میں کفریہ کلمات کہہ دے تو اس سے وہ ایمان سے خارج نہیں ہوگا۔

لما فی رد المحتار (۲۲۴/۳): وفی التحریر وتبطل عبارته من الاسلام والردة والطلاق، ولم توصف بخبر وانشاء وصدق وکذب کالحان الطیور اھ ومثله فی التلویح. فهذا صریح فی ان کلام النائم لایسمی کلاما لغة ولا شرعا بمنزلة المهمل.

(۱۶) مرتکب کبیرہ کو کافر کہنا

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی مسلمان کسی گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو تو اسے کافر کہنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً کسی مسلمان کو گناہ کبیرہ کے ارتکاب کی وجہ سے کافر کہنا درست نہیں ہے بلکہ یہ خود گناہ کبیرہ ہے لہٰذا کسی مسلمان کو بغیر سبب کفر کے کافر کہنا (اگرچہ وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو) خود گناہ کبیرہ ہے۔

لما فی شرح العقائد (ص ۸۲): والکبیرة لاتخرج العبد المؤمن من الایمان ولا تدخله فی الکفر ان حقیقة الایمان هو التصدیق القلبی فلایخرج المؤمن عن الاتصاف به الابما ینافیه ومجرد الاقدام علی الکبیرة لغلبة شهوة او حمیة . . . خصوصا اذا اقترن به خوف العقاب ورجاء العفو والعزم علی التوبة لاینافیه نعم اذا کان بطریق الاستحلال والاستخفاف کان کفرا الآیات والاحادیث الناطقة باطلاق المؤمن علی العاصی کقوله تعالی یاایها الذین آمنوا کتب علیکم القصاص فی القتلی وقوله تعالی یاایها الذین آمنوا توبوا الی الله توبة نصوحا وقوله تعالی وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا الآیة.

وفی فتح الملهم (۲۶۹/۱): (فقال رسول الله اللهم ولیدیه فاغفر) فی هذا الحدیث حجة لقاعدة عظیمة لاهل السنة ان من قتل نفسه او ارتکب معصیة غیرها ومات من غیر توبة فلیس بکافر ولایقطع له بالنار بل هو فی حکم المشیئة

وفی حاشیة النووی علی الصحیح لمسلم ج ۱/ص ۵۷:- ان مذهب اهل الحق انه لایکفر المسلم بالمعاصی کالقتل والزنا

(۱۷) صحابہ کرام اور تابعین کو گالیاں دینے والا

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ صحابہ کرام اور تابعین کو گالیاں دینے کی وجہ سے آدمی کافر

الجواب حامداً ومصلیاً: صورت مسئولہ میں اگر وہ شخص استہزاءً یہ کہے کہ جو چیز آپ ﷺ کو پسند ہے وہ مجھے پسند نہیں تو ان کلمات کے کہنے سے یہ شخص کافر ہو جائے گا۔

لما في البحر الرائق (۵/۱۲۱): ویکفر ... بقوله انا لا احبه حين قيل له ان النبي كان يحب القرع وقيل: ان كان على وجه الاهانة

وفي التاتارخانية (۵/۴۸۱): ولو قال رجل لغيره: كان رسول الله يحب كذا بان قال مثلا يحب القرع فقال ذلك الغير: انا لا احبه فهذا كفر هكذا روى عن ابي يوسف رحمه الله ... وبعض المتأخرين قالوا: اذا قال ذلك على وجه الاهانة كان كفرا وبدونه لا يكون كفرا.

وهكذا في الهندية (۲/۲۶۵).

وفي ردالمحتار (۴/۲۲۲): ان ما كان دليل الاستخفاف يكفر به وان لم يقصد الاستخفاف.

(۲۰) روزہ اور نماز کو مستقلاً ترک کرنے والا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے ایک عزیز ہیں، میں ان سے بار بار نماز کا کہتا ہوں لیکن وہ نماز نہیں پڑھتے اور پھر ان کے گھر والوں نے بتلایا کہ وہ روزہ بھی نہیں رکھتے لیکن وہ ان دونوں چیزوں کا انکار بھی نہیں کرتے۔ کیا ایسے شخص کو مسلمان سمجھا جائے یا کافر؟ اور شریعت مطہرہ نے ایسے شخص کے لئے کیا سزا تجویز کی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً: اگر کوئی شخص نماز کی فرضیت کا انکار نہیں کرتا لیکن سستی اور کاہلی کی وجہ سے نماز بھی نہیں پڑھتا تو ایسے آدمی کو کافر کہنا جائز نہیں ہے بلکہ ایسا شخص فاسق ہے اور شرعاً اس کی سزا یہ ہے کہ اسے قید کیا جائے اور بعض حضرات کے نزدیک اتنا مارا جائے کہ جسم سے خون نکل آئے اور یہ سزا اس وقت تک جاری رکھی جائے جب تک وہ تائب ہو کر نماز پڑھنا شروع نہ کر دے یا مر جائے۔ اسی طرح جو آدمی روزہ نہیں رکھتا لیکن اس کی فرضیت کا انکار بھی نہیں کرتا وہ بھی کافر نہیں بلکہ فاسق ہے اور اس کی سزا یہ ہے کہ اسے بھی قید کر دیا جائے اور دن کو اس کا کھانا پینا بھی بند کیا جائے یا امام (خلیفۂ وقت) اگر چاہے تو اپنی صوابدید پر کوئی سزا تجویز کرے۔

لما في عمدة القاري (۱/۱۸۱): قال النووي يستدل بالحديث على ان تارك الصلاة عمدا معتقدا وجوبها يقتل ... وقال ابو حنيفة والمزني يحبس الى ان يحدث توبة ولا يقتل ... ولو ترك صوم رمضان حبس ومنع الطعام والشراب نهارا لان الظاهر انه ينويه لانه معتقد لوجوبه.

وفي فيض الباري (۱/۱۰۲): قال الامام الشافعي ومالك ان تارك الصلوة يقتل حدا لا كفرا ... وقال امامنا الاعظم انه ليس بكافر ولا يقتل ولكنه يحبس ثلاثا فان عاد الى الصلوة فبها والا يضرب ضربا يتفجر منه الدم

وفی الدر المختار مع رد المحتار (۱/۳۵۲): وتارکها عمدا مجانة ای تکاسلا فاسق یحبس حتی یصلی وقیل یضرب حتی یسیل منه الدم

وفی الشامیة: "قوله یضرب" ظاهر الحلیة انه المذهب.

(۲۱) کسی بزرگ سے اولاد کا سوال اور والدین کی اطاعت

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں یہ طریقہ رائج ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ اولاد نہ دیں اور آٹھ/نو سال تک اس کے ہاں ولادت نہ ہو تو ہمارے ہاں ایک بابا گھوڑے پر سوار ہو کر آتا ہے۔ جس کے ہاں اولاد نہ ہو وہ اسے پانچ سو یا ہزار روپے دیتا ہے۔ کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے؟ مجھے میرے والدین مجبور کر رہے ہیں کہ میں اس بابا کے پاس جاؤں، اگر یہ عمل ناجائز ہے اور میں نہ جاؤں تو والدین کا حکم نہ ماننے کی وجہ سے گناہ ہوگا یا نہیں؟ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً: اولاد دینا یا نہ دینا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت واختیار میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کسی کو اولاد نہیں دے سکتا۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں بچے دیتے ہیں، جسے چاہتے ہیں بچیاں دیتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں بالکل محروم کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے دعا تو کروائی جا سکتی ہے لیکن اس طرح سے کہ عقیدہ میں کوئی خرابی پیدا نہ ہو۔

لہذا صورت مسئولہ میں آپ اپنے والدین کو سمجھائیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور ان کی ہدایت کے لئے دعا بھی کریں۔ آپ کے لئے کسی صورت میں ان کی یہ بات ماننا جائز نہیں ہے بلکہ اگر آپ نے ان کی بات مانتے ہوئے ایسا کر لیا تو آپ گناہ گار ہوں گے۔

لما فی قوله تعالیٰ (الشوریٰ: ۴۹): لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۭ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ الذُّكُوْرَ ۝ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَاۗءُ عَقِيْمًا ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝

قال العلامة الآلوسی تحت هذه الآیة (۲۵/۵۳): ان الملک ملکه سبحانه من غیر منازع ومشارک یتصرف کیف یشاء فلیس علی من هو احقر جزء من ملکه تعالی ان یعترض ویرید ان یجری التدبیر حسب هواه الفاسد.

وفی کنز العمال (۶/۶۸): [۱۴۸۳۵] عن علی عن النبی ﷺ: لا طاعة الا فی معروف.

وفیها ایضا (۶/۶۷): [۱۴۸۷۲] لا طاعة لاحد فی معصیة الله انما الطاعة فی المعروف

[۱۴۸۷۵] لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق.

(۲۲) اپنی بیوی سے کہنا کہ "تجھے اللہ تعالیٰ سے زیادہ پسند کرتا ہوں" اس کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے محلے میں ایک شخص نے دوران گفتگو یہ بات

کہتا رہتا ہے کہ "میں اپنی بیوی کو اللہ تعالیٰ سے زیادہ پسند کرتا ہوں" لہٰذا مفتی صاحب مجھے آپ سے یہ معلوم کرنا ہے کہ کیا وہ شخص اس طرح کہنے سے کافر ہو جائے گا یا نہیں؟ براہ کرم قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً: ضروریات دین میں سے کسی ایک چیز کے انکار کرنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بھی چونکہ ضروریات دین میں سے ہے، لہٰذا جو شخص بھی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے مقابلے میں مخلوق میں سے کسی کے لئے زیادتی محبت کا اقرار کرتا ہے تو وہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ اور اس کی بیوی اس پر حرام ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اگر اس شخص نے اپنی بیوی کو یہ جملہ "کہ میں تجھے اللہ سے زیادہ پسند کرتا ہوں" یہ جانتے ہوئے کہا کہ میں کلمہ کفر کہہ رہا ہوں تو یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا اور اس کی بیوی اس پر حرام ہو گئی لہٰذا اس پر تجدید ایمان اور تجدید نکاح لازم ہے۔ لیکن اگر اس نے یہ جملہ جہالت اور ناواقفیت کی بناء پر کہا ہے تو پھر یہ شخص کافر تو نہیں ہوگا اور نہ ہی اس پر اس کی بیوی حرام ہوگی البتہ یہ جملہ کہنے کی وجہ سے یہ شخص سخت گنہگار اور فاسق ہوگا لہٰذا اس پر توبہ و استغفار لازم ہے اور احتیاطاً تجدید نکاح بھی کر لینا چاہئے۔

لما في صحيح البخاري (١/٧): حدثنا محمد ابن المثنى ... عن انس عن النبي ﷺ قال ثلث من كن فيه وجد حلاوة الايمان ان يكون الله ورسوله احب اليه مما سواهما وان يحب المرء لا يحبه الا لله وان يكره ان يعود في الكفر كما يكره ان يقذف في النار.

وفي منح الروض الازهر في شرح الفقه الاكبر (ص٤٥١): ثم اعلم انه اذا تكلم بكلمة الكفر عالماً بمعناها ولا يعتقد معناها، لكن صدرت عنه من غير اكراه، بل مع طواعية في تأديته، فانه يحكم عليه بالكفر بناء على القول المختار عند بعضهم من ان الايمان هو مجموع التصديق والاقرار، فباجرائها يتبدل الاقرار بالانكار، اما اذا تكلم بكلمة ولم يدر انها كلمة كفر، ففي فتاوى قاضيخان حكاية خلاف من غير ترجيح حيث قال: قيل: لا يكفر لعذره بالجهل، وقيل يكفر ولا يعذر بالجهل. اقول: والاظهر الاول الا اذا كان من قبيل مايعلم من الدين بالضرورة فانه حينئذ يكفر ولا يعذر بالجهل

وفي البحر الرائق (٥/٢٠٣): ويكفر ان اعتقد ان الله تعالى يرضى بالكفر ... وبقوله لامرأته انت احب الي من الله وقيل لا ... ومحل الاختلاف عند عدم قصد الاستهزاء ... الخ.

وفي الهندية (٢/٢٥٩): ولو قال لامرأته انت احب الي من الله تعالى يكفر كذا في الخلاصة.

وفي (ص٢٨٣): ما كان في كونه كفراً اختلاف فان قائله يؤمر بتجديد النكاح وبالتوبة والرجوع عن ذلك بطريق الاحتياط وما كان خطأ من الالفاظ ولا يوجب الكفر فقائله مؤمن على حاله ولا يؤمر بتجديد النكاح والرجوع عن ذلك كذا في المحيط، اذا كان في المسئلة وجوه توجب الكفر ووجه واحد يمنع فعلى المفتي ان يميل الى ذلك الوجه كذا في الخلاصة، في البزازية الا

اذا صرح بارادة توجب الکفر فلا ینفعه التأویل حینئذ کذا فی البحر الرائق، ثم ان کانت نیة القائل الوجه الذی یمنع التکفیر فهو مسلم وان کانت نیته الوجه الذی یوجب التکفیر لاتنفعه فتوی المفتی ویؤمر بالتوبة والرجوع عن ذالک وبتجدید النکاح بینه وبین امرأته کذا فی المحیط۔

وفی الشامیة(۴/۲۲۴): وفی الفتاوی الصغری. الکفر شیء عظیم فلا اجعل المؤمن کافرا متی وجدت روایة انه لایکفر اھ وفی الخلاصة وغیرها: اذا کان فی المسألة وجوه توجب التکفیر ووجه واحد یمنعه فعلی المفتی ان یمیل الی الوجه الذی یمنع التکفیر تحسینا للظن بالمسلم زاد فی البزازیة الا اذا صرح بارادة موجب الکفر فلا ینفعه التأویل ح　　والذی تحرر انه لا یفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامه علی محمل حسن او کان فی کفره اختلاف ولو روایة ضعیفة فعلی هذا فاکثر الفاظ التکفیر المذکورة لایفتی بالتکفیر فیها　　الخ. وفی (ص ۲۳۰): نعم سیذکر الشارح ان ما یکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح، وما فیه خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبة وتجدید النکاح اھ وظاهره انه امر احتیاط۔

(۲۳) شریعت کے خلاف اشعار کہنا

سوال　کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شاعر ایسے اشعار لکھتا ہے جس کے ظاہری معنی یقینی طور پر اسلامی تعلیمات کے خلاف ہوتے ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ سے کھلم کھلا شکوہ، شراب کو ہر پریشانی کا حل بتانا (جبکہ وہ شاعر خود بھی کھلے عام شراب پیتا ہو) اس کے علاوہ علماء دین کی تذلیل انہیں بے کار اور بے خبر کہنا۔ شاعر مذکور کا حکم کیا ہے؟ خصوصاً جبکہ اس شاعر کا انتقال ہو چکا ہو اور ان کلمات کے بارے میں اس کی مراد بھی نہیں پوچھی جا سکتی۔ نیز اس طرح کے بہت سے اشعار اس کے دیوان میں موجود ہیں اس دیوان کا کیا حکم ہوگا۔ نمونہ کے طور پر بعض اشعار کا ترجمہ یہ ہے۔

۱۔　میرے محبوب کی آنکھوں میں بہت سارے خوبصورت جہاں ہیں (آگے شاعر اللہ تعالیٰ سے خطاب کر کے کہتا ہے) تیرا تو اپنی دنیا تو مجھ سے لے لے، مجھے تیری دنیا کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ (معاذ اللہ)

۲۔　جام شراب اٹھا کر مسلمان ہوجا اور اسی جہاں میں جنتی ہوجا۔

الجواب حامداً ومصلیاً　جس شخص کے اشعار میں ایسے مفہوم اور معنی موجود ہوں جو اللہ تعالیٰ سے شکوہ، عدم رضا بالقضاء، شراب کو ہر پریشانی کا حل سمجھنے، حلت خمر، وانکار حرمت پر مبنی ہو، حاملین دین علماء کرام کی تذلیل، استخفاف دین یا استخفاف علم دین پر مبنی ہو تو یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج کیا جائے گا اور اگر مندرجہ بالا امور اس حیثیت پر مبنی نہ ہوں تو یہ شخص کافر نہیں ہوگا البتہ گنہگار رہے گا۔

اب سوال میں ذکر کردہ شاعر کے بارے میں یہ معلوم کرنا کہ اس نے یہ اشعار کس نیت سے کہے مشکل ہے لہٰذا ایسی صورت میں

وفی شرح الفقه الاکبر (ص ۱۸۴): من قال دعني اصير كافرا كفر اى لانه نوى الكفر او كذت ان اكفر كفر، وفيه بحث اذ لا يلزم من مقاربة الكفر مفارقته اللهم الا ان يريد قصدت الكفر وما كفرت فانه يكفر لقصده ونيته.

وفی البناية شرح الهداية (۹/۲۰۶): ان مجرد الغناء والاستماع معصية لما روى صدر الشهيد في الكراهية في كتاب الواقعات عن رسول الله انه قال استماع الملاهي معصية والجلوس عليها فسق الى آخر الرواية.

وفی الهندية (۲/۲۶۳): من لم يقر ببعض الانبياء اولم يرض بسنة من سنن المرسلين فقد كفر.

وفی شرح الفقه الاكبر (ص ۱۵۴): ان استحلال المعصية صغيرة كانت او كبيرة كفر اذا ثبت كونها معصية بدلالة قطعية وكذا الاستهانة بها كفر.

وفی النبراس (ص ۵۶۶): واستحلال المعصية صغيرة كانت او كبيرة كفر لانه تكذيب للشارع اذا ثبت كونها معصية بدليل قطعي.

(۲۵) کیا صدقۂ فطر کا منکر کافر ہے؟

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے پڑوس میں ایک شخص رہتا ہے جو صدقۂ فطر کا انکار کرتا ہے کیا اس انکار کی وجہ سے یہ شخص کافر ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً صدقۂ فطر کا منکر کافر نہیں ہے البتہ فاسق اور گناہ گار ہوگا۔

لما فی البحر الرائق (۲/۲۵۱) فی بحث صدقة الفطر: والاجماع المنعقد على وجوبها ليس قطعيا لكون الثابت الفرض لانه لم ينقل تواترا ولهذا قالوا من انكر وجوبها لا يكفر.

وفی الدر المختار (۲/۳۵۸): فرض رسول الله زكاة الفطر معناه قدر للاجماع على ان منكرها لا يكفر.

(۲۶) ممنوع اور حرام کام پر خوشی کا اظہار کرنا

سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ انسان کی ایسی باتوں اور ایسے واقعات پر خوشی کا اظہار کرنا ہے کہ وہ کام شرعاً ممنوع ہوتے ہیں جیسا کہ کسی شخص کا اس بات پر خوشی کا اظہار کرنا کہ اس کا دوست جوا کھیل کر جیت گیا ہے اور کبھی انسان ایسے کام پر خوشی کا اظہار کرتا ہے جو کہ شریعت کی طرف سے مشروع ہوتے ہیں جیسا کہ اپنے بیٹے کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھنا لہٰذا ان دونوں

صورتوں میں خوشی کا اظہار کرنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً: شریعت مطہرہ کے ایسے احکامات جن کی حرمت کسی دلیل قطعی سے ثابت ہو اس پر خوشی کا اظہار کرنا کفر ہے البتہ وہ احکامات جن کو مشروع قرار دیا گیا ہے اس پر خوشی کا اظہار کرنا اچھی بات ہے اور باعث ثواب ہے۔

لما في التاتارخانية (٥/٥٢٥): اذا سقى ولده الخمر اول مرة فجاء اقرباؤه ونثروا الدراهم والسكر فقد كفروا وفي الفتاوى الخلاصة: او لم ينثروا الدراهم ولكنهم قالوا مبارك باد فقد كفروا.

(وهكذا في الهندية: ٢/٢٧٣)

(۴۷) ویزے کے حصول کے لئے اپنے آپ کو قادیانی یا شیعہ ظاہر کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے بھائی کینیڈا جانا چاہتے ہیں صاحب ایجنٹ کہتا ہے کہ اگر اپنے آپ کو قادیانی یا شیعہ ظاہر کردیں تو ویزے میں آسانی رہے گی۔ کیا شرعاً ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً: اپنے آپ کو شیعہ یا قادیانی ظاہر کرنا ایسا ہے کہ جیسے کوئی شخص کفر کا اقرار کرے اور کفر کا اقرار موجب کفر ہے لہٰذا مذکورہ صورت میں اپنے آپ کو شیعہ یا قادیانی ظاہر کرنا جائز نہیں ہے۔

لما في الهندية (٢/٢٨٣): رجل كفر بلسانه طائعاً وقلبه مطمئن بالايمان يكون كافراً ولا يكون عند الله مؤمناً كذا في فتاوى قاضيخان.

وفيها ايضاً (٢/٢٥٧): ومن يرضى بكفر نفسه فقد كفر

وفي الدر المختار مع رد المحتار (٤/٢٢٢): ومن هزل بلفظ كفر ارتد وان لم يعتقد للاستخفاف.

وفي الشامية: (من هزل بلفظ الكفر) اي تكلم به باختياره غير قاصد معناه

(۴۸) داڑھی کو اونٹ کی دم کہنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میاں بیوی کا کسی بات پر جھگڑا ہوا بیوی نے غصے کی حالت میں اپنے شوہر کی داڑھی پکڑی اور جھنجھوڑی اور کہا کہ تمہاری داڑھی نہیں بلکہ میرے لئے اونٹ کی دم ہے کیا وہ عورت اس طرح کہنے سے کافر تو نہیں ہوئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً: اگر مذکورہ عورت نے یہ قول بطور استخفاف و استہزاء کے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو حقیر سمجھتے ہوئے کیا ہو تو دائرہ اسلام سے خارج ہوگئی ورنہ نہیں۔

لما في التاتارخانية (٥/٣٨٢): رجل قال لآخر البس الثياب البيض فان هذا سنة رسول الله فقال ذلك الرجل لو كان هذا سنة پس نمان دست ... فقد قيل هذا استخفاف بسنة رسول الله وانه

کفر وکذالک فی سائر الشتم۔

وفی الدر المختار مع رد المحتار (۲۲۲/۴) من هزل بلفظ کفر ارتد وان لم یعتقده للاستخفاف۔

وفی الشامیة: ان ما کان دلیل الاستخفاف یکفر به

(۲۹) آپ ﷺ کے بارے میں حاضر وناظر، عالم الغیب ہونے کا عقیدہ رکھنے والے شخص کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر وناظر اور عالم الغیب ہیں اسی طرح وہ یہ بھی اعتقاد رکھتا ہے کہ اولیاء اور بزرگان دین تمام امور میں تصرف کرتے ہیں کیا ایسا شخص مسلمان ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً: جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں اور ہر جگہ حاضر ہیں اور ہر فعل کو دیکھنے والے ہیں اور اولیاء کائنات کے تمام امور میں تصرف کرتے ہیں جیسے وہ چاہیں تو ایسا شخص مسلمان نہیں کیونکہ یہ تمام صفات صرف اللہ رب العزت کے ساتھ خاص ہیں۔

لما فی قوله تعالی (النمل: ۶۵): قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ، الآیة

(الانعام: ۵۹): وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ، الآیة

وفی الصحیح للبخاری (۱۰۹۸/۲): عن عائشة رضی اللّٰه عنها من حدثک ان محمدا رای ربه فقد کذب ومن حدثک انه یعلم الغیب فقد کذب وهو یقول لا یعلم الغیب الا اللّٰه

وفی البحر الرائق (۸۸/۳): وفی الخانیة والخلاصة لو تزوج بشهادة اللّٰه ورسوله لا ینعقد ویکفر لاعتقاد ان النبی یعلم الغیب۔

وفی الشامیة (۴۳۹/۲): ان ظن المیت یتصرف فی الامور دون اللّٰه واعتقاده ذلک کفر۔

(۳۰) مؤذن کو گالی دینا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص مؤذن کو گالی دے یا اس کے لئے گالی کے مطالب اشعار استعمال کرے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ جیسے کوئی شخص یوں کہے کہ

وصال شب میں دی مؤذن نے اذان　　　　ہائے کمبخت کو کس وقت خدا یاد آیا

الجواب حامداً ومصلیاً: صورت مسئولہ میں اگر اذان کی توہین مقصود ہو تو یہ شخص کافر ہو جائے گا لیکن اگر اذان کی توہین مقصود نہیں بلکہ مؤذن کی توہین مقصود ہے (جیسا کہ سوال سے معلوم ہوتا ہے) تو کافر تو نہیں ہوتا البتہ اس پر توبہ کرنی چاہئے اور آئندہ ایسے کلام سے

اجتناب کرنا چاہئے۔

لما فی شرح الفقہ الاکبر (ص۱۵۲): الاستهزاء علی الشریعة الغراء کفر.

وفی التتارخانیة (۵/۵۰۵): واذا سمع المؤذن یؤذن فقال السامع ایں بانگ پاسباں است یکفر وفی التتمة مؤذن اذن فقال رجل ایں بانگ غوغا است یکفر ان قال علی وجه الاستخفاف وفیها سئل المحمدی عن مؤذن یؤذن فقال له رجل استهزاء من هذا المتادع الذی یؤذن هل یکفر ؟ فقال ان استهزء بالاذان یکفر وان استهزء بالمؤذن لایکفر.

وفی الهندیة (۲/۲۶۹): مؤذن اذّن فقال رجل ایں بانگ غوغا است یکفر ان قال علی وجه الانکار.

(۳۱) ملاقات کے وقت جھکنا

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ آج کل عمومی طور پر جب ایک شخص دوسرے سے ملتا ہے تو سر جھکا دیتا ہے۔ اس طرح سر جھکا کر ملاقات کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ بعض ساتھیوں کا کہنا ہے کہ یہ بھی غیر اللہ کے سامنے جھکنے میں شامل ہے۔ آیا ان کی بات درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... ملاقات کے وقت کسی کے سامنے جھکنا مکروہ ہے لہٰذا اس سے اجتناب کرنا چاہئے۔

لما فی المشکوٰة (ص۴۰۱): عن انس قال قال رجل یارسول الله الرجل منا یلقی اخاه او صدیقه اینحنی له قال لا قال افیلتزمه ویقبله قال لا قال افیاخذ بیده ویصافحه قال نعم.

وفی المرقات (۹/۷۶) تحت هذه الروایة: (اینحنی له) من الانحناء وهو امالة الرأس والظهر تواضعا وخدمة (قال لا) ای فانه فی معنی الرکوع وهو کالسجود من عبادة الله سبحانه ...... وفی شرح مسلم للنووی: حنی الظهر مکروه للحدیث الصحیح فی النهی عنه ولاتعتبر کثرة من یفعله ممن ینسب الی علم وصلاح.

وفی الهندیة (۵/۳۶۹): الانحناء للسلطان او لغیره مکروه لانه یشبه فعل المجوس. ویکره الانحناء عند التحیة وبه ورد النهی.

وفی الشامیة (۶/۳۸۳): وفی المحیط انه یکره الانحناء للسلطان وغیره.

(۳۲) کسی کے سامنے سجدہ کرنا

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک شخص نے جو ہمارے گھر کے قریب رہتا ہے ایک

آنے والے مہمان کو خوش آمدید کہنے کے لئے خوشی سے اس کے سامنے سجدہ کیا، کیا یہ شخص کافر ہو گیا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... بصورت مسئولہ میں اس شخص نے عبادت کے طور پر سجدہ نہیں کیا لہذا کافر نہیں ہوا لیکن ایک حرام کام اور گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا جس پر توبہ واستغفار کرنا چاہیے اور آئندہ کے لئے اس طرح کے فعل سے اجتناب لازم ہے۔

لما في الهندية (۵/۳۶۸): من سجد للسلطان على وجه التحية او قبل الارض بين يديه لا يكفر ولكن يأثم لارتكابه الكبيرة هو المختار

وفي الدر المختار (۶/۳۸۳): وكذا ما يفعلونه من تقبيل الارض بين يدي العلماء والعظماء فحرام والفاعل والراضي به آثمان لانه يشبه عبادة الوثن وهل يكفر ان على وجه العبادة والتعظيم كفر وان على وجه التحية لا وصار آثما مرتكبا للكبيرة.

(۳۳) اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے "تو مجھے اللہ سے زیادہ پیاری ہے"

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو اپنی بیوی سے کہے کہ "تو مجھے اللہ سے زیادہ پیاری ہے" شریعت میں ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... اگر اس شخص کی محبت اور پیار سے مراد شہوت ہو تو کافر نہیں ہوگا اور اگر محبت سے مراد عبادت کی محبت اور فرمانبرداری ہو تو کافر ہوگا۔

لما في الاشباه والنظائر (ص ۱۹۱): ولا يكفر ان قال امرأتي احب الي من الله تعالى ان اراد محبة الشهوة وان اراد محبة الطاعة كفر.

وفي التاتارخانية (۵/۳۶۸): واذا قال لامرأته انت احب الي من الله تعالى فقد كفر.

(۳۴) غیبت کو حلال سمجھنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص غیبت کو حلال سمجھتا ہے۔ کیا اس وجہ سے وہ کافر ہو جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... غیبت کو حلال سمجھنا اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیز کو حلال سمجھنا ہے جو موجب کفر ہے لہذا یہ شخص کافر ہو گیا۔

لما في قوله تعالى (الحجرات: ۱۲): يآايها الذين آمنوا اجتنبوا كثيرا من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا يغتب بعضكم بعضا الاية

وفي الفقه الاكبر (ص ۱۵۳): ان استحلال المعصية صغيرة كانت او كبيرة كفر اذا ثبت كونها

بدلالة قطعية

وفي الشامية (۲۰۹/۴): الغيبة على اربعة اوجه: في وجه هي كفر بان قيل له لاتغتب فيقول ليس هذا غيبة لاني صادق فيه فقد استحل ما حرم بالادلة القطعية.

(۳۵) گناہ کو حلال سمجھ کر کرنا

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کوئی گناہ کرتا ہے اور اسے حلال سمجھ کر کرتا ہے اور وہ گناہ کبیرہ بھی نہیں بلکہ صغیرہ ہے تو کیا یہ شخص کافر ہو جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... اگر کوئی شخص گناہ کو حلال سمجھ کر کرتا ہے اگر چہ وہ گناہ صغیرہ ہو تو یہ شخص کافر ہو جائیگا جبکہ اس گناہ کا گناہ ہونا دلائل قطعیہ سے ثابت ہو۔

لما في الفقه الاكبر (ص ۱۵۲): ان استحلال المعصية صغيرة كانت او كبيرة كفر اذا ثبت كونها بدلالة قطعية.

وفي النبراس (ص ۳۲۵): واستحلال المعصية اي اعتقاد كونها حلالا صغيرة او كبيرة كفر اذا ثبت كونها معصية بدليل قطعي من الكتاب والسنة المتواترة.

(۳۶) کیا معراج کا منکر کافر ہے؟

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص معراج کا انکار کرے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی شخص ایک ہی رات کے اس طرح سیر کرتا پھرے تو اس انکار پر یہ شخص کافر ہو جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً معراج کے دو حصے ہیں اول مکۃ المکرمہ سے بیت المقدس تک اور دوسرا بیت المقدس سے آسمانوں تک۔ اگر کوئی شخص پہلے حصے یعنی مکہ سے بیت المقدس تک کا انکار کرے تو وہ کافر ہے اور اگر بیت المقدس سے آسمانوں کی سیر کا انکار کرے تو کافر نہیں لیکن گمراہ وگناہ گار ہوگا۔

لما في روح المعاني (ج ۱۵/ ۱۳): الاسراء الى بيت المقدس قطعي ثبت بالكتاب فمن انكر فهو كافر والمعراج ليس كذلك فمن انكره ليس بكافر بل مبتدع.

وفي شرح الفقه الاكبر (ص ۲۱۱): وفي كتاب الخلاصة من انكر المعراج ينظر ان انكر الاسراء من مكة الى بيت المقدس فهو كافر. ولو انكر المعراج من بيت المقدس لايكفر.

(۳۷) جان چھڑانے کے لیے کلمہ کفر کہنا

سوال ..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت صرف اپنے شوہر سے جان چھڑانے کے لئے کلمہ کفر کہتی ہے جبکہ اس کے دل میں کفر نہیں ہے کیا اس طرح کلمہ کفر کہنے سے وہ مرتدہ ہو جائے گی؟ اور اس کا نکاح ختم ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً ..... بصورت مسئولہ میں اس طرح کلمہ کفر کہنے سے عورت مرتدہ ہو جائے گی اور اس کا نکاح بھی ٹوٹ جائے گا البتہ اسے قید میں رکھا جائے یہاں تک کہ وہ ایمان لائے اور جب ایمان لے آئے تو دوبارہ پہلے شوہر کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا جائے گا تاکہ عورتوں کے لئے اس طرح نکاح ختم کرنے کے لئے کفر کا دروازہ بند کیا جائے۔

لما في الهندية (۲/۲۸۳): رجل كفر بلسانه طائعا وقلبه مطمئن بالايمان يكون كافرا ولا يكون عند الله مؤمنا كذا في فتاوى قاضيخان.

البحر الرائق (۳/۲۷۴): وصحح في المحيط والخزانة ظاهر الرواية من وقوع الفرقة والجبر على تجديد النكاح من الاول وعدم تزوجها بغيره بعد اسلامها وقال الولوالجي: وعليه الفتوى.

وفي الدر المختار مع رد المحتار (۴/۲۲۴): ومن هزل بلفظ كفر ارتد وان لم يعتقد للاستخفاف.

وفي الشامية: (من هزل الخ) اى تكلم باختياره غير قاصد معناه.

(۳۸) بغیر وضو جان بوجھ کر نماز پڑھنا

سوال ..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی شخص نے بغیر وضو نماز پڑھ لی تو کیا اس سے کافر ہو جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً ..... اگر جان بوجھ کر کسی نے بغیر وضو نماز پڑھ لی تو یہ کافر ہو جائے گا۔

لما في شرح الفقه الاكبر (ص۲۷۱): ومن صلى مع الامام بجماعة بغير طهارة عمدا كفر وفيه ان قيد الجماعة لا يظهر وجهه

وفي الهندية (۲/۲۶۸): ولو صلى بغير وضوء متعمدا يكفر قال الصدر الشهيد رحمه الله وبه نأخذ.

وفي رد المحتار (۳/۲۲۲): ولاعتبار التعظيم المنافي للاستخفاف كفر الحنفية بالفاظ كثيرة وافعال تصدر من المنتهكين له لدلالتها على الاستخفاف بالدين كالصلاة بلا وضوء عمدا.

(۳۹) یوں کہنا: میں نماز نہیں پڑھتا میں تو کافر ہوں

سوال ..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے شوہر نماز پڑھتے جاتے تھے، دو دن سے نماز پڑھتے

وفي الهندية (۲/۲۶۸): وقول الرجل لا اصلي يحتمل اربعة اوجه والرابع لا اصلي اذ ليس يجب علي الصلاة ولم اؤمر بها يكفر ولو اطلق وقال لا اصلي لا يكفر لاحتمال هذه الوجوه.

(۴۱) نماز کو گالی دے کر یوں کہنا کہ نماز ضروری ہے یا بچے کو چپ کرانا

سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت نماز پڑھ رہی تھی کہ اس دوران اس کا بچہ بہت شدت سے رونے لگا جب نماز ختم کی اور بچہ کو اٹھایا تو دیور نے پوچھا پہلے کیا کر رہی تھی؟ اس نے جواب دیا کہ نماز پڑھ رہی تھی تو دیور نے غصہ سے نماز کو فحش گالی دی اور کہا کہ پہلے نماز ضروری ہے یا بچے کو چپ کرانا اور تسلی دینا (اعیاذ باللہ) اب پوچھنا یہ ہے کہ اس شخص کے بارے میں اس طرح کے کلمات کہنے کی بناء پر شریعت کا کیا حکم ہے؟ کیا ان کا نکاح باقی ہے یا ختم ہو گیا؟ مکمل تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً صورت مسئولہ میں مذکورہ شخص ان کلمات کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا اور اس کا نکاح بھی ختم ہو گیا اسے تجدید ایمان اور تجدید نکاح کرنا چاہیے اور آئندہ اس طرح کے بے ہودہ کلمات سے سخت احتراز کرنا چاہیے مبادا کہ اللہ تعالیٰ کا اس شخص پر عذاب نازل ہو جائے اور اسے دوسروں کیلئے عبرت بنا دیا جائے۔

کما في شرح العقائد (ص ۱۹۹ ط المصباح): ومن وصف الله تعالى بما لا يليق به او سخر باسم من اسمائه او بامر من اوامره او انكر وعده او وعيده يكفر.

وفي الهندية (۱/۳۳۹): ارتد احد الزوجين عن الاسلام وقعت الفرقة بغير طلاق في الحال قبل الدخول وبعده.

وفي الدر المختار (۴/۲۲۲): وفي الفتح من هزل بلفظ كفر ارتد وان لم يعتقده للاستخفاف فهو ككفر العناد

وفي الشامية (من هزل بلفظ كفر) اي تكلم به باختياره غير قاصد معناه .. ولا عتبار التعظيم المنافي للاستخفاف كفر الحنفية بالفاظ كثيرة وافعال تصدر من المتهتكين لدلالتها على الاستخفاف بالدين كالصلاة بلا وضوء عمدا بل بالمواظبة على ترك سنة استخفافا

قلت: ويظهر من هذا ان ما كان دليل الاستخفاف يكفر به وان لم يقصد الاستخفاف لانه لو توقف على قصده لما احتاج الى زيادة عدم الاخلال بما مر لان قصد الاستخفاف مناف للتصديق.

وفيها ايضا (۴/۱۹۳): (وارتداد احدهما) اي الزوجين (فسخ) فلا ينقص عددا.

(۴۴) خلیفۂ اول کے زمانہ میں مانعین زکوٰۃ کی تفصیل اور منکرِ زکوٰۃ کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ میں نے سنا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد کچھ لوگوں نے زکوٰۃ کا انکار کر دیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے قتال کا حکم دیا جب کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اس میں کچھ شبہات تھے، کیا خلیفۂ اول ان لوگوں کو مرتد شمار کرتے تھے؟ اگر ایسا ہی تھا تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے شبہات کیسے تھے جب کہ وہ لوگ دین کے ایک اہم رکن کا انکار کر رہے تھے؟ اور اگر انہیں مرتد شمار کیا تھا تو آج کل جو حضرات زکوٰۃ کا انکار کرتے ہیں انہیں مرتد نہیں سمجھا جاتا اس کی کیا وجہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... رسول اللہ ﷺ کے اس دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد جن لوگوں سے خلیفۂ اول نے قتال کا حکم دیا تھا ان کی تین قسمیں تھیں، پہلی قسم ان لوگوں کی تھی جو دینِ اسلام سے بالکل منحرف ہو گئے تھے اور مسیلمہ کذاب (جس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا) کی پیروی کرنے کے ساتھ لوگوں میں اس کا پرچار کرنے لگے تھے۔

دوسری قسم ان لوگوں کی تھی جنہوں نے نماز وروزے ترک کرنے کے ساتھ شریعت کا بھی انکار کر دیا تھا۔

تیسری قسم ان لوگوں کی تھی جو اصل دین پر تو قائم تھے لیکن انہوں نے زکوٰۃ خلیفہ کو دینے سے انکار کر دیا تھا۔ اب پہلی دو قسم کے لوگ تو حقیقۃً مرتد تھے لہٰذا ان سے قتال میں تو کوئی تردد ہی نہیں البتہ تیسری جماعت اگرچہ مرتد تو نہ تھی کیونکہ انہوں نے زکوٰۃ کا انکار نہیں کیا تھا بلکہ صرف خلیفہ کو دینے سے انکار کیا تھا چنانچہ اسی شبہ کی وجہ سے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس بات پر مصر تھے کہ ان سے کیسے قتال ہوگا جبکہ وہ کلمہ گو ہیں لیکن یہ وہ دور تھا کہ رسول اللہ ﷺ ابھی ابھی دنیا سے رخصت ہوئے تھے اگر اس معاملے پر سختی نہ کی جاتی تو خطرہ تھا کہ آگے چل کر لوگ دین میں سے ایک ایک چیز کا انکار کرنے لگیں گے، یہ انتہائی نازک دور تھا ارتداد کے دروازے کو ہمیشہ کے لئے بند کرنا تھا لہٰذا خلیفۂ اول نے انتہائی ایمانی فراست کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان ارتداد وانکار کے فتنوں کا قلع قمع کر دیا، یہ اصل واقعی حقیقت تھی۔

اب صورتِ مسئولہ میں اگر کوئی شخص زکوٰۃ کی رکنیت کا ہی سرے سے انکار کر دے، جبکہ زکوٰۃ کا دین کا رکن ہونا معروف ومشہور ہے تو ایسا شخص اسلام سے خارج ہے، ہاں اگر رکن ہونے کا انکار نہ کرے بلکہ حکومت کی زکوٰۃ وصولی کو نہ مانے یا کوئی اور شبہ ہو تو یہ علیحدہ مسئلہ ہے اس سے اسلام سے خارج نہ ہوگا۔

لما فی القرآن الکریم: وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ الآیۃ (البقرۃ: ۴۳)

وایضاً فی مقام اٰخر: خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ الآیۃ (التوبۃ: ۱۰۳)

وفی الصحیح لمسلم (۱/۳۷): عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال لما توفی رسول اللہ ﷺ واستخلف ابوبکر بعدہ وکفر من کفر من العرب . فقال ابوبکر واللہ لاقاتلن من فرق بین الصلوۃ

والزکوۃ فان الزکوۃ حق المال ... فقال عمر بن الخطاب فواللہ ما ھو الا ان رأیت اللہ قد شرح صدر ابی بکر للقتال فعرفت انہ حق

وفی فتح الباری (۱۲/ ۲۳۳): (لاقاتلن من فرق بین الصلوۃ والزکاۃ) والمراد بالفرق من اقر بالصلوۃ وانکر الزکوۃ جاحداً او مانعاً مع الاعتراف وانما اطلق فی اول القصۃ الکفر لیشمل الصنفین فھو فی حق من جحد حقیقۃ وفی حق الاخرین مجاز تغلیبا

وفی فتح الملھم (۱/ ۵۵۰): ان اھل الردۃ کانوا اصنافاً منھم من ارتد عن الملۃ ودعا الی نبوۃ مسیلمۃ وغیرہ ومنھم من ترک الصلوۃ والزکاۃ وانکر الشرائع کلھا ھؤلاء ھم الذین سماھم الصحابۃ کفارا فاما مانعو الزکاۃ منھم المقیمون علی اصل الدین فانھم اھل بغی ولم یسموا علی الانفراد منھم کفارا وان کانت الردۃ قد اضیفت الیھم لمشارکتھم المرتدین فی منع بعض ما منعوہ من حقوق الدین

وفیہ ایضا (۱/ ۵۵۲): اما الیوم وقد شاع دین الاسلام واستفاض فی المسلمین علم وجوب الزکاۃ حتی عرفھا الخاص والعام واشترک فیہ العالم والجاھل فلا یعذر بتاویل یتاولہ فی انکارھا بل یکفر

وفی التاتار خانیۃ (۵/ ۴۹۰): ولو قیل لرجل اد الزکاۃ فقال لا ادی یکفر کذا قیل وفی الخانیۃ قیل ھذا اذا قال علی وجہ الرد والجحود

وفی الھندیۃ (۲/ ۲۶۹): اذا قیل لرجل اد الزکوۃ فقال لا اؤدی یکفر قیل مطلقاً وقیل فی الاموال الباطنۃ لا یکفر وفی الاموال الظاھرۃ یکفر۔

وفی رد المحتار (۳/ ۲۲۳): والحاصل ان من تکلم بکلمۃ الکفر ھازلاً او لاعباً کفر عند الکل ولا اعتبار باعتقادہ کما صرح بہ فی الخانیۃ ومن تکلم بھا عامداً عالماً کفر عند الکل

وفیھا ایضاً (۳/ ۲۲۲): وکذا مخالفۃ او انکار ما اجمع علیہ بعد العلم بہ لان ذلک دلیل علی ان التصدیق مفقود

(۵۳) یوں کہنا: میری نماز معاف کردی گئی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بزرگ صاحب پائے جاتے ہیں جو اپنے آپ کو بڑے بزرگ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور نماز روزہ وغیرہ کی پابندی نہیں کرتے اور ان کا کہنا ہے کہ میری نماز وغیرہ معاف کردی گئی ہے۔ دینیں گی شریعت طریقت میں فرق ہے کیا ان کی یہ باتیں صحیح ہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً: پہلے یہ سمجھئے کہ بزرگ کسے کہا جاتا ہے کتب عقائد کی معرکۃ الآراء کتاب "شرح العقائد النسفیۃ" ص ۱۴۵ (طبع مصر) میں ولی یا بزرگ کی تعریف ملاحظہ ہو

"والولی ہو العارف باللہ تعالی وصفاتہ حسب ما یمکن المواظب علی الطاعات المجتنب عن المعاصی المعرض عن الانہماک فی اللذات والشہوات"

(یعنی بزرگ وہ شخص کہلاتا ہے جو اپنی استعداد و طاقت کے بقدر اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کو پہچاننے والا ہو، طاعات پر مواظبت کرنے والا ہو اور گناہوں سے بچنے والا ہو، نیز لذات اور شہوات میں زیادہ انہماک سے اعراض کرنے والا ہو) اسی طرح عقائد کی مشہور و معروف کتاب فقہ اکبر (جو امام اعظم ابو حنیفہؒ کی طرف منسوب ہے) کی شرح میں ملا علی قاریؒ صفحہ ۷۵ میں تقریباً یہی تعریف ذکر کرتے ہیں:

"والولی ہو العارف باللہ وصفاتہ بقدر ما یمکن لہ، المواظب علی الطاعات، المجتنب عن السیئات، المعرض عن الانہماک فی اللذات والشہوات والغفلات واللہوات"

ماحصل تعریف چار چیزیں ہیں:

اول: اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی معرفت حاصل ہو۔

دوم: اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر مواظبت اختیار کرنے والا ہو۔

سوم: گناہوں سے اجتناب کرنے والا ہو۔

چہارم: ان تمام لذات و خواہشات سے بھی احتراز کرنے والا ہو جو اللہ تعالیٰ کی یاد سے غفلت کا سبب ہیں۔

ان صفات کا حاصل یہ ہے کہ انسان ہر وقت یہ سمجھے کہ گویا اللہ تعالیٰ اس کے سامنے ہیں، چنانچہ تو نبی کریم ﷺ احسان جو کہ ایک شرعی اصطلاح اور ولایت اور بزرگی کا اعلیٰ درجہ ہے کی تعریف اپنے فرمان عالی میں یہی فرماتے ہیں

"ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک" (مشکوۃ المصابیح ص ۱۱)

اس دنیا میں سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی معرفت آپ ﷺ کو حاصل تھی، اسی معرفت اور اللہ تعالیٰ سے قرب کا اثر تھا کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی ادنیٰ سی نافرمانی برداشت کرنے کیلئے تیار نہ تھے، اس طرح کے واقعات آپ کی حیات مبارکہ میں کثرت سے ملیں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی قطعاً برداشت نہ کی، چنانچہ ایک موقع پر جب ایک صحابی نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دے دیں تو چونکہ شریعت مطہرہ نے ایک ساتھ تین طلاقیں دینے سے منع فرمایا ہے تو آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس کا رنگ متغیر ہو گیا اور آپ غصے کی وجہ سے کھڑے ہو گئے اور فرمایا:

"أیلعب بکتاب اللہ عز وجل وانا بین اظہرکم" (مشکوۃ المصابیح، ص ۲۸۴)

(کلام باری اور احکام الٰہی سے کھیلا جا رہا ہے حالانکہ ابھی تو میں بقید حیات اور تمہارے درمیان موجود ہوں)

آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کی تکمیل اور مذاق سے تعبیر فرمایا۔ آپ کی اسی ناراضگی کو دیکھ کر فاروق اعظم کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا میں ایسے شخص کی گردن نہ اڑادوں۔ یہ صرف مثال کے طور پر تھا ورنہ آپ کو بیسیوں ایسی مثالیں ملیں گی۔ آپ کے بعد یہ معرفت آپ کے واسطے سے صحابہ کو حاصل ہوئی، چنانچہ صحابہ کی زندگی بھر کا معمول دیکھ لیجئے کہیں آپ کو معمولی نافرمانی کی بو بھی محسوس نہیں ہوگی اور اگر اللہ تعالیٰ کی معرفت کے آثار دیکھنے ہوں تو صحابہ کی زندگی پر ایک نظر ڈال لیجئے آپ کو خود اندازہ ہو جائے گا کہ معرفت کے بعد انسان کی حالت کیسی ہوتی ہے ان میں کتنے حضرات ایسے ملیں گے جو اذان کی آواز سنتے تو ان کا رنگ اللہ کے خوف سے متغیر ہو جاتا جب ان سے پوچھا جاتا تو فرماتے کہ احکم الحاکمین کے دربار میں حاضری کا وقت آگیا اسی خوف سے یہ حالت ہے، ان کی نماز کو دیکھ لیجئے، ان کے زہد کو دیکھ لیجئے، ان کے راتوں کو اپنے مالک کے سامنے کھڑے ہو کر رونے کو دیکھ لیجئے، یہ اپنے دعوے میں سچے لوگ تھے کیونکہ ان کی سچائی کی گواہی خود اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔ نہ صرف سچائی کی گواہی دی ہے بلکہ انہیں سچائی کا معیار بنا دیا اور فرمایا:

"والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضي الله عنهم ورضوا عنه"

(التوبۃ: ۱۰۰)

اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے۔

اسی طرح دوسری جگہ پر فرمایا:

"اولئک الذین امتحن اللہ قلوبہم للتقویٰ" الآیۃ (الحجرات: ۳)

یعنی یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کیلئے خالص کر دیا ہے۔

اب ان کے بعد ان لوگوں کو جو ولایت کے مدعی ہیں اس معیار پر پرکھ لیجئے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کو تو معیار بنایا ہے دین کے نام پر اپنی تجوریاں بھرنے والوں کو معیار نہیں بنایا اگر ان میں یہ صفات آپ کو مل جائیں تو بہت اچھی بات ہے لیکن اگر یہ صفات ان میں نہ ملیں بلکہ صرف دنیا جمع کرنے کی حرص نے اپنے لبادے میں رکھا ہوا ہے تو جان لیجئے کہ آپ کو دھوکہ دینے کی کوشش کی جارہی ہے اور وہ بھی دین کے نام پر، اگر ان لوگوں کو دھوکہ سے ہی کام چلانا تھا تو دنیا کے اعتبار سے دھوکہ دہی کرتے اگرچہ وہ بھی برا تھا لیکن دین کے نام پر دھوکہ اس سے کہیں بڑھ کر برا ہے۔

کیا آپ کو یہ خیال نہیں آیا کہ اگر اس نماز اور دوسری عبادات کی مشقت سے معاف کرنے کی مستحق کوئی ہستی ہو سکتی تھی تو رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی اس کی زیادہ مستحق تھی لیکن کیا آپ کی حیات مبارکہ سے کوئی ایک واقعہ ایسا ثابت کر سکتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے میری مشقت کو دیکھتے ہوئے میری نماز وغیرہ معاف کر دی، یا مثلاً آپ نے کبھی ایسا کیا ہو جس کیلئے قرآن یا احادیث صحیحہ سے نہ سہی بلکہ ضعیف احادیث سے ہی ثابت کر دیجئے بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ حدیث کی کتابوں کو چھوڑیں کسی تاریخی حوالے سے ہی کوئی واقعہ ایسا نقل کر دیجئے، اگر رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ سے ثابت نہیں کر سکتے تو صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زندگی کا ہی کوئی واقعہ ایسا

یعنی اللہ کی قسم میں ہر اس شخص سے قتال کروں گا جس نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق کیا۔

کہ ایک کی تو ادائیگی کی اور دوسرے کی ادائیگی نہ کی۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا آخری وقت ہے مجوسی کے خنجر کے وار سے اکثر اوقات بے ہوش رہنے لگے موت کی علامات ظاہر ہو گئی ہیں ایسے میں بھی جب نماز کا وقت ہوتا ہے تو آپ کو ہوش میں لایا جاتا ہے اسی حالت میں آپ نماز کی ادائیگی فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "ہاں ہاں اس شخص کا اس دین کے ساتھ کوئی تعلق نہیں جو نماز کی ادائیگی نہیں کرتا"۔ یہ وہ افراد ہیں جو اس امت کے سب سے بڑے بزرگ ہیں موجودہ بزرگوں کی بزرگی میں شک ہو سکتا ہے لیکن ان کی بزرگی میں رتی برابر شک نہیں کیونکہ ان کی بزرگی کی گواہی قرآن نے دی ہے۔ اسی طرح کی مثالیں اگر بیان کرنی شروع کی جائیں تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ مقصود صرف نمونہ دکھانا ہے کہ یہ حضرات جن کی ولایت میں کوئی شبہ ہی نہیں عام حالات میں تو درکنار انتہائی مشکل حالات میں ان حضرات نے دعویٰ نہیں کیا ہمارے لئے شریعت کے احکام ختم کر دیئے گئے ہم نے تو بڑی قربانیاں دی ہیں ہاں ایک بات جو ان حضرات میں قدر مشترک ملے گی کہ جب ان پر کوئی مشکل وقت آیا ان کے رجوع الی اللہ میں اضافہ ہو گیا یہی ان کے اللہ تعالیٰ کے مقرب ہونے کی بڑی نشانی تھی جو ان کو رسول اللہ ﷺ سے ملی تھی چنانچہ حضرت حذیفہ رسول اللہ ﷺ کا معمول بیان فرماتے ہیں کہ

"کان النبی ﷺ اذا حزبہ امر صلّی"　　　(مشکوٰۃ المصابیح، صفحہ ۱۱۷)

(یعنی جب رسول اللہ ﷺ کو کسی معاملے میں پریشانی لاحق ہوتی آپ نماز کی طرف متوجہ ہو جاتے)

اب آخر میں مختصراً ایک نظر ان روایات اور وعیدات پر ڈال لیجئے جو ارکان کے ترک پر وارد ہیں اور اگر کوئی شخص ان ارکان کا منکر ہو تو اس کا حال اس سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ سب سے پہلے نماز سے ابتداء کرتے ہیں

عن ابی سفیان قال سمعت جابرا یقول سمعت النبی ﷺ یقول ان بین الرجل

وبین الشرک والکفر ترک الصلوۃ　　(الصحیح لمسلم، ۱/۶۱)

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرما رہے تھے کہ "نماز اسلام اور شرک و کفر کے درمیان فرق کرنے والی ہے گویا جو شخص نماز کی ادائیگی کرنے والا ہے وہ مسلمان ہے اور جو ادائیگی نہیں کرتا اس کا دین سے کوئی تعلق نہیں۔

دوسرے نمبر پر روزے کو لیجئے

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ من افطر یوما من رمضان من غیر رخصۃ

ولا مرض لم یقض عنہ صوم الدھر کلہ وان صامہ۔　(مشکوٰۃ المصابیح، صفحہ ۱۷۷)

آپ نے فرمایا جو شخص رمضان المبارک کا ایک روزہ جان بوجھ کر بلاوجہ قضاء کرتا ہے پھر وہ اس کے بدلے زندگی بھر روزے رکھ لے تب بھی یہ اس ایک قضاء کردہ روزہ کی کفایت نہیں کر سکتے۔

زکوٰۃ کی ادائیگی نہ کرنے والوں کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللّٰہ فبشرھم بعذاب الیم ○ یوم یحمی علیھا فی نار جھنم فتکوی بھا جباھھم وجنوبھم وظھورھم ھذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون ○ (التوبۃ: ۳۴،۳۵)

اور جو لوگ سونا چاندی جمع کرکے رکھتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے سو آپ ان کو ایک بڑی دردناک سزا کی خبر سنا دیجئے۔ جو کہ اس روز واقع ہوگی کہ ان کو دوزخ کی آگ میں تپایا جاوے گا پھر ان سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور ان کی کروٹوں اور ان کی پشتوں کو داغ دیا جاوے گا (اور یہ کہا جائے گا) یہ وہ ہے جس کو تم نے اپنے واسطے جمع کر رکھا تھا سو اب اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو۔

اسی طرح باوجود استطاعت کے حج کی ادائیگی نہ کرنے والوں کے بارے میں آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے

عن علی قال قال رسول اللّٰہ ﷺ من ملک زادا وراحلۃ تبلغہ الی بیت اللّٰہ ولم یحج فلا علیہ ان یموت یھودیا او نصرانیا۔ (جامع الترمذی، ۱/۱۶۷)

(یعنی تم میں جو شخص حج کے زادِ راہ اور سواری کی استطاعت رکھتا ہو کہ وہ اسے بیت اللہ تک پہنچا دے اس کے باوجود حج نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا عیسائی ہو کر)

اب ان سب روایات وغیرہ کے ذکر کرنے کے بعد ایسے کھوکھلے دعوے کی حقیقت بالکل آشکارا ہو جاتی ہے اور اس کی اس سے بھی زیادہ صراحت اہل سنت والجماعت کا وہ اتفاقی مسئلہ ہے جو عقائد کی تمام کتابوں میں موجود ہے اور اہل سنت والجماعت کے کسی عالم نے اس پر کسی بھی اعتبار سے کلام نہیں کیا اور وہ یہ کہ

”ان العبد ما دام عاقلا بالغا لا یصل الی مقام یسقط عنہ الامر والنھی لقولہ تعالیٰ ”واعبد ربک حتی یاتیک الیقین“ (شرح فقہ اکبر، ص ۱۲۲، شرح العقائد النسفیۃ ص ۱۹۶)

(جب تک کوئی بندہ عاقل بالغ ہے وہ ایسے مقام تک نہیں پہنچ سکتا کہ اس سے اللہ تعالیٰ کے احکامات ومنہیات ساقط ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی وجہ سے کہ ”اپنے رب کی عبادت مرتے دم تک کیجئے“)

اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ اس سے عبادات ساقط کر دی گئیں ہیں تو یا تو وہ پاگل ہے یا پھر دین کے نام پر لوگوں کو گمراہ کرنا چاہتا ہے اور دنیا سے اسلام کی روح کو ختم کرنا چاہتا ہے۔ ایسا شخص اس دشمن سے کہیں زیادہ خطرناک ہے جو مسلمانوں کو جنگ میں لڑنے کی دعوت دے رہا ہو یا مسلمانوں کو ختم کرنے کی سازش کر رہا ہو کیونکہ اس کی سازش اگر کامیاب بھی ہوگئی تو جو مسلمان قتل کئے جائیں گے کم سے کم انہیں یہ تو معلوم ہوگا کہ اسلام کی حقیقت کیا ہے لیکن اگر اس دعوے کو بازی گر نے عملی جامہ پہنایا جس نے بزرگی کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے تو یہ مسلمانوں کو گھر بیٹھے ختم کر دے گا اور انہیں احساس بھی نہیں ہوگا کہ ان کے ساتھ کیا ہوا۔ چنانچہ فقہاء نے ضروریات دین (جس میں ارکان بطریق اولیٰ داخل ہیں) میں سے کسی ایک چیز کے منکر کو کافر قرار دیا ہے اور اگر کوئی شخص سب ہی کا منکر ہو تو اس کے اسلام سے خارج ہونے میں کیا تردد ہو سکتا ہے۔

باقی رہا یہ کہنا کہ شریعت وطریقت میں فرق ہے جیسا کہ اور بھی ایسے بہت سے حضرات کہتے ہیں اور حقیقت یہ کہنا خود بہت بڑی جہالت کی علامت ہے کیونکہ یہ بات وہی کہہ سکتا ہے جسے طریقت کی ہوا بھی نہ لگی ہو ورنہ شریعت وطریقت کیسے علیحدہ علیحدہ ہو سکتی ہے جبکہ دونوں کی ابتداء وانتہا ایک ہی ہے، چنانچہ سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی اپنے جیسے حضرات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اذا رأیتم الرجل قد اعطی من الکرامات حتی یرتفع فی الهواء فلا تغتروا

به حتی تنظروا کیف تجدونه عند الامر والنهی وحفظ الحدود والوقوف عند الشریعة.

(البدایة والنهایة، ۱۱/۳۸)

(ترجمہ) اگر تم کسی شخص کو دیکھو کہ اتنی دی گئی کرامتوں کا مظاہرہ کر کے ہوا میں اڑ رہا ہے تب بھی اس کے دھوکے میں نہ آؤ جب تک یہ نہ دیکھ لو کہ احکام شریعت اور حفظ حدود کے معاملے میں اس کا کیا حال ہے؟

اسی طرح علامہ ابن عابدین شامیؒ جن کی کتاب "رد المحتار" کو ہمارے علاقے میں فتویٰ کی بنیادی کتاب کی حیثیت حاصل ہے اپنی اسی کتاب میں (۱/۹۰) میں شریعت وطریقت کے تلازم کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

الطریقة سلوک طریق الشریعة، والشریعة: اعمال شرعیة محدودة وهما والحقیقة ثلاثة متلازمة

والمراد من الثلاثة اقامة العبودیة علی وجه المراد من العبد.

(ترجمہ) طریقت شریعت کی راہ پر چلنے کو کہتے ہیں اور شریعت، شریعت کے متعین اعمال کو کہتے ہیں اور یہ دونوں اور حقیقت پھر ان تینوں کا مجموعہ لازم وملزوم ہیں۔ اور تینوں سے مراد یہ ہے کہ بندے سے جس طرح بندگی مطلوب ہے اسی طرح بندگی کا کام کرنا۔

لہٰذا آپ کے ہاں آنے والے صاحب بزرگ کے بجائے شیطان کہلانے کے زیادہ مستحق ہیں اگر عبادات کے منکر ہیں تو ان کے اسلام سے خارج ہونے میں کوئی تردد نہیں آپ ان کی صحبت سے دور رہیں یہ بچاؤ ہے کہ انہوں نے آپ کے ایمان پر ڈاکہ نہیں ڈالا ورنہ اس طرح شیطان صفت لوگ دوسروں کا ایمان بھی خراب کرتے ہیں۔ اور آئندہ کیلئے ہر اس شخص کو بزرگ نہ سمجھیں جو سنتوں کا تارک ہو چہ جائیکہ فرائض کے تارک کو بزرگ سمجھنا شروع کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی وناصر ہو۔

لما فی قوله تعالی: فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ o وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ o

(الحجر ۹۸، ۹۹)

وایضاً: وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا o (طٰه: ۱۳۲)

وایضاً: اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا o (النساء: ۱۰۳)

وایضاً: وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا o (مریم: ۳۱)

وایضاً: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ o

(البقرة: ۱۸۳)

وفی الصحیح للبخاری (۱/۶): عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ بنی الاسلام علی خمس شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ و اقام الصلوۃ وایتاء الزکوۃ والحج وصوم رمضان۔

وفیہ ایضاً (۱/۸): عن ابن عمر ان رسول اللہ ﷺ قال امرت ان اقاتل الناس حتی یشہدوا ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ ویقیموا الصلوۃ ویؤتوا الزکوۃ فاذا فعلوا ذلک عصموا منی دمائہم واموالہم الا بحق الاسلام وحسابہم علی اللہ۔

وفی الہندیۃ (۱/۵۰): الصلوۃ فریضۃ محکمۃ لا یسع ترکہا ویکفر جاحدہا کذا فی الخلاصۃ ولا یقتل تارک الصلوۃ عامدا غیر منکر وجوبہا بل یحبس حتی یحدث توبۃ۔

وفی الدر المختار (۱/۳۵۲): (ویکفر جاحدہا) لثبوتہا بدلیل قطعی (وتارکہا عمدا مجانۃ) ای تکاسلا فاسق (یحبس حتی یصلی) لانہ یحبس لحق العبد فحق الحق احق وقیل یضرب حتی یسیل منہ الدم وعند الشافعی یقتل بصلاۃ واحدۃ حدا وقیل کفرا۔

(۴۴) جو شخص شیخین کو کافر لکھے

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص لوگوں کے سامنے کہے کہ میں شیخین یعنی ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو مانتا ہوں اور ان کی عزت کرتا ہوں مگر اپنی کتاب میں لکھے کہ وہ کافر ہیں (العیاذ باللہ) تو ایسے شخص کا از روئے شریعت کیا حکم ہے؟ ایسے شخص کی اتباع کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......جو شخص شیخین کو کافر لکھے (العیاذ باللہ) تو اس سے وہ خود کافر ہو جاتا ہے کیونکہ ان حضرات کا ایمان نصوص قطعیہ سے ثابت ہے ایسے شخص کے قول کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس کی اتباع کی جائے گی۔

لما فی الفقہ الاکبر (ص ۲۰۰): فقد اجمعوا علی من انکر صحبۃ ابی بکر الصدیق کفر بخلاف صحبۃ غیرہ لورود النص فی حقہ حیث قال اللہ تعالی الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ یقول لصاحبہ۔

وفی خلاصۃ الفتاوی (۴/۳۸۱): الرافضی ان کان یسب الشیخین ویلعنہما فہو کافر۔

وفی رد المحتار (۴/۲۳۶): اوالکافر بسب الشیخین او بسب احدہما فی البحر عن الجوہرۃ معزیا للشہید من سب الشیخین اوطعن فیہما کفر۔

(۴۵) یوں کہنا کہ ”میں حلال وحرام نہیں جانتا“

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کسی کام میں مصروف تھا دوسرے نے منع کیا کہ یہ

کا علم نہیں ہے بلکہ حرام ہے تو اس شخص نے کہا کہ میں حلال و حرام نہیں جانتا تو کیا یہ شخص ان الفاظ سے کافر ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً .. بصورت مسئولہ میں اگر یہ الفاظ اس نیت سے کہتا ہے کہ وہ حلال و حرام کو ایک جانتا ہے یعنی دونوں کے استعمال میں کوئی فرق نہیں سمجھتا تو کافر ہو جائے گا۔

لما في شرح الفقه الاكبر (ص ٢٤١): ومن قال لا اعرف الحلال والحرام كفر يعني اذا اراد به عدم الفرق في الاستعمال او اعتقاد الاستحلال بخلاف الاعتراف بانه من الجهال.

وفي رد المحتار (٤/٢٢٣): في البحر والاصل ان من اعتقد الحرام حلالا فان كان حراما لغيره كمال الغير لايكفر وان كان لعينه وان كان دليله قطعيا كفر والا فلا وقيل التفصيل في العالم اما الجاهل فلا يفرق بين الحلال والحرام لعينه ولغيره وانما الفرق في حقه ان ما كان قطعيا كفر به والا فلا

(۴۶) غیر قبلہ کی طرف اور بغیر وضوء نماز پڑھنے والے کا حکم

سوال .. کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی شخص نے غیر قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لی تو اس کا کیا حکم ہے جبکہ اس نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہو؟ نیز اگر بغیر وضو نماز پڑھ لی تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً .. اگر کسی شخص نے غیر جہت قبلہ کی طرف جان بوجھ کر نماز پڑھ لی تو یہ شخص سخت گناہ گار ہوگا البتہ اس عمل کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوگا۔ اور اگر بغیر وضو کے نماز پڑھی تو کافر ہو جائے گا کیونکہ بغیر وضو کے نماز پڑھنا استخفاف کی علامت ہے۔

لما في البحر الرائق (١/٢٨٦): ومن صلى الى غير جهة الكعبة متعمدا لايكفر هو الصحيح لان ترك جهة الكعبة جائز في الجملة بخلاف الصلاة بغير طهارة لعدم الجواز بغير طهارة بحال.

(هكذا في الطحطاوي على المراقي : ص ١٩٨)

وفي رد المحتار (٤/٢٢٢): ولاعتبار التعظيم المنافي للاستخفاف كفر الحنفية بالفاظ كثيرة وافعال تصدر من المنهتكين لدلالتها على الاستخفاف بالدين كالصلاة بلا وضوء عمدا ... قلت ويظهر من هذا ان ما كان دليل الاستخفاف يكفر به.

(۴۷) کیا محمد بن عبد الوہاب النجدی خوارج میں سے تھا؟

سوال .. کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ محمد بن عبد الوہاب النجدی مسلمانوں کے خون اور اموال و عرض کے پامال کرنے کو جائز سمجھتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ موجودہ دور میں تمام لوگ مشرک ہیں اور وہ سلف کو برا بھلا بھی کہتا ہے آپ

حضرات کی ایسے شخص کے بارے میں کیا رائے ہے، کیا وہ خوارج میں سے تو نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً: محمد بن عبدالوہاب نجدی نے شریعت کی حدود سے تجاوز کیا ہے اور سلف اور صلحاء کے راستے کو چھوڑ دیا ہے اور شریعت مطہرہ میں انتہائی تعصب سے کام لیا ہے، البتہ سوال میں جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ان کا شمار خوارج میں ہوتا ہے یا نہیں؟ تو اس بارے میں مشائخ کی کتابوں میں اس بات کی صراحت نہیں کی گئی لہٰذا ان کو خوارج میں شمار کرنا مناسب نہیں۔

لما في المهند على المفند (ص ۲۸): قد كان محمد بن عبدالوهاب النجدي يستحل دماء المسلمين ... الجواب الحكم عندنا فيهم ما قال في الدر المختار ... الى ان قال: كما وقع في زماننا في اتباع عبدالوهاب الذين خرجوا من نجد وتغلبوا على الحرمين وكانوا ينتحلون مذهب الحنابلة لكنهم اعتقدوا انهم هم المسلمون وان من خالف اعتقادهم مشركون واستباحوا بذلك قتل اهل السنة وقتل علماءهم حتى كسر شوكتهم ثم اقول ليس هو ولا احد من اتباعه وشيعته من مشائخنا في سلسلة من سلاسل العلم من الفقه والحديث والتفسير والتصوف.

(۴۸) شراب پیتے وقت بسم اللہ پڑھنا

سوال... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کسی حرام چیز کے استعمال کے وقت بسم اللہ پڑھتا ہے۔ شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ..... اگر یہ شخص شراب پیتے وقت بسم اللہ پڑھتا ہے تو اس سے کافر ہو جائے گا۔

لما في خلاصة الفتاوى (۴/۳۸۹): رجل يشرب الخمر وقال بسم الله او قال عند الزنا يكفر

وفي البزازية على هامش الهندية (۶/۳۴۹): شرب الخمر وقال بسم الله او قال كذلك عند الزنا كفر

وفي الهندية (۲/۲۷۳): من اكل طعاما حراما وقال عند الاكل بسم الله حكي الامام المعروف بمشتملى انه يكفر.

(۴۹) نقلی داڑھی کی خرید وفروخت اور لگانے والے کا حکم

سوال... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ سفید نقلی داڑھی بنا کر بیچتے ہیں۔ اس کو مختلف موقع پر لگایا جاتا ہے۔ کیا اس سے سنت کی تحقیر نہیں ہوتی؟ جو شخص خوش طبعی اور مذاق کے طور پر لگاتا ہے تا کہ لوگوں کو ہنسائے تو اس لگانے والے شخص کا اور جو اس پر ہنستے ہیں شریعت کا ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً: نقلی داڑھی مانگ کر چہرہ پر اس طرح لوگوں کو ہنسانے کے لئے اس کو لگانے سے شعائر اسلام کی توہین لازم آتی ہے اور شعائر اسلام کی توہین کفر ہے لہٰذا اس سے اجتناب لازم ہے۔

لما في البحر الرائق (۵/۱۳۱): ويكفر ... باستخفافه بسنة من السنن.

وفي رد المحتار (۳/۲۲۲): كفر الحنفية بالفاظ كثيرة، وافعال تصدر من المنتهكين لدلالتها على الاستخفاف بالدين كالصلاة بلا وضوء عمداً ... قلت ويظهر من هذا ان ما كان دليل الاستخفاف يكفر به.

(۵۰) کفریہ الفاظ ادا کرنے والے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب کسی انسان سے کفریہ الفاظ صادر ہو جائیں تو کیا وہ اس سے کافر ہو جائے گا؟ اگر کافر ہو جائے تو اس کے احکامات کیا ہوں گے؟ اور قیامت کے دن اس کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً: جب کوئی شخص کفریہ الفاظ زبان سے کہہ دے تو وہ ان الفاظ سے دائرہ اسلام سے خارج ہو جائیگا، ایسے شخص کا نکاح ختم ہو جاتا ہے اور اس کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ اگر کسی شبہ کی وجہ سے ارتداد اختیار کرے تو اس شبہ کو زائل کیا جائے گا اس کے بعد تین دن کی مہلت دی جائے گی اگر دوبارہ اسلام قبول کرلے تو ٹھیک ورنہ قتل کردیا جائے گا۔ اور اگر بغیر توبہ کے یہ شخص مر گیا تو اس کا حشر کفار کے ساتھ ہوگا (اعاذنا اللہ)۔

لما في التفسير الكبير (۶/۵۹۵): ومن يكفر بالايمان فقد حبط عمله وهو في الآخرة من الخاسرين اي ومن ينكر شرائع الاسلام وتكاليفه ويجحد اصول الايمان وفروعه فقد ابطل ثواب عمله وخاب في الدنيا والآخرة، اما في الدنيا فباعتبار ضياع اعماله وعدم الافادة منها وفي الآخرة بالخسارة والهلاك في نار جهنم.

وفي شرح الفقه الاكبر (ص۱۹۵): اعلم ان المرتد يعرض عليه الاسلام على سبيل الندب دون الوجوب لان الدعوة بلغته ... وتكشف عنه شبهته فان طلب ان يمهل حبس ثلاثة ايام ... فان تاب فيها والا قتل وفي النوادر عن ابي حنيفة وابي يوسف يستحب ان يمهل ثلاثة ايام طلب ذلك او لم يطلب.

وفي الدر المختار (۳/۲۵۰): واعلم ان كل مسلم ارتد فانه يقتل ان لم يتب.

(۵۱) یوں کہنا کہ "کاش شراب حرام نہ ہوتی، روزہ فرض نہ ہوتا"

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے ایک دوست کل آئے اور کہنے لگے کہ کاش اللہ تعالیٰ شراب کو حرام نہ کرتے تاکہ میں خوب پیتا، اور تمہیں معلوم ہوگا کہ اس میں کتنا مزہ ہے (نعوذ باللہ) تو ان کلمات سے کہیں وہ کافر تو نہیں ہوگئے، نیز اگر کوئی شخص یوں کہے کہ اگر رمضان روزہ فرض نہ ہوتا تو کیا ہی اچھا ہوتا کیا یہ جملہ بھی کفر کی طرف مفضی ہے یا نہیں؟ دونوں مسئلوں کا مفصل ومدلل انداز میں جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:۔ ایسے احکامات جن کا حکم تمام ادیان میں حرمت کا ہو تو ان کی حلت کی تمنا کرنے والا کافر ہو جاتا ہے جیسے زنا، ناحق قتل، اور ایسے احکامات جو کہ سابقہ ادیان میں موجود نہ تھے، یعنی سابقہ ادیان میں ان کا حکم حلت کا تھا اور اب اس دین میں ان کا حکم حرمت کا ہے تو ان کی حلت کی تمنا کرنے والا کافر نہیں ہوگا، جیسے شراب کی حرمت، رمضان کا روزہ۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں آپ کے دوست کا شراب کی حلت کی تمنا کرنے اور دوسرے شخص کا نماز، رمضان کے روزے کے فرض نہ ہونے کی تمنا کرنے سے وہ کافر نہیں ہوئے، البتہ ایسے کلمات سے اجتناب کرنا ضروری ہے، کیونکہ اگر ان کلمات کو بطور حقارت یا استہزاء وطعن سمجھتے ہوئے استعمال کیا جائے تو کہنے والا کافر ہو جاتا ہے۔

فی شرح الفقه الاکبر (ص ۲۵۱): ولو تمنى ان لا يكون الخمر حراما او لا يكون صوم رمضان فرضا لما يشق عليه لا يكفر، بخلاف ما اذا تمنى ان لا يحرم الزنا وقتل النفس بغير حق فانه يكفر، لأن حرمة هذه ثابتة في جميع الأديان موافقة للحكمة، ومن أراد الخروج عن الحكمة فقد أراد أن يحكم الله ما ليس بحكمة وهذا جهل منه بربه سبحانه. وتوضيحه ما قال بعضهم من ان الضابطة هي ان التحريم الذي كان حلالا في شريعة فتمني حله ليس كفرا، والذي لم يكن حلالا في شريعة فتمني حله كفر، لأن حرمته الأبدية إنما هي التي اقتضتها الحكمة الأزلية مع قطع النظر عن احوال الأشخاص الأولية والأخروية.

وفي الروض الأزهر (ص ۲۰۵، ۳۰۵): ومن تمنى ان لا يحرم الخمر ولا يفرض عليهم صوم رمضان لا يكفر، ولعل الفرق ان الأول من المجمع على حرمته في جميع الكتب، وعند سائر الرسل بخلاف الأخيرين، فإنه كان شرب الخمر حلالا وصوم رمضان لم يكن فرضا على غير هذه الأمة. لكن لم يظهر لي نتيجة هذا الفرق، فإنه لا فرق بين الحكم الإلهي أولا بالعموم وآخرا بالخصوص.

(۵۲) یوں کہنا کہ "اللہ تعالیٰ کا بچہ بھی آجائے تو اس سے کام لیں گے"

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی شخص کے ایک افسر نے کہا کہ "اگر اللہ تعالیٰ بھی

کے کام کو خراب کرے تو اس کو بھی پھانسی دے دیں گے اور اگر اللہ تعالیٰ کا بیٹا بھی آئے تو اس سے بھی کام لیں گے (نعوذ باللہ) کیا یہ افسر ان کلمات سے کافر ہو گیا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً صورت مسئولہ میں مذکورہ افسر ان الفاظ کی ادائیگی سے مرتد ہو گیا ہے اسے چاہیے کہ تجدید ایمان کرے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ و استغفار کرے اور اگر شادی شدہ ہے تو تجدید نکاح بھی کرے۔

لما في التاتارخانية (۵/۲۰۴): اذا وصف الله بما لا يليق به او سخر باسم من اسماء الله تعالى او بامر من اوامره او انكر وعده او وعيده يكفر.

وفي الهندية (۲/۲۵۸): يكفر اذا وصف الله تعالى بما لا يليق به او جعل له شريكاً او ولداً او زوجة او نسبه الى الجهل او العجز او النقص.

(۵۳) آپ ﷺ کو حاضر و ناظر، عالم الغیب اور مختار کل سمجھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کا عقیدہ ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر و ناظر، عالم الغیب اور مختار کل ہیں کیا ایسے شخص کو قربانی میں شریک کر سکتے ہیں؟ اگر شریک کر دیا تو دیگر شرکاء کی قربانی درست ہوئی یا نہیں۔ قرآن و سنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ..... صورت مسئولہ میں چونکہ مذکورہ شخص ان عقائد کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا ہے لہٰذا ایسے شخص کو قربانی میں شریک کرنا صحیح نہیں ہے اور اگر شریک کر لیا تو باقی شرکاء کی قربانی درست نہ ہوگی۔

لما في الدر المنثور (۶/۵۳۲): واخرج ابن مردويه عن سلمة بن الاكوع قال كان رسول الله في قبة حمراء اذ جاء رجل على فرس فقال: من انت؟ قال: انا رسول الله، قال: متى الساعة؟ قال: غيب وما يعلم الغيب الا الله، قال: ما في بطن فرسي؟ قال: غيب وما يعلم الغيب الا الله، قال فمتى تمطر؟ قال: غيب وما يعلم الغيب الا الله.

وفي مختصر تفسير ابن كثير (۱/۵۷۰): وان يمسسك الله بضر فلا كاشف له الا هو وان يمسسك بخير فهو على كل شيء قدير يقول تعالى مخبراً انه مالك الضر والنفع وانه المتصرف في خلقه بما يشاء لا معقب لحكمه ولا راد لقضائه.

وفي الصحيح للبخاري (۲/۱۰۹۸): عن عائشة رضي الله عنها قالت من حدثك ان محمداً ... ومن حدثك انه يعلم الغيب فقد كذب.

وفي شرح الفقه الاكبر (ص ۵۰): ان الانبياء عليهم الصلوة والسلام لم يعلموا المغيبات من

الاشياء الا ما اعلمهم الله تعالى احيانا وذكر الحنفية تصريحا بالتكفير باعتقاده ان النبي يعلم الغيب لمعارضة قوله تعالى قل لا يعلم من في السموت والارض الغيب الا الله.

وفي الهندية (۵/۳۰۴): ولو كان احد الشركاء ذميا كتابيا او غير كتابي وهو يريد اللحم او يريد القربة في دينه لم يجز عندنا لان الكافر لا يتحقق منه القربة فصحقه بالعدم والمسلم لو اراد اللحم لا يجوز عندنا.

(۵۴) غلطی سے کلمات کفر کہہ دینا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے بھول کر کہا کہ میں کافر ہوں نہ مسلمان بلکہ ایک عام آدمی ہوں۔ اس نے فوراً بعد کہا کہ افسوس میں نے کیا کہہ دیا۔ اب ایسے شخص کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟ کافر ہو گیا یا نہیں؟ اسی طرح اسے تجدید نکاح کی ضرورت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً..... ایسے الفاظ کہنے والا اگرچہ دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا لیکن اس پر توبہ واستغفار لازم ہے اور احتیاطاً تجدید نکاح بھی کرے۔

لما في الهندية (۲/۲۷۶): الخاطئ اذا اجرى على لسانه كلمة الكفر خطأ بان كان يريد ان يتكلم بما ليس بكفر فجرى على لسانه كلمة الكفر خطأ لم يكن ذلك كفرا عند الكل

وفي ردالمحتار (۴/۲۲۴): وما كان خطأ من الالفاظ ولا يوجب الكفر فقائله يقر على حاله ولا يؤمر بتجديد النكاح ولكن يؤمر بالاستغفار والرجوع عن ذلك وقوله احتياطا اي يأمره المفتي بالتجديد ليكون وطؤه حلالا باتفاق

(۵۵) یوں کہنا: میں فلاں کام کروں تو میں کافر ہو جاؤں پھر اس کام کو سر انجام دینا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے قسم کھائی کہ میں فلاں کام کروں تو میں کافر ہوں، اب بعد میں وہی کام کر لیا تو کیا اس سے وہ کافر ہو گیا؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً: اس طرح کے کلمات کہنے کے وقت اگر واقعی عقیدہ یہ ہو کہ میں اس کام سے کافر ہو جاؤں تو ایسا شخص اس کام کو کرنے سے کافر ہو جائے گا لیکن اگر یہ عقیدہ نہ ہو بلکہ کسی اور وجہ سے کہے جیسے غصے کی وجہ سے کہہ دیا تو ایسا شخص ان کلمات کے کہنے کے بعد اس کام کو کرنے سے دائرہ اسلام سے خارج تو نہ ہوگا البتہ اس پر توبہ کے ساتھ ساتھ قسم کا کفارہ لازم ہوگا۔ یعنی یہ قسم بھی ہو جائے گی۔

لما في قوله تعالى: لا يؤاخذكم الله باللغو في ايمانكم ولكن يؤاخذكم بما عقدتم الايمان

(المائدة ۸۹)

وفي المصنف لعبد الرزاق (۸/۴۸۰): عن ابن عباس في الرجل يقول هو يهودي او نصراني او مجوسي او بريء من الاسلام او عليه لعنة الله او عليه نذر قال يمين مغلظة.

عن ابن طاؤس عن ابيه قال من قال انا كافر او انا يهودي او نصراني او مجوسي او اخزاني الله او نحو ذلك فهي يمين يكفرها.

وفي الهداية (۲/۴۸۱): وان قال ان فعلت كذا فهو يهودي او نصراني او كافر يكون يمينا لانه لما جعل الشرط علما على الكفر فقد اعتقده واجب الامتناع ... والصحيح انه لا يكفر فيهما ان كان يعلم انه يمين وان كان عنده انه يكفر بالحلف يكفر فيهما لانه رضي بالكفر حيث اقدم على الفعل

وفي المحيط البرهاني (۶/۰۰): جئنا الى اصل المسئلة وهو قوله يهودي او نصراني ان فعل كذا اذا كان يمينا وفعل ذلك الفعل حتى حنث ولزمه الكفارة هل يصير كافرا؟ اختلف المشائخ فيه قال شمس الائمة السرخسي المختار للفتوى ان كان عنده انه يكفر متى اتى بهذا الشرط ومع هذا اتى به يصير كافرا لرضائه بالكفر وكفارته ان يقول لا اله الا الله وان كان عنده انه اذا اتى بالشرط لا يكون كافرا لا يكفر لان هذه الالفاظ صارت كناية عن اليمين بالله وكانه قال والله ان فعلت كذا ولو قال والله ان فعلت كذا وفعل لا يصير كافرا كذا هنا

وفي التاتارخانية (۳/۴۴۴): جئنا الى اصل المسئلة وهو قوله هو يهودي او نصراني ان فعل كذا اذا كان يمينا وفعل ذلك الفعل حتى حنث ولزمته الكفارة هل يصير كافرا؟ اختلف المشائخ فيه قال شمس الائمة السرخسي والمختار للفتوى انه ان كان عنده انه يكفر متى اتى بهذا الشرط ومع هذا اتى به يصير كافرا لرضائه بالكفر وكفارته ان يقول اشهد ان لا اله الا الله محمد رسول الله وان كان عنده انه اذا اتى بالشرط لا يصير كافرا لا يكفر.

هكذا في الهندية (۲/۵۴)

وفي الدر المختار (۳/۷۱۸): (و) القسم ايضا بقوله (ان فعل كذا فهو) يهودي او نصراني او فاشهدوا علي بالنصرانية او شريك للكفار او (كافر) فيكفر بحنثه ... (و) الاصح ان الحالف (لم يكفر) سواء (علقه بماض او آت) ان كان عنده في اعتقاده انه (يمين) (وان كان) جاهلا و(عنده انه يكفر في الحلف) بالغموس وبمباشرة الشرط في المستقبل (يكفر فيهما) لرضاه بالكفر.

(۵۶) حرام کی ابتداء وانتہاء پر بسم اللہ والحمد للہ کہنا / ترک صلوٰۃ وقرأۃ پر قسم

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص زنا کرتا ہے یا شراب پیتا ہے یا کوئی بھی برا کام کرتا ہے تو اس کی ابتداء میں بسم اللہ اور آخر میں الحمد للہ پڑھتا ہے، اس کا یہ فعل شرعاً کیسا ہے؟

نیز اگر کوئی شخص یہ قسم کھائے کہ میں قرآن کی تلاوت نہیں کروں گا یا نماز نہیں پڑھوں گا تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:...... اگر کوئی شخص شراب پینے کی ابتداء میں یا زنا کے وقت بسم اللہ پڑھے تو دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے گا، اسی طرح آخر میں الحمد للہ کہنے سے بھی کافر ہوجائے گا، ہاں اگر آخر میں الحمد للہ بطور شکر کے کہتا ہے کہ باوجود فعل حرام کے ارتکاب کے اللہ تعالیٰ نے اسے رسوا نہیں کیا یا باوجود شراب کے حرام ہونے کے شراب اس کے حلق میں رکی نہیں بلکہ حلق سے نیچے اتر گئی تو بعض حضرات کے نزدیک کافر نہیں ہوگا۔

اگر کوئی شخص قسم کھائے کہ قرآن کی تلاوت نہیں کرے گا یا نماز نہیں پڑھے گا تو اس سے کافر نہیں ہوگا البتہ اگر اس کی نماز نہ پڑھنے کی قسم نماز کے انکار پر مبنی ہو تو کافر ہوجائے گا۔

لما فی التاتارخانیۃ (۵/۴۹۹): من اکل طعاما حراما وقال عند الاکل بسم اللہ حکی الامام المعروف بالمستملی عن مشائخہ انہ یکفر لاستخفافہ اسم اللہ ولو قال عند الفراغ عن الاکل الحمد للہ فقد قال بعض المشائخ انہ لا یکفر لانہ شکر اللہ تعالیٰ بر آنکہ رسوانہ کردش ولقمہ بحلق وی اندر نماند واتفاق است　　　بوقت مباشرت زنا یا بوقت قمار کعبتین بگیرد وبگوید بسم اللہ کافر گردد بسبب استخفاف بہ نام خدای عز وجل

وفی الهندیۃ (۲/۲۷۳): من اکل طعاما حراما وقال عند الاکل بسم اللہ حکی الامام المعروف بمستملی انہ یکفر ولو قال عند الفراغ الحمد للہ قال بعض المتاخرین لا یکفر والفاق است اگر قدح همچنیں بوقت مباشرت زنا یا بوقت قمار کعبتین بگیرد وبگوید بسم اللہ کافر شود

وفی الاشباہ (ص ۱۱۹): ولا یکفر بقولہ لا اصلی الا جحودا۔

وفی الهندیۃ (۲/۲۶۸): وقول الرجل لا اصلی یحتمل اربعۃ اوجہ .　　　والرابع لا اصلی اذ لیس یجب علی الصلاۃ ولم اؤمر بها یکفر　　　واللہ اعلم بالصواب

(۵۷) کیا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر وناظر ہیں؟

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسلمانوں کا ایک طبقہ رسول اللہ ﷺ کو حاضر وناظر

لکھتا ہے اور ان کی دلیل انا ارسلنک شاھدا (الاحزاب:۴۵) ہے۔ جس میں شاہد کا ترجمہ حاضر و ناظر سے کرتے ہیں۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً..... صورت مسئولہ میں شاہد کا معنی حاضر وناظر کرنا اور دلیل میں یہ بیان کرنا کہ گواہ وہ ہوتا ہے جو دیکھ کر گواہی دے لہٰذا اس کے معنی حاضر وناظر کے ہوئے قطعاً صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اگر اس کے معنی حاضر وناظر کے لیے جائیں تو یہ معنی قرآن وسنت کی دوسری نصوص کے معارض ہے۔ کیونکہ خود باری تعالیٰ نے:

۱۔　حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان فرمایا تو سورۂ قصص آیت نمبر ۴۴ میں ہے ''اور آپ مغربی جانب نہیں تھے جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی''۔ اور آیت کے آخر میں فرمایا ''وما کنت من الشاھدین''۔ پہلے آپ کے وہاں حاضر ہونے کی نفی کی کہ آپ وہاں نہیں تھے پھر صراحۃً شاہد یعنی بقول ان کے جو حاضر وناظر سے شاہد کا ترجمہ کرتے ہیں یہاں حاضر وناظر کی نفی کر دی۔

۲۔　سورۂ یوسف میں حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ بیان فرمایا آخر میں آیت نمبر ۱۰۲ میں فرمایا ''یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں اور آپ ان کے پاس نہیں تھے جب وہ اپنی بات طے کر رہے تھے''۔ یہاں پہلے آپ کے وہاں حاضر وناظر ہونے کی نفی اشارۃً کی کیونکہ فرمایا یہ غیب کی خبر ہے اور غیب اس چیز کو کہا جاتا ہے جو ابھی تک دیکھی نہ ہو۔ اگر آپ حاضر وناظر ہوتے تو پھر ''غیب'' کہاں باقی رہا۔ اس کے بعد صراحۃً نفی کی کہ وما کنت لدیھم (آپ ان کے پاس نہ تھے) یعنی حاضر وناظر نہ تھے۔

۳۔　سورۂ ہود آیت نمبر ۱۷ ''جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے بینہ پر ہو اور اس کے ساتھ شاہد ہو''۔ یہاں شاہد سے مفسرین نے قرآن، بعض نے اعجاز قرآن اور بعض نے انجیل مراد لی ہے۔ اب اگر شاہد کے معنی حاضر وناظر کئے جائیں تو پھر قرآن، انجیل یا اعجاز قرآن کے حاضر وناظر ہونے کے کیا معنی ہوں گے۔

اسی طرح آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات مبارکہ میں کتنے ہی ایسے واقعات پیش آئے جن سے آپ کے ہر جگہ حاضر وناظر ہونے کی نفی ہوتی ہے

۱۔　صلح حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو صلح کے لئے کفار مکہ کے پاس بھیجا تو اس وقت کفار نے مشہور کر دیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔ اس پر آپ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا بدلہ لینے کے لئے صحابہ سے جہاد کے لئے بیعت لی اور آپ جہاد کیلئے تیار ہو گئے حالانکہ بعد میں پتہ چلا کہ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کی خبر جھوٹی تھی۔ اگر آپ حاضر وناظر ہوتے تو بتا دیتے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید نہیں ہوئے یہ جھوٹی خبر ہے۔

۲۔　منافقین کی طرف سے معرکۃ الآراء بہتان جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر لگایا گیا اس میں آپ کافی دنوں تک سخت پریشان رہے۔ کبھی تو صحابہ سے مشورہ کیا جا رہا ہے، کبھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ان کی خادمہ سے سوالات کئے جا رہے ہیں۔ یہاں تک کہ حضرت عائشہ اسی غم میں اپنے والد کے یہاں تشریف لے گئیں۔ جب تک وحی نازل نہیں ہوئی یہ پریشانی بدستور رہی۔ اگر آپ حاضر وناظر ہوتے تو پہلے سے بتا دیتے کہ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بہتان ہے۔

۴۔ غزوہ خیبر کے موقع پر آپ کو کھانے میں زہر دیا گیا اور آپ کو پتہ نہ چلا بعد میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب قلعا نے پر جب ظاہر ہوا تو آپ کو پتہ چلا۔ اگر آپ حاضر و ناظر ہوتے تو آپ کو پہلے سے پتہ ہوتا۔

ان کے علاوہ بہت سے ایسے واقعات ہیں جن سے آپ کے حاضر و ناظر ہونے کی نفی ہوتی ہے۔

اور سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا یہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿واللہ علی کل شیء شہید، واللہ بصیر بما تعملون. واللہ علی کل شیء محیط﴾ اور ہمارا عقیدہ ہے کہ لیس کمثلہ شیء (یعنی ذات اور صفات کسی بھی اعتبار سے خالق اور مخلوق کے درمیان مماثلت نہیں ہو سکتی) لہٰذا رب تعالیٰ کی صفت کسی مخلوق میں نہیں ہو سکتی۔

نیز قرآن کریم کی تشریح و تفسیر نقل کی محتاج ہے۔ ہم اپنی طرف سے کوئی تفسیر یا معنی بیان نہیں کر سکتے جب تک کہ اسلاف اور مقتدا امت میں سے کسی نے یہ معنی یا تفسیر مراد نہ لی ہو ورنہ نبی کریم ﷺ کی اس روایت کی وعید کے مصداق بنیں گے کہ آپ فرماتے ہیں من قال فی القرآن برایہ فاصاب فقد اخطا (یعنی اگر کسی نے قرآن کی تفسیر اپنی رائے اور خیال سے کی اور رائے ہونے کے باوجود حقیقت کے مطابق ہوگئی اور مراد وہی تھی تو پھر بھی غلطی کی ہے)۔ اور اسلاف امت میں سے کسی نے اس کے معنی حاضر و ناظر کے نہیں کئے من ادعی فلیات بحجة.

اب رہی یہ بات کہ اگر شاہد سے مراد حاضر و ناظر نہیں تو پھر کیا مراد ہے تو اس کی تشریح میں مختلف اقوال ہیں:

اول: آپ کو اس امت اور سابقہ امتوں کے انبیاء کی تبلیغ پر گواہ بنایا گیا اور اس گواہی کی بنیاد آپ کا حاضر و ناظر ہونا نہیں بلکہ قرآن کریم کا یہ بیان ہے "سابقہ امتوں کے انبیاء نے اپنی امتوں تک اللہ کا پیغام پہنچا دیا"۔

دوم: اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر گواہ بنا کر بھیجا۔

سوم: شاہ عبدالقادر اور امام راغب اصفہانی نے شاہد کا معنی معلم سے کیا یعنی اے نبی ہم نے آپ کو معلم بنا کر بھیجا۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ نبی علیہ السلام اپنے روضہ اطہر سے ساری کائنات کا مشاہدہ کر رہے ہیں تو یہ بات بھی روایات کے خلاف ہے۔ کیونکہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے زمین میں گھومتے ہیں اور مجھے میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں"۔ اسی طرح حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص میرے روضہ کے پاس درود پڑھتا ہے میں اس کو خود سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھتا ہے وہ میرے پاس پہنچایا جاتا ہے"۔ اگر آپ ساری کائنات کا خود مشاہدہ فرماتے ہیں تو پھر جہاں بھی کوئی امتی درود پڑھتا آپ کو معلوم ہو جاتا، حالانکہ جو امتی روضہ اطہر سے دور آپ پر درود پڑھتے ہیں فرشتوں کے ذریعے آپ تک پہنچایا جاتا ہے۔

حاصل یہ ہے کہ شاہد کے معنی حاضر و ناظر کے کرنا نصوص کے خلاف اور بالکل باطل ہے جس سے احتراز ضروری ہے۔

تعالی روح المعانی (۲۲/۴۵) یا ایھا النبی انا ارسلناک شاھدا. علی من بعثت الیھم تراقب احوالھم وتشاھد اعمالھم وتتحمل عنھم الشھادة بما صدر عنھم من التصدیق والتکذیب وسائر

ما علم عنده من الهدى والضلال ثم ... يتحمل الشهادة على من عاصرها واطلع على عمله من ظاهر وانما يحملها على من بعده باعيانهم فان كان مرادا ايضا ففيه خفاء لان ظاهر الاخبار انه عليه السلام لا يعرف العصاة من بعده باعيانهم وروى ابو بكر وانس وحذيفة وسمرة وابو الدرداء عنه ليردن على ناس من اصحابي الحوض حتى رأيتهم وعرفتهم اختلجوا دوني فاقول يارب اصحابي اصحابي فيقال لي انك لا تدري ما احدثوا بعدك نعم قد يقال انه عليه الصلوة والسلام يعلم بطاعات ومعاص تقع بعده من امته لكن لا يعلم اعيان الطائعين والعاصين ... وما زعم ان التحمل على من بعده الى يوم القيمة لما انها حي بروحه وجسده يسير حيث شاء في اقطار الارض والملكوت مبني على ما علمت حاله ... وقيل المراد شاهدا بان لا اله الا الله.

وفي احكام القرآن للقرطبي (۱۳ : ۲۰۰) قوله تعالى شاهدا قال سعيد عن قتادة شاهدا على امته بالتبليغ اليهم وعلى سائر الامم بتبليغ انبيائهم ونحو ذلك.

وفيه ايضا (۱۶ : ۲۷۴) تحت آية "لقد رضي الله عن المؤمنين الآية" : وكان رسول الله قبل الصلح قد بعث عثمان بن عفان الى مكة رسولا فجاء خبر الى رسول الله ان اهل مكة قتلوه فدعا رسول الله حينئذ الى المبايعة له على الحرب والقتال لاهل مكة فروى انه بايعهم على الموت

وفيها ايضا (۱۲ : ۱۹۷) تحت "آية ان الذين جاءو بالافك عصبة منكم لا تحسبوه شرا لكم بل هو خير لكم لكل امرئ منهم ما اكتسب من الاثم والذى تولى كبره منهم له عذاب اليم" : سبب نزولها ما رواه الائمة من حديث الافك الطويل في قصة عائشة رضوان الله عليها وهو خبر صحيح مشهور اغنى اشتهاره عن ذكره

وفي الصحيح للبخاري (۲ : ۱۰۰۰) حدثنا عبد الله بن يوسف ... عن ابي هريرة لما فتحت خيبر اهديت لرسول الله شاة فيها سم.

وفي المشكوٰة (ص۸۶) عن ابن مسعود ص قال قال رسول الله ان لله ملائكة سياحين في الارض يبلغوني من امتي السلام.

وفيها ايضا (ص۸۷) عن ابي هريرة ص قال قال رسول الله من صلى عند قبري سمعته ومن صلى نائيا ابلغته.

(۵۸) غلام علی، غلام مصطفیٰ اور غلام رسول نام رکھنا

سوال ... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ غلام علی، غلام رسول اور غلام مصطفیٰ نام رکھنا کیسا ہے؟

شریعت کی رو سے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً۔۔۔ مذکورہ نام رکھنے میں شرعی اعتبار سے کوئی قباحت نہیں بلکہ جائز ہیں البتہ فرق باطلہ میں سے کسی کے ساتھ تشبہ پایا جائے تو ایسی صورت میں احتراز اولیٰ ہے۔

لما في الصحيح لمسلم (۲/۲۳۶): عن ابي هريرة ان رسول الله ﷺ قال لا يقولن احدكم عبدي وامتي كلكم عبيد الله وكل نسائكم اماء الله ولكن ليقل غلامي وجاريتي وفتاي وفتاتي.

وفي المفصل لاحكام المرأة والبيت المسلم (۹/۲۸۳): ويراعى في تسمية المولود اختيار الاسم الحسن والاسم المستحب شرعا او المباح التسمية به . وترك الاسماء القبيحة او المنهي عنها او التي تكره التسمية بها روى ابو داؤد في سننه عن ابي الدرداء قال قال رسول الله ﷺ انكم تدعون يوم القيامة باسمائكم واسماء آبائكم فاحسنوا اسماءكم ... ودلالة الحديث واضحة في اختيار الاسم الحسن للمولود ولانه لاكلفة في هذا الاختيار على الوالد ولان من حق المولود على والده ان يختار له اسما حسنا.

(۵۹) کسی مسلمان کو کافر یا فاسق کہنا

سوال۔۔۔ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کو کافر یا فاسق کہے تو کہنے والے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً۔۔۔ صورت مسئولہ میں ایسا شخص قابل تعزیر ہے اور کسی مسلمان کی تحقیر وتوہین کبیرہ گناہ ہے لہذا ایسے کلام سے احتراز لازم ہے۔

لما في الصحيح لمسلم (۱/۵۷): عن عبدالله بن دينار انه سمع ابن عمر يقول قال رسول الله ايما امرئ قال لاخيه كافر فقد باء بها احدهما ان كان كما قال والا رجعت عليه.

وفي شرح النووي تحت هذا الحديث في تاويل الحديث اوجه انه محمول على المستحل لذلك ... الثاني معناه رجعت عليه نقيصته لاخيه ومعصية تكفيره ... الرابع ان ذلك يؤول به الى الكفر

وفيها ايضا (۱/۵۸): عن عبدالله بن مسعود قال قال رسول الله ﷺ سباب المسلم فسوق وقتاله كفر

وقال النووي تحته: السب في اللغة الشتم والتكلم في عرض الانسان بما يعيبه ... معنى الحديث فسب المسلم بغير حق حرام باجماع الامة وفاعله فاسق

وفی الدر المختار (۴/ ۳۹۹): وعزر الشاتم بیا کافر ... بالفاجر بامخنث یاخائن.

(۶۰) اللھم صل علی محمد نحن عباد محمد لکھنا یا کہنا

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ "اللھم صل علی محمد نحن عباد محمد" پمفلٹ پر لکھ کر شائع کرنا کیسا ہے؟ کیا نحن عباد محمد میں عباد کے معنی "اطاعت گزار اور فرماں بردار ہیں" کرنا صحیح ہے؟ نیز کسی کا نام عبد محمد بمعنی غلام محمد ہو تو درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً..... اللھم صل علی محمد نحن عباد محمد پمفلٹ پر لکھ کر شائع کرنا درست نہیں اگرچہ نحن عباد محمد میں عباد کے معنی اطاعت گزار و فرماں بردار کے لئے جائیں کیونکہ کم سے کم اس میں ایہام شرک ضرور ہے اور جس طرح شرک ممنوع ہے ایہام شرک بھی ممنوع ہے۔

نیز اسی طرح ایہام شرک کی بناء پر عبد محمد نام رکھنا درست نہیں اگرچہ وہ غلام محمد کے معنی میں ہو۔

کما فی المرقات (۹/ ۱۰۹): وروی الحاکم فی الکنی والطبرانی عن ابی الزھیر الثقفی مرفوعا اذا سمیتم فعبدوا ای انسبوا عبودیتھم الی اسماء اللہ فیشمل عبدالرحیم وعبدالملک وغیرھما ولایجوز عبدالحارث ولاعبدالنبی ولاعبرۃ بماشاع فیما بین الناس.

وفی شرح الفقہ الاکبر (ص ۱۹۳): واما ما اشتھر من التسمیۃ بعبدالنبی فظاھرہ کفر الا ان اراد بالعبد المملوک.

وفی حجۃ اللہ البالغۃ (۱/ ۲۳۰): وقد ثبت فی احادیث لاتحصی ان النبی ﷺ غیر اسماء اصحابہ عبدالعزی وعبدالشمس ونحوھما الی عبداللہ وعبدالرحمن وما اشبھھما فھذہ اشباح وقوالب للشرک نھی الشارع عنھا لکونھا قوالب لہ.

(۶۱) داڑھی کی توہین کرنا یا مذاق اڑانا

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت ایک شخص سے جس نے داڑھی رکھی ہوئی تھی کہنے لگی آپ داڑھی کی وجہ سے برے لگتے ہیں اور داڑھی کی وجہ سے آپ کو کوئی رشتہ بھی نہیں مل رہا ہے لہٰذا اسے کاٹ دو یا چھوٹا کر دو۔ ایسی عورت کے بارے میں کیا حکم ہے؟ جبکہ وہ کہتی ہے کہ میں نے یہ بات مذاقاً کی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً..... شعائر اسلام اور نبی کریم ﷺ کی سنتوں کا مذاق اڑانا یا ان کی توہین کرنا کفر ہے لہٰذا ایسے کلمات سے یہ عورت دائرہ اسلام سے خارج ہوگئی اور اگر شادی شدہ ہے تو نکاح بھی ختم ہوگیا لہٰذا اسے چاہئے کہ تجدید اسلام اور نکاح کرے۔ آئندہ کے لئے ایسے

کلام سے اجتناب کرے۔

لما في البحر الرائق (۵/۱۲۱): ويكفر باستخفافه بسنة من السنن.

وفي الهندية (۲/۲۶۳): من لم يقر ببعض الانبياء او لم يرض بسنة من سنن المرسلين فقد كفر.

وفي رد المحتار (۳/۲۲۲): ولاعتبار التعظيم المنافي للاستخفاف كفر الحنفية بالفاظ كثيرة وافعال تصدر من المنتهكين لدلالتها على الاستخفاف بالدين قلت .ويظهر من هذا ان ما كان دليل الاستخفاف يكفر به.

(۶۲) یوں کہنا کہ "انا مؤمن انشاء اللہ"

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص یوں کہے کہ میں مومن ہوں انشاء اللہ تو ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... بصورت مسئولہ میں اگر اس شخص کو اپنے بارے میں شک وتردد ہے اس بناء پر یوں کہتا ہے تو کافر ہو جائے گا۔ لیکن اگر شخص تبرک کے لئے ایسا کہے یا مستقبل کے اعتبار سے کہے یعنی اس خیال سے بھی کہ ابھی تو میں مومن ہوں لیکن مستقبل کے بارے میں معلوم نہیں کہ مجھے ایمان پر دوام وثبات نصیب ہوگا یا نہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

لما في الهندية (۲/۲۵۷): من شك في ايمانه وقال انا مومن ان شاء الله فهو كافر الا اذا اول فقال لا ادري اخرج من الدنيا مومنا فحينئذ لا يكفر

وفي رد المحتار (۳/۴۲): لاتجوز مناكحة من يقول انا مومن ان شاء الله لانه كافر قال في البحر انه محمول على من يقوله شكا في ايمانه والشافعية لا يقولون بذلك وحقق ذلك في الفتح بان الشافعية يريدون به ايمان الموافاة كما صرحوا به وهو الذي يقضي عليه العبد وهو اخبار عن نفسه بفعل في المستقبل او استصحابه اليه.

(۶۳) یوں کہنا کہ میں جزاء وسزا سے آزاد ہوں

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ "میں جزاء وسزا سے آزاد ہوں، میں نے عبادت کر کے کیا کرنا ہے"۔ ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً بصورت مسئولہ میں ان کلمات سے یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوگا لیکن یہ کلمات اندیشہ کفر سے خالی بھی نہیں ہیں۔ چنانچہ بعض حضرات نے ایسے کلمات کہنے والے پر کفر کا حکم لگایا ہے لہٰذا ایسے شخص کو چاہئے کہ احتیاطاً تجدید ایمان ونکاح

کرے اور آئندہ ایسے بیہودہ کلام سے اجتناب کرے۔

لما في الروض الازهر شرح فقه الاكبر (ص۵۲۳): ومن قال انا برئ من الثواب والعقاب او من الموت والثواب فقد قيل انه يكفر لانه عين انكاره الامر المقطوع به من ثبوت الثواب والعقاب ووقوع الموت بلا ارتياب والصحيح انه لا يكفر لان البراءة عنها كناية عن عدم الالتفات اليها.

وفي المحيط البرهاني (۷،۵۳۳): رجل قال :انا برئ من الثواب والعقاب او قال بالفارسية: من بيزارم از مرد وثواب فقد قيل انه يكفر. (وهكذا في التاتارخانية :۵/۵۳۳ وفي الهندية:۲/۲۸۱)

(۴۴) ''انبیاء کرام کی قبور میں ازواج مطہرات کو پیش کیا جاتا ہے'' اس طرح کا عقیدہ رکھنا کیسا ہے؟

سوال... کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ کیا انبیاء کی قبور میں ازواج مطہرات کو پیش کیا جاتا ہے؟ نیز اس قسم کا عقیدہ رکھنے والے شخص کا کیا حکم ہے؟ براہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلياً... یہ بات (کہ انبیاء کی قبور میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں) من گھڑت اور بے بنیاد ہے اس کی قرآن وسنت اور عقائد اہل سنت والجماعت میں کوئی اصل نہیں۔ نیز یہ عقیدہ رکھنے والا شخص بھی اہل سنت والجماعت میں داخل نہیں۔ (كما صرح به في الرسالة الازدية المسماة بمطالعة بريلويت ص۲۲)۔

لما في القرآن الكريم (البقرة: ۱۵۴): ولا تقولوا لمن يقتل في سبيل الله اموات بل احياء ولكن لا تشعرون

وفي تكملة فتح الملهم (۵/۲۱): واما الشهداء فعلاقة ارواحهم باجسادهم اقوى بالنسبة لسائر البشر حتى ان الارض لا تأكل اجسادهم فاطلق القرآن عليهم اسم الاحياء ولو كان المراد حياتهم البرزخية او الروحية فقط　واما الفرق بينهم وبين سائر الموتى ان لارواحهم تعلقا قويا بالاجساد فحياتهم جسمانية بهذا المعنى.　واما الانبياء عليهم السلام فعلاقة ارواحهم باجسادهم الشريفة اقوى العلاقات التي تتصور في انسان بعد طريان الموت عليه... (ص۲۰)

فيزعم بعض الناس انها عين الحياة الدنيوية التي عاشوا بها قبل وفاتهم سواء بسواء والحق انه لا يقول احد باثبات الحياة للانبياء بعد وفاتهم بهذا المعنى وانما المقصود حياتهم بمعنى ان لارواحهم تعلقا قويا باجسادهم الشريفة المدفونة في القبور وبهذا التعلق القوى حدثت لاجسادهم الخصائص

كثيرة من خصائص الأحياء مثل سماع السلام ورده واشتغالهم بالعبادة وما إلى ذلك من خصائص المخصوصة (ص ۳۰) وإن هذه العلاقة القوية قد أثرت على بعض الأحكام الدنيوية أيضا فلا تقسم أموالهم بين ورثتهم ولا يجوز لأحد أن ينكح أزواجهم بعد وفاتهم (ص ۳۰) ولا يقول أحد من أهل الحق بسلب جميع الخصائص التي تثبت لهم في حياتهم السابقة على وفاتهم.

ويقول العلامة السبكي رحمه الله في شفاء الأسقام (ص ۱۹۱) ولا يلزم من كونها (أي الحياة) حقيقية أن تكون الأبدان معها كما كانت في الدنيا من الاحتياج إلى الطعام والشراب، والامتناع عن النفوذ في الحجاب الكثيف وغير ذلك من صفات الأجسام التي نشاهدها بل قد يكون لها حكم آخر (ص ۳۲) ثم الخوض في كنه أحوال البرزخ والسعي في إدراك حقيقة تعلق الروح بالجسد أو المشاحة في الاصطلاحات في تسمية هذه العلاقة بالحياة الجسمانية أو بالحياة البرزخية فليس من منهاج أهل الحق ولا من طريق أهل العلم (ص ۳۰) وبالجملة فإن هذه الأحاديث مع حديث الباب تدل على كون الأنبياء أحياء بعد وفاتهم وهو من عقائد جمهور أهل السنة والجماعة

وفي المرقاة (۱۱/۲۳۳) إن الأنبياء لا يموتون كسائر الأحياء بل ينتقلون من دار الفناء إلى دار البقاء وقد وردت الأحاديث بأن الأنبياء أحياء في قبورهم فإنهم أفضل من الشهداء وهم أحياء عند ربهم.

(۲۵) آپ علیہ الصلوۃ والسلام کی پسندیدہ چیز کو استہزاءً ناپسندیدہ کہنا

سوال:... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس چیز کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے فلاں چیز پسند ہے اگر اس پر کوئی شخص یوں کہے کہ جو چیز آپ کو پسند ہے وہ مجھے پسند نہیں اور یہ بات استہزاء کرتے ہوئے کہتا ہے اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:... اگر کوئی شخص استہزاء کرتے ہوئے مذکورہ بالا الفاظ کہے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

لما في البحر الرائق (۵/۲۰۲): ويكفر بقوله أنا لا أحبه حين قيل له إن النبي ﷺ كان يحب القرع وقيل إن كان على وجه الإهانة.

وفي الهندية (۲/۲۶۵): ولو قال رجل مع غيره كان رسول الله ﷺ يحب كذا بأن قال مثلا كان يحب القرع فقال ذلك الغير أنا لا أحبه فهذا كفر وهكذا روي عن أبي يوسف رحمه الله تعالى أيضا وبعض المتأخرين قالوا إذا قال ذلك على وجه الإهانة كان كفرا وبدونه لا يكون كفرا

(۶۶) یوں کہنا کہ گانا سننے سے سکون ملتا ہے

سوال... کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کہتا ہے کہ چلو یار گانے سنتے ہیں تاکہ دل کو سکون ہو جائے۔ اسی طرح گانے سن کر مزے لیتا ہے یعنی خوش ہوتا رہتا ہے ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً... صورت مسئولہ میں ایسا شخص حرام کے ارتکاب کی وجہ سے سخت گنہگار ہے جس سے اجتناب لازم ہے۔

لما فی خلاصة الفتاوی (۳۴۲/۴): استماع صوت الملاهی کالضرب بالقصب وغیره حرام لانه من الملاهی وقال علیه الصلوة والسلام استماع الملاهی معصیة والجلوس علیها فسوق والتلذذ بها من الکفر هذا علی وجه التهدید.

وفی الدر المختار (۳۴۹/۶): استماع صوت الملاهی کضرب قصب ونحوه حرام لقوله علیه السلام استماع الملاهی معصیة والجلوس علیها فسق والتلذذ بها کفر ای بالنعمة ... فالواجب کل الواجب ان یجتنب کی لا یسمع.

(۶۷) موسیقی کے ساتھ نعت پڑھنا کیسا ہے؟

سوال... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل چند نعتیں بہت زیادہ رائج ہیں جس میں نعت کے ساتھ موسیقی بھی شامل ہوتی ہے کیا اس طرح گانوں کی طرز پر موسیقی کے ساتھ نعت پڑھنا جائز ہے؟ احادیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً... شریعت مطہرہ نے موسیقی سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ اس کی ممانعت کس قدر سختی سے کی گئی اس کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی ہو سکتا ہے، ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں طبل کی آواز آنا شروع ہوئی آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے کانوں میں انگلیاں ڈال لیں تاکہ یہ آواز غیر اختیاری طور پر بھی آپ کے کانوں میں نہ پڑے، پھر آپ وہاں سے ہٹ گئے اور تین دفعہ ایسا ہی کیا پھر فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی طرح کیا تھا۔ کیا یہ واقعہ اس بات پر دلالت کرنے کیلئے کافی نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور ان کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو موسیقی سے کس قدر نفرت تھی۔

اس کے علاوہ ایک روایت میں فرمایا کہ جب میری امت چند چیزوں میں مبتلا ہو جائے گی تو ان میں عذاب کا نزول شروع ہو جائے گا ان چیزوں میں سے ایک چیز آپ نے یہ بھی ذکر فرمائی کہ جب ان میں گانے والیاں اور آلات موسیقی عام ہو جائیں گے۔

اب اس کے بعد ہر صاحب بصیرت شخص یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ جس چیز سے آپ کو اس قدر نفرت تھی کہ آپ اس کی آواز سننا پسند نہیں فرماتے تھے تو آپ کی مدح ہی کے ساتھ آپ کا ذکر مبارک کیا جائے اور اسے ثواب بھی گردانا جائے تو اس سے بڑھ کر اور حماقت کیا ہوگی۔ یہی وجہ ہے

(۶۸) کسی ہندو کو کافر کہنا

سوال ... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں تین چار ہندو رہتے ہیں اور وہ [illegible] گاؤں والوں سے برابر کے تعلقات رکھتے ہیں۔ ان ہندوؤں کو کافر کہنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ..... بصورت مسئولہ میں اگر یہ ہندو کافر کہنے کو برا اور ہتک آمیز محسوس کرتے ہوں تو ان کو کافر کہہ کر مخاطب کرنا جائز نہیں ہے۔

لما في الهندية (۵/۳۴۸): لو قال ليهودي او مجوسي يا كافر يأثم ان شق عليه.

(وهكذا في الدر المختار (۴/۷۹))

(۶۹) یوں کہنا کہ میں انشاء اللہ نہیں جانتا

سوال ... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک شخص اپنے ماتحت سے کہتا ہے کہ یہ کام کر دینا وہ کہتا ہے ok (او کے) انشاء اللہ یعنی ٹھیک ہے جناب انشاء اللہ۔ اس پر موصوف غصے میں آ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں انشاء اللہ نہیں جانتا بس یہ کام کل تک ہونا چاہئے۔ ایسے جملے ادا کرنے والے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ... بصورت مسئولہ میں مذکورہ شخص یہ جملہ ادا کرنے سے دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا لہٰذا ایسے شخص کو تجدید ایمان اور شادی شدہ ہونے کی صورت میں تجدید نکاح کرنا چاہئے۔

كما في التاتارخانية (۵/۴۹۶): ولو قال لغيره ان شاء الله كه فلاں كار بكنى فقال بى ان شاء الله بكنم يكفر. وهكذا في الهندية (۲/۲۹۱)

(۷۰) یوں کہنا: میں اللہ اور قرآن کو نہیں مانتا

سوال ... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ دو آدمی کسی کے کام کرنے اور نہ کرنے کے بارے میں آپس میں بحث ومباحثہ کر رہے تھے کہ ایک نے اللہ اور قرآن مجید کی قسم کھائی جبکہ دوسرا شخص کہنے لگا کہ میں اللہ اور قرآن کو نہیں مانتا (العیاذ باللہ) تو کیا ان الفاظ سے اس کے ایمان پر کوئی اثر پڑا یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں راہنمائی فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ... اللہ تعالیٰ اور کلام مقدس کا انکار کفر ہے لہٰذا یہ شخص ان کے انکار سے کافر ہو گیا اسے تجدید ایمان اور تجدید نکاح کرنا چاہیے اور اپنے اس فعل قبیح پر اللہ تعالیٰ جل شانہ کے حضور استغفار کے ساتھ ساتھ آئندہ اس طرح کے کلام سے احتراز کرنا چاہیے۔

كما في البحر الرائق (۵/۱۲۲): ويكفر اذا انكر آية من القرآن او سخر بآية منه.

وفيه ايضاً (۵/۲۰۰): يكفر اذا وصف الله تعالى بما لا يليق به او سخر باسم من اسمائه او بامر من اوامره او انكر وعده او وعيده او جعل له شريكا

وفي قاضي خان على هامش الهندية (۳/۵۷۳): رجل كفر بلسانه طائعا وقلبه على الايمان يكون كافرا ولا يكون عند الله تعالى مؤمنا.

وفيه ايضاً (۳/۵۸۱): اجمع اصحابنا على ان الردة تبطل عصمة النكاح وتقع الفرقة بينهما بنفس الردة

وفي الخلاصة (۲/۳۸۳): ومنها ان ردة احد الزوجين يوجب البينونة بينهما في الحال بدون قضاء القاضي اذا وصف الله تعالى بما لا يليق به او سخر باسم الله او بامر من اوامره او انكر وعده او وعيده.

وفي الهندية (۲/۲۵۸): يكفر اذا وصف الله تعالى بما لا يليق به او سخر باسم من اسمائه او بامر من اوامره او انكر وعده ووعيده

وفيها ايضاً (۲/۲۶۶): اذا انكر الرجل آية من القرآن او تسخر بآية من القرآن وفي الخزانة او عاب كفر

وفيها ايضاً (۲/۲۸۳): رجل كفر بلسانه طائعا وقلبه مطمئن بالايمان يكون كافرا ولا يكون عند الله مؤمنا

وفي الدر المختار (۳/۱۹۳): وارتداد احدهما اي الزوجين (فسخ) فلا ينقص عددا (عاجل) بلا قضاء

وفيه ايضاً (۳/۲۴۶): ما يكون كفرا اتفاقا يبطل العمل والنكاح واولاده اولاد زنا وما فيه خلاف يؤمر بالاستغفار والتوبة وتجديد النكاح

(۷۱) مذاقاً سوال کرنا کہ کیا تمہارے نبی نے شراب پی؟

سوال ... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے مذاق میں سوال کیا کہ ”کیا تمہارے نبی نے شراب پی ہے؟“ (العیاذ باللہ) بعد میں سب نے دو بارہ کلمہ پڑھ لیا، شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ... صورت مسئولہ میں مذکورہ شخص مذاق واستخفاف کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا، بعد میں اگر تجدید ایمان کرلیا ہے تو صحیح ہے اور اگر شادی شدہ ہو تو تجدید نکاح بھی ضروری ہے۔

لما في الهندية (۲/۲۶۳): سئل عمن ينسب إلى الانبياء الفواحش كعزمهم على الزنا ونحوه . يكفر لانه شتم لهم واستخفاف بهم ....وقال مع ذلك ان الانبياء عليهم السلام عصوا فكافر لانه شاتم.

وفي رد المحتار (۴/۲۳۳): ايما رجل مسلم سب رسول الله او كذبه او عابه او تنقصه فقد كفر بالله تعالى وبانت منه امرأته.

(۷۲) ”اگر میں نے یہ کام کیا تو میں امت محمدیہ میں سے نہیں“ کہنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے کہا کہ اگر میں نے یہ کام کیا تو میں امت محمدیہ میں سے نہیں پھر اس نے وہ کام کر بھی لیا اب آپ یہ بتائیں کہ یہ قسم ہے کہ وہ حانث ہو چکا ہے اس کام کے کرنے کی وجہ سے یا یہ الفاظ کفر ہیں کہ اس کام کے کرنے کی بناء پر اس کا ایمان ختم ہو گیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً: صورت مسئولہ میں مذکورہ الفاظ قسم کے ہیں لہٰذا اگر مذکورہ شخص اس بات کا اعتقاد رکھتا ہو کہ اس طرح قسم کھانا کفر ہے تو جب وہ کام کرے گا تو کافر ہو جائے گا اور امت محمدیہ سے نکل جائے گا اور اگر کوئی اعتقاد نہ ہو صرف جہالت کی وجہ سے ایسی قسم کھائی ہو تو کافر نہیں ہوگا۔

لما في الهندية (۲/۵۴): اذا قال ان فعل كذا فانا بريء من القرآن الذي تعلمت حيث يكون يمينا ولو قال انه بريء عن الحجة وعن الصلاة كان يمينا . . . ولو قال ان فعل كذا فهو يهودي او نصراني او مجوسي او بريء من الاسلام او كافر . . . او نحو ذلك مما يكون اعتقاده كفر فهو يمين استحسانا . والمختار للفتوى ان كان عنده انه يكفر متى اتى بهذا الشرط ومع هذا اتى يصير كافرا . وان كان عنده انه اذا اتى بهذا الشرط لا يصير كافرا لا يكفر.

وفي الدر المختار (۳/۷۱۴): وبريء من الاسلام ومن المؤمنين يمين لانه كفر وتعليق الكفر بالشرط وسيجيء انه ان اعتقد الكفر به يكفر والا يكفر.

وفي الشامية : يكفر بالتشديد اي تلزمه الكفارة.

(۷۳) ”کاش نماز روزہ فرض نہ ہوتے“ یہ کہنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص کہے کہ کاش نماز روزہ فرض نہ ہوتے ایسا شخص کا کیا حکم ہے؟ کیا کافر ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... اگر مذکورہ شخص تاویل کرتے ہوئے یہ بات کہتا ہے باین معنی کہ اس کی ادائیگی میں مشقت ہوتی ہے اور میں اس کی طاقت نہیں رکھتا تو کافر نہیں ہوگا اور اگر بغیر تاویل کے کہے تو کافر ہو جائے گا۔

وفی الخانیۃ (۴۶۸/۳): ولو تمنی ان اللہ تعالٰی لو لم یفرض صوم رمضان لماشق علیہ لا یکون کافرا۔ اذا نوی انہ لا یمکنہ اداء حقوقہ۔ ولو قال ان ھذہ الطاعات جعلہا اللہ عذابا علینا ان نوی ان طاعتہا مشقۃ علینا لا یکون کفرا۔ وھکذا فی الھندیۃ (۲۷۰/۲)

(۷۴) چند شرکیہ اشعار

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص جو کہ اپنے آپ کو صوفی اور فنافی اللہ کہتا ہے نے یوں کہا ہے

قطرہ دریا میں جا کر فنا ہو گیا　　　بندہ وحدت میں جا کر خدا ہو گیا

"خدا تعالیٰ ازل سے وحدہ لاشریک تھا لیکن بعد میں اس نے اپنے روبرو آئینہ دیکھا پھر خدا جیسا کہ ایک دوسرا ہو گیا (والعیاذ باللہ) ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً: صورت مسئولہ میں مذکورہ کلمات شرکیہ ہیں اور ایسا اعتقاد رکھنا کفر اور ان کلمات کا کہنا حرام ہے۔

لما فی قولہ تعالٰی: ھو اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الآیۃ (الحشر: ۲۳) قل ھو اللہ احد ٭ (الاخلاص: ۱)

ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء الآیۃ (النساء: ۴۸)

(۷۵) انا مؤمن حقا اور انا مؤمن انشاء اللہ کہنا

سوال:...کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص یوں کہے کہ انا مؤمن حقا اور انا مؤمن انشاء اللہ۔ یہ دونوں قول کہنا صحیح ہے یا صحیح نہیں ہے؟ اور کس مذہب کے مطابق صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں اگر کوئی شخص انا مؤمن حقا کہے تو عند الاحناف اس طرح کہنا درست ہے جبکہ شوافع کے نزدیک درست نہیں۔ اور انا مؤمن انشاء اللہ کہنا تو اگر ایمان میں شک کی وجہ سے کہے تو دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا لیکن اگر اس وجہ سے کہے کہ معلوم نہیں دنیا سے جاتے وقت میرا کیا حال ہوگا، یا کسی اور ایسی ہی تاویل کی بنیاد پر کہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

لما فی التاتارخانیۃ (۵۴۳/۵): فاما الاستثناء فی الایمان ھل ھو شک ام لا قال بعض الفقہاء ان ھذا شک فی الایمان وقال بعضھم لیس بشک وصورۃ الاستثناء ان یقول انا مؤمن انشاء اللہ وھذا ھو المذھب عند الشافعی وقال ابو حنیفۃ ینبغی ان یقول انا مؤمن حقا وھذا ھو الاصح۔ وقال بعضھم

لا خلاف في المسألة لان الشافعي قال انا مؤمن ان شاء الله على وجه الخوف وقال ابو حنيفة انا مؤمن حقا على وجه حسن الظن بالله تعالى.

وفي خلاصة الفتاوى (۳۸۶/۴) رجل قال انا مؤمن ان شاء الله يكفر ان قال من غير تاويل ولو قال لا ادري اخرج من الدنيا مؤمنا او لا لا يكفر.　وهكذا في الهندية (۲۵۷/۲)

(۷۶) "فلاں کا چہرہ ملک الموت کے چہرے کی طرح ہے" کہنے کا حکم

سوال　کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید اور عمرو دونوں میں آپس میں دشمنی ہے ایک روز زید نے یوں کہا کہ عمر کے چہرے کو تو میں ملک الموت (موت کے فرشتہ) کے چہرے کی طرح سمجھتا ہوں۔ آیا اس طرح کہنے سے زید کافر ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں اگر زید نے یہ جملہ بوجہ موت کی ناگواری کے کہا ہے تو اس صورت میں وہ کافر نہیں ہوگا۔ اور اگر ملک الموت (موت کے فرشتہ) کی اہانت کے طور پر کہا ہے تو کافر ہو جائے گا۔

لما في التاتارخانية (۴۸۹/۵): اذا قال لغيره رؤيتي اياك كرؤية ملك الموت هذا خطأ عظيم وهل يكفر هذا القائل؟ فيه اختلاف　وقال بعضهم: ان قال ذلك لعداوة ملك الموت يصير كافرا وان قال لكراهة الموت لا يصير كافرا.

وهكذا في الهندية (۲۶۹/۲)

(۷۷) اللہ تعالیٰ کیلئے کسی جگہ یا مکان میں ہونے کے اعتقاد کا حکم

سوال　کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص اللہ رب العزت کیلئے مکان کو ثابت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں عرش پر ہیں یا اس پر بیٹھے ہوئے ہیں ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً... اگر کوئی شخص اللہ رب العزت کیلئے مخصوص مکان کو ثابت کرے اور اس کا اعتقاد رکھے تو وہ کافر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے چاہے یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہیں یا آسمانوں پر ہیں یا اس کے علاوہ کسی اور جگہ۔

لما في التاتارخانية (۴۶۳/۵): اذا قال الله تعالى في السماء عالم ان اراد به المكان كفر وان اراد به الحكاية عما جاء في ظاهر الاخبار لا يكفر وان لم تكن له نية يكفر عند اكثرهم، وفي التحرير وهو الاصح وعليه الفتوى. وهكذا في الهندية (۲۵۹/۲)

(۷۸) "اسلامی معاشی نظام، معاشی ترقی سے روکتا ہے" یہ کہنے والے کا حکم

سوال　کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض مسلمان کہتے ہیں کہ چونکہ کسی کا نظام انسانوں کی

اقتصادی ضروریات کو حل کرتا ہے اور دین میں انسان ترقی کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہو جاتا ہے اور اسلامی نظام ترقی سے روکتا ہے معیشت میں کیونکہ شریعت نے بہت سارے تصرفات سے منع کیا ہے شریعت کا کیا حکم ہے اس شخص کے بارے میں؟

الجواب حامداً ومصلیاً　صورت مسئولہ میں مذکورہ شخص کا قول اگر ظاہر پر مبنی ہو بایں معنیٰ کہ ظاہری طور پر ڈیموکریسی کے نظام کو دیکھ کر یہ بات کہہ رہا ہو تو ایسا شخص فاسق وفاجر شمار ہوگا اور اگر وہ اعتقاد کے اعتبار سے ایسا کہہ رہا ہو بایں معنیٰ کہ اسلامی نظام انسان کی معاشی ضروریات کو پورا نہیں کرتا ہے اور یہ ایک ناقص نظام ہے تو ایسا شخص کافر ہو جائے گا اور دائرہ اسلام سے خارج ہوگا۔

لما فی قوله تعالی (آل عمران: ۸۵) وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

(آل عمران: ۱۹): اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ الآیة

(المائدة: ۳) اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا الآیة

(۷۹) توہین رسالت کا ارتکاب کرنے والا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص توہین رسالت کا مرتکب ہو تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً... توہین رسالت کا مرتکب دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے لہٰذا اگر ایسا شخص توبہ کرلے اور تجدید ایمان کرے تو ٹھیک ورنہ ایسا شخص واجب القتل ہے۔

لما فی التاتارخانية (۵/۴۷۴): من لم يقر ببعض الانبياء عليهم السلام او عاب نبيا بشيء او لم يرض بسنة من سنن المرسلين عليهم السلام فقد كفر.

وفي الهندية (۲/۲۶۳): من لم يقر ببعض الانبياء عليهم السلام او لم يرض بسنة من سنن المرسلين فقد كفر　قال ابو حفص الكبير كل من اراد بقلبه بغض نبي كفر.

(۸۰) یوں کہنا کہ اگر اللہ خود بھی منع کرے تو ہم نہیں مانیں گے

سوال... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص مسجد کے قریب چھپائی وی دیکھ رہا تھا ایک عالم وہاں سے گزرے تو انہوں نے ان لوگوں کو منع کیا اور کہا کہ تم از کم نماز کے اوقات میں ٹی وی بند کر دیا کرو لیکن وہاں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ مولوی صاحب رہنے دو اگر اللہ خود بھی منع کرے تو ہم بند نہیں کریں گے (العیاذ باللہ) ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً... صورت مسئولہ میں ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا اسے تجدید ایمان اور شادی شدہ ہونے کی صورت

میں تجدید نکاح کرنا ضروری ہے۔

لما في التاتارخانية (۵/۴۸۵) اذا قال لو امرني الله تعالى بكذا لم افعل او قال لو صارت القبلة الى هذه الجهة ما صليت فقد كفر. وفي الهندية هكذا (۲/۲۵۸)

(۸۱) شرعی قانون وراثت کا انکار کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں ایک پورا خاندان مسلمان ہوا اور اب وہ تمام احکام شریعت کو تسلیم کرتا ہے لیکن شرعی قانون وراثت کو تسلیم نہیں کرتا بلکہ ان کا کہنا یہ ہے کہ ہم اپنے آباؤ اجداد کے قانون وراثت کو نہیں چھوڑ سکتے تو ایسی جماعت کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً: صورت مسئولہ میں یہ مسلم جماعت ایک ایسے حکم کا انکار کر رہی ہے جس کا حکم قرآن وسنت میں صراحۃً موجود ہے اور یہ واضح ہے کہ شریعت کا اپنا قانون وراثت ہے گویا شرعی قانون وراثت کا انکار ما علم من الدين ضرورة کا انکار ہے لہٰذا ایسی جماعت کا ایمان نہیں پایا جاتا، اگر تسلیم نہیں کرتی تو ایسی صورت میں یہ جماعت دائرہ اسلام سے خارج سمجھی جائے گی۔

لما في الهندية (۲/۲۶۶): اذا انكر الرجل آية من القرآن او تسخر بآية من القرآن وفي الخزانة او عاب كفر كذا في التاتارخانية

وفي الدر المختار مع رد المحتار (۴/۲۲۲): والكفر لغة الستر وشرعا تكذيبه في شيء مما جاء به من الدين ضرورة

وفي الشامية تحته: المراد بالتكذيب عدم التصديق الذي مر اي عدم الاذعان والقبول لما علم مجيئه بها ضرورة اي علما ضروريا لا يتوقف على نظر واستدلال واما ما لم يبلغ حد الضرورة كاستحقاق بنت الابن السدس مع البنت باجماع المسلمين فظاهر كلام الحنفية الاكفار بجحده

(۸۲) کافر کو کافر کہنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کافر کو کافر کہنا از روئے شرع کیسا ہے۔ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً: اگر کافر کو کافر کہنا ناگوار گزرتا ہو تو جائز نہیں۔

لما في الهندية (۵/۳۴۸): لو قال ليهودي او مجوسي يا كافر يأثم ان شق عليه.

وفي الدر المختار (۴/۷۶): وفي القنية قال ليهودي او مجوسي يا كافر يأثم ان شق عليه.

(۸۳) یارسول اللہ مدد، یاعلی مدد اور یاعلی مشکل کشا کہنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص یا رسول اللہ مدد کہے یا علی مدد کہے یا کوئی علی مشکل کشا کے نعرے لگائے تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟ نیز اگر تحت الاسباب ایسے الفاظ سے پکارے تو اس کا کیا حکم ہوگا؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً... جواب سے پہلے ضروری تمہید کے طور پر عرض ہے کہ کفریہ وشرکیہ الفاظ کی دو قسمیں ہیں ایک قسم یہ ہے کہ ان میں کسی قسم کی تاویل ممکن ہو، دوسرے یہ کہ ان میں تاویل ممکن نہ ہو، اگر قائل کا قول ایسا صریح ہے کہ اس میں کسی طرح تاویل کی گنجائش نہیں تو اس صورت میں کسی طرح کی تاویل اس کو کفر سے نہیں بچا سکے گی، اس لئے کہ ضروریات دین میں تاویل سے کفر سے نہیں بچ سکتا، اور اگر وہ قول ایسا ہے کہ اس میں تاویل ممکن ہے اور متکلم سے جب اس کی مراد معلوم کی جاتی ہے تو وہ کفر صریح کے بجائے کسی بدعقیدگی یا جاہلانہ عقیدے پر دلالت کرتی ہے تو ایسے شخص کے بارے میں کفر کا فتویٰ نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کے قول میں تاویل کی جائے گی۔

اب مذکورہ سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یا رسول اللہ مدد یا علی مدد اور اس طرح کے دوسرے الفاظ غیر اللہ سے مدد کے جواز کے عقیدے کے ساتھ کہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرح غیر اللہ سے بھی اسی طرح کی مدد ممکن ہے تو یہ کفر صریح ہوگا اور مذکورہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہوگا۔

اور اگر قائل کی مراد یہ ہے کہ ان کے واسطے سے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی جاتی ہے تو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا کیونکہ واسطہ کی صورت میں بھی خطاب اللہ تعالیٰ کو ہی ہونا چاہئے کیونکہ وہی ذات عالم الغیب اور عالم ما کان وما یکون ہے لیکن یہ شخص کافر نہیں سمجھا جائے گا۔

نیز جہاں تک ماتحت الاسباب اس طرح پکارنے کا تعلق ہے تو یہ صرف ان کی زندگی میں ممکن تھا، اب ان کی حیات کے بعد ماتحت الاسباب بھی اس طرح پکارنا صحیح نہیں ہے۔

لما في قوله تعالى (يونس: ۱۰۶): ولا تدع من دون الله ما لا ينفعك ولا يضرك فان فعلت فانك اذا من الظلمين۔

(الرعد: ۱۴): له دعوة الحق والذين يدعون من دونه لا يستجيبون لهم بشيء الا كباسط كفيه الى الماء ليبلغ فاه وما هو ببالغه الآية

(النساء: ۴۸): ان الله لا يغفر ان يشرك به ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء الآية

وفي مجموعة الفتاوى على هامش الخلاصة (۴/۳۴۳): استفتاء سوال: گفتن یا رسول اللہ و یا ولی جائز است یا نہ؟ و گفتن یا رسول اللہ و یا ولی اللہ کہ عادت ہندیان است کہ در نشست

و بر خاست میگویند نزد فقہاء حنفیان ناجائز است.

وفي فتاوى اللجنة الدائمة (۱/۷۰۹): نداء الانسان رسول الله او غيره كعبد القادر الجيلاني او احمد التيجاني عند القيام او القعود والاستعانة بهم في ذلك او نحوه لجلب نفع او دفع ضر نوع من انواع الشرك الاكبر.

(۸۴) عامل یا نجومی سے چور متعین کروانا

سوال ..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر کسی شخص کا کوئی نقصان مثلاً چوری وغیرہ ہوجائے تو وہ شخص کسی عامل یا نجومی وغیرہ کے پاس جاتا ہے اور پھر نجومی یا عامل جس شخص کے بارے میں اپنے شک کا اظہار کرتا ہے تو یہ شخص اس کے کہنے کی بناء پر اس شخص سے اپنا نقصان وصول کرنے کا تقاضا کرتا ہے، تو آیا اس شخص کا اس نجومی یا عامل کی خبر پر اعتماد کرکے اور متعین کئے گئے شخص سے وصولی کا تقاضا کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً ..... صورت مسئولہ میں عامل یا نجومی کے قول پر اعتماد کرکے وصولی کا تقاضا قطعاً صحیح نہیں ہے بلکہ اس کی بات کی تصدیق کرنا کفر ہے جس سے اجتناب واجب ہے۔

لما في المشكوة (ص۳۹۳): عن حفصة قالت قال رسول الله ﷺ من اتى عرافا فسأله عن شيء لم يقبل له صلوة اربعين ليلة.　　وعن ابي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ من اتى عرافا او كاهنا فصدقه بما يقول فقد برئ مما انزل على محمد.

وفي رد المحتار (۳/۲۴۲): والحاصل ان الكاهن من يدعي معرفة الغيب باسباب وهي مختلفة والكل مذموم شرعا محكوم عليهم وعلى مصدقهم بالكفر .... وفي التاتارخانية: يكفر بقوله انا اعلم المسروقات او انا اخبر عن اخبار الجن اياي.

(۸۵) کیا آپ ﷺ حاضر وناظر اور عالم الغیب تھے؟

سوال ... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ ہمارے ہاں بریلوی حضرات کا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ حاضر وناظر اور غیب کے جاننے والے ہیں جبکہ میں نے سنا ہے کہ ان عقائد سے انسان کافر ہوجاتا ہے اور اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔ آپ فیصلہ فرمائیں کہ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ... غیب کا علم ہونا اور حاضر وناظر ہونا یہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہیں اور خالق کی صفات مخلوقات میں نہیں پائی جاتیں، لہٰذا اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرح کوئی اور بھی حاضر وناظر یا عالم الغیب ہے تو وہ شخص دائرہ اسلام سے خارج

ہوجائے گا۔

دلائل المسئلة مرت سابقا فی رقم السؤال ۵۳ے۵۷

(۸۶) جنات کی طرف آپ ﷺ کی بعثت کا انکار کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو شخص انکار کرے اس بات کا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنات کی طرف بھی مبعوث کیے گئے تھے آیا وہ کافر ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً: جو شخص جنات کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا انکار کرے تو وہ کافر ہوجائے گا کیونکہ جنات کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا انکار، قرآنی آیت کے انکار کو مستلزم ہے جو کہ کفر ہے۔

لما فی قوله تعالی (الفرقان ۱): تبارک الذی نزل الفرقان علی عبده لیکون للعلمین نذیرا ٥

وفی روح المعانی (۱۸/ ۲۳۱) تحت هذه الآية: والمراد بالعالمین جمیع من العالمین الانس والجن ممن عاصره الی یوم القیمة ویؤیده قراءة ابن الزبیر للعالمین للجن والانس وارساله الیهم معلوم من الدین بالضرورة فیکفر منکره

وفی لقط المرجان فی احکام الجن (ص ۷۷): لم یخالف احد من طوائف المسلمین فی ان الله تعالی ارسل محمدا الی الانس والجن وبه فسر حدیث الصحیحین بعثت الی الاحمر والاسود

وقال امام الحرمین فی الارشاد: قد علمنا ضرورة انه ادعی کونه مبعوثا الی الثقلین.

(۸۷) حالت حیض میں بیوی سے ہمبستری کرنے کو حلال سمجھنے والے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص بیوی سے حالت حیض میں ہمبستری کرنے کو حلال سمجھے تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً: جو شخص اپنی بیوی سے حالت حیض میں ہمبستری کرے اور اس بات کا اعتقاد رکھے کہ یہ حلال اور جائز ہے تو وہ کافر نہیں ہوا لیکن اس طرح کرنا مکروہ تحریمی ہے جس سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

لما فی الهندية (۲/ ۲۷۳): لو استحل وطء امرأته الحائض یکفر وکذا لو استحل اللواطة من امرأته

وفی النوادر عن محمد رحمه الله لایکفر فی المسئلتین هو الصحیح.

وفی الدر المختار مع رد المحتار (۱/ ۲۹۷): ووطؤها یکفر مستحله کما جزم به غیر واحد

وقیل لایکفر فی المسئلتین وهو الصحیح وعلیه المعول لانه حرام لغیره. ولمابجی فی المرتد انه

لایفتی بتکفیر مسلم کان فی کفرہ خلاف ولو روایۃ ضعیفۃ

وفی الشامیۃ: (قولہ وطؤھا) ای الحائض

(لانہ حرام لغیرہ) ای حرمتہ لا لعینہ ... من اعتقد الحرام حلالا او علی القلب یکفر اذا کان حراما لعینہ وثبتت حرمتہ بدلیل قطعی اما اذا کان حراما لغیرہ بدلیل قطعی او حراما لعینہ باخبار الآحاد لایکفر اذا اعتقدہ حلالا.

(۸۸) کلمات کفر کا صدور

سوال... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص کلمات کفر کہے مثلاً اللہ تعالیٰ نہ رزق دیتا ہے اور نعوذ باللہ (العیاذ باللہ) بلکہ رزق آدمی محنت سے حاصل کرتا ہے اور شفاء دوا سے ملتی ہے۔ تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً... اگر کوئی شخص ایسے کلمات کفر کہے جن میں کسی طرح کی کوئی تاویل ممکن نہ ہو جیسا کہ مذکورہ بالا سوال میں ہیں تو ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، اس پر توبہ اور تجدید اسلام ونکاح ضروری ہے۔

لما فی قولہ تعالی (الذاریات: ۵۸): ان اللہ ھو الرزاق ذو القوۃ المتین ○

(ھود: ۶): وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا الایۃ

(الشعراء: ۸۰): واذا مرضت فھو یشفین ○

وفی الھندیۃ (۲/۲۵۸): یکفر اذا وصف اللہ تعالی بما لا یلیق بہ ... او جعل لہ شریکا.

(۸۹) شیعہ کی نماز جنازہ پڑھانا

سوال... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص جو سنی العقیدہ ہے وہ ایک شیعہ کی نماز جنازہ پڑھاتا ہے اب ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً... صورت مسئولہ میں اگر یہ شخص شریعت کا حکم سمجھ کر جنازہ پڑھتا ہے تو دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا لیکن اگر اس کا خیال یہ ہے کہ شریعت نے اس سے منع کیا ہے لیکن اس مخالفت کے باوجود پڑھتا ہے تو فاسق وفاجر ہے۔

لما فی قولہ تعالی (التوبۃ: ۸۴): ولا تصل علی احد منھم مات ابدا ولا تقم علی قبرہ انھم کفروا باللہ ورسولہ وماتوا وھم فاسقون ○

وفی احکام القرآن للقرطبی (۸/۲۲۲) تحت ھذہ الایۃ: قال علماؤنا ھذا نص فی الامتناع من الصلاۃ علی الکفار

جن شیعوں کے کفر پر اتفاق ہے ان کو مسلمان کہنے سے کافر ہو جاتا ہے لیکن اگر کوئی بھائی بھائی کہتا ہے تو اس سے کافر تو نہیں ہوگا البتہ گنہگار ہوگا۔ اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ شیعوں سے میل جول، یا اتحاد یا بھائی چارگی کا مظاہرہ نہ کریں۔ بالخصوص جو جدید تعلیم یافتہ اس قسم کے تعلقات سے غلط فائدہ اٹھاتے ہیں اور اپنے عقائد کی تبلیغ کرتے ہیں بلکہ ان کے غلط عقائد سے واقف ہونے کے باوجود ان کے ساتھ میل جول یا تعلقات رکھنے سے اپنے ایمان کو بھی بسا اوقات خطرہ ہوتا ہے۔ اعاذنا اللہ منہ

لما في القرآن الكريم سورة الانعام (٦٨): واما ينسينك الشيطان فلا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظالمين.

سورة آل عمران (٢٨): لا يتخذ المؤمنون الكافرين اولياء من دون المؤمنين ومن يفعل ذلك فليس من الله في شيء الا ان تتقوا منهم تقاة ويحذركم الله نفسه. الآية

وفي تفسير روح المعاني (٢٦/١٢٨): وفي المواهب ان الامام مالكا قد استنبط من هذه الآية تكفير الروافض الذين يبغضون الصحابة رضي الله تعالى عنهم، فانهم يغيظونهم ومن غاظه الصحابة فهو كافر، ووافقه كثير من العلماء انتهى، وفي البحر ذكر عند مالك رجل ينتقص الصحابة فقرأ مالك هذه الآية فقال من اصبح من الناس في قلبه غيظ من اصحاب رسول الله ﷺ فقد اصابته هذه الآية.

وفي مشكوة المصابيح (ص٥٥٤): عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ اذا رأيتم الذين يسبون اصحابي فقولوا لعنة الله على شركم.

وفي منح الروض الازهر في شرح الفقه الاكبر (ص٢٥٨): ومن جحد القرآن اي كله او سورة منه او آية، قلت: وكذا كلمة او قراءة متواترة، او زعم انها ليست من كلام الله تعالى كفر.

وفي الهندية (٢/٢٦٤): الرافضي اذا كان يسب الشيخين ويلعنهما والعياذ بالله فهو كافر وان كان يفضل عليا كرم الله وجهه على ابي بكر رضي الله تعالى عنه لايكون كافرا الا انه مبتدع ولو قذف عائشة رضي الله عنها بالزنى كفر بالله ولو قذف سائر نسوة النبي ﷺ لايكفر ويستحق اللعنة ولو قال عمر وعثمان وعلي رضي الله عنهم لم يكونوا اصحابا لايكفر ويستحق اللعنة كذا في خزانة الفقه، من انكر امامة ابي بكر الصديق رضي الله عنه فهو كافر وعلى قول بعضهم هو مبتدع وليس بكافر والصحيح انه كافر وكذلك من انكر خلافة عمر رضي الله عنه في اصح الاقوال كذا في الظهيرية، ويجب اكفارهم باكفار عثمان وعلي وطلحة وزبير وعائشة رضي الله تعالى عنهم، ويجب اكفار الزيدية كلهم في قولهم بانتظار نبي من العجم ينسخ دين نبينا وسيدنا محمد ﷺ كذا

تحیت تعظیمی ہی کی تو گناہگار نہ ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً… سجدہ تعظیمی قطعی حرام ہے اس کا ارتکاب کرنے والا گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے، رسول اللہ ﷺ نے ایسے افراد پر لعنت بھیجی ہے جو قبروں پر سجدے کرتے ہیں۔ البتہ آپ کا بہنوئی اس حرمت کا قائل نہیں ہوگا اس لئے اس کے ساتھ آپ کی بہن کا نکاح برقرار ہے، البتہ اگر وہ اپنے اس فعل قبیح سے توبہ واستغفار کرلیتا ہے تو وہ اس کے نادم ہونے کی علامت ہے اگر آپ اس کی ضمانت لیتے ہوں تو آپ اپنی بہن وہاں کے پاس بھیج سکتے ہیں۔

لما في الصحيح للبخاري (١/٦٢): عن عائشة عن النبي ﷺ قال في مرضه الذي مات فيه لعن الله اليهود والنصارى اتخذوا قبور انبيائهم مساجد.

وفي التاتارخانية (٣/٥٣٣): رجل زوج ابنته من رجل ثم زعم انه تكلم بكفر وان ابنته حرمت عليه والزوج ينكر فالقول قول الزوج لانه ينكر الفرقة ولا يحل للمرأة ان تمنع نفسها منه اذا لم تكن سمعت منه كلمة الكفر فان فعلت كانت عاصية ناشزة.

وفي الهندية (٥/٣٦٨): التواضع لغير الله حرام كذا في الملتقط من سجد للسلطان على وجه التحية او قبل الارض بين يديه لايكفر ولكن يأثم لارتكابه الكبيرة هو المختار.

وفيها ايضاً (٢/٢٧٩): اذا سجد لانسان سجدة تحية لا يكفر كذا في السراجية

وفي الدر المختار (٦/٣٨٣): وكذا ما يفعلونه من تقبيل الارض بين يدي العلماء والعظماء فحرام والفاعل والراضي به آثمان لانه يشبه عبادة الوثن وهل يكفر ان على وجه العبادة والتعظيم كفر وان على وجه التحية لا وصار آثما مرتكبا للكبيرة، وفي الملتقط التواضع لغير الله حرام.

(٩٢) مسواک کا مذاق اڑانا

سوال… کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک شخص مسواک کر رہا تھا کہ دوسرے نے کہا یہ لکڑی کیسی ہے یا اس نے کہا کہ یہ کیا ہے، کیا یہ شخص اس طرح کہنے سے گناہ گار ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً… صورت مسئولہ میں اگر اس شخص کا مقصود یہ معلوم کرنا ہے کہ یہ مسواک کون سے درخت کی ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن اگر اس طرح کے سوال سے مقصود سنت کا مذاق ہے تو اس سے یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جائیگا۔

لما في التاتارخانية (٥/٣٤٧): من لم يقر ببعض الانبياء… او لم يرض بسنة من سنن المرسلين عليهم السلام فقد كفر.

وهكذا في الهندية (٢/٢٦٣)

وفيها ايضا (۵/ ۲۸۲): قيل هذا استخفاف بسنة رسول الله ﷺ وانه كافر　　وكذالك في سائر السنن خصوصا في سنة هي معروفة وثبوتها بالتواتر كالسواك وغيره.

(۹۳) خلافت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کا انکار کرنا

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کا منکر ہو تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... صورت مسئولہ میں اگر کسی شبہ یا تاویل کی وجہ سے خلافت کا منکر ہو تو کافر نہیں بلکہ فاسق ہے جس سے اجتناب کی ضرورت ہے، اور اگر بغیر شبہ یا کسی تاویل کے انکار کرے تو ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

لمافي التاتار خانية (۵/ ۲۸۵): من انكر خلافة ابي بكر فهو كافر على قول بعضهم وقال بعضهم: هو مبتدع ليس بكافر والصحيح انه كافر وكذا من انكر خلافة عمر رضي الله عنه في اصح الاقوال.

وهكذا في الهندية (۲/ ۲۶۴)

وفي ردالمحتار (۳/ ۲۹۳): قال في شرح منية المصلي: ان ساب الشيخين ومنكر خلافتهما ممن بناه على شبهة له لا يكفر.

(۹۴) کیا نماز ورزش ہے؟

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو یوں کہے کہ نماز ایک ورزشی عمل ہے اصلاح بدن کیلئے لہذا جس کی صحت خراب ہو تو اس کو زیادہ نمازیں پڑھنا چاہیے اور ہماری صحت تو ٹھیک ہے لہذا ہم کو زیادہ نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں اگر ہمارا دل چاہے گا تو نماز پڑھیں گے ورنہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... کسی شخص کا یہ کہنا کہ نماز ورزش ہے اگر اس سے اس کا عقیدہ یہ ہو کہ نماز فرض ہی نہیں اور اس کا یہ کہنا جب ہم چاہیں گے پڑھیں گے اور جب چاہیں گے چھوڑ دیں گے اس سے اس کا عقیدہ یہ ہو کہ نماز کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہے تو ایسے عقیدے کا حامل شخص کافر ہے، لیکن اگر مذکورہ الفاظ سے اس کا عقیدہ یہ ہو کہ نماز تو اللہ تعالیٰ کا ایک فریضہ ہے لیکن وہ سستی اور کاہلی کی بناء پر نماز نہیں پڑھتا تو اگرچہ کافر تو نہیں لیکن فاسق ضرور ہے۔

لمافي التاتارخانية (۵/ ۲۹۳): وفي واقعات الناطفي قال محمد رحمه الله قول الرجل لا اصلي يحتمل اربعة اوجه　　والثالث لا اصلي لشفا مجانة فهذه الثلاث ليس بكفر والرابع لا اصلي اذليس تجب على الصلاة اولم او مر بها جحودا بها وفي هذا الوجه يكفر.

وهكذا في الهندية (۲/۲۶۸)

(۹۵) یوں کہنا کہ حضرت آدم علیہ السلام گندم نہ کھاتے تو......

سوال ... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک شخص یہ کہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جنت میں گندم کا دانہ نہ کھاتے تو ہم جنت میں ہوتے۔ آیا اس طرح کا قول صحیح ہے؟ آیا اس سے وہ گناہگار ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً ... اگر مذکورہ شخص حضرت آدم علیہ السلام کی حقارت کے طور پر کہے یا مطلب یہ ہو کہ حضرت آدم علیہ السلام گندم نہ کھاتے ہم اس طرح بدبخت نہ ہوتے تو ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔

اور اگر اس کا مطلب یہ ہو کہ اگر حضرت آدم علیہ السلام گندم نہ کھاتے تو ہم ان مصائب اور آلام میں نہ پڑتے تو بلاشبہ سخت گناہ گار ہوگا البتہ دائرہ اسلام سے خارج نہ ہوگا۔ اور اگر ویسے ہی کہتا ہے کہ اگر حضرت آدم علیہ السلام گندم نہ کھاتے تو آپ کو جنت سے نہ اتارا جاتا اور ہم ان کی اولاد میں سے ہیں اور ہم بھی جنت میں ہی ہوتے تو اس طرح کہنے میں کوئی حرج نہیں۔

لما في التاتارخانية (۵/۳۸۰): اذا قال لو لم يأكل آدم الحنطة لما وقعنا في هذه البلايا ففي كفره اختلاف المشائخ وفي الفتاوى الخلاصة :ولو قال لو لم يأكل آدم الحنطة ماصرنا اشقياء يكفر۔

وفي البزازية على هامش الهندية (۶/۳۲۷): لو لم يأكل آدم الحنطة ماصرنا اشقياء يكفر ولو قال ماوقعنا في هذا لايكفر عند بعضهم. والله اعلم بالصواب

(۹۶) کیا ہر حرام کا منکر کافر ہے؟

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ غیر مقلدین تین طلاقوں کو ایک مانتے ہیں اور اسے حلال سمجھتے ہیں کیا ایسا حرام جس میں تھوڑا بہت اختلاف ہوا سے حلال سمجھنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے یا نہیں؟ نیز غیر مقلدین کا حکم کیا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... جس چیز کی حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہو اس کا انکار کفر ہے اور جب حرمت دلیل ظنی سے ثابت ہو اور اس کا منکر کر تاویل سے انکار کرے تو ایسا شخص کافر نہیں بلکہ اس پر فسق کا حکم بھی نہیں لگایا جائے گا اور اگر تاویل کے بغیر انکار کرے تو فاسق وفاجر ہے۔

اور تین طلاق کا تین واقع ہونا اجماع سکوتی سے ثابت ہے اور اجماع سکوتی ایسی دلیل قطعی نہیں جس کے منکر کو کافر کہا جا سکے البتہ یہ ایک ایسی چیز کا انکار ہے جس پر صحابہ اور بعد میں چاروں ائمہ کا اتفاق ہے لہذا جو شخص تین طلاقوں کو ایک مجلس میں تین نہیں بلکہ ایک شمار کرے وہ ضال ومضل ہے۔

لما في احكام القرآن للقرطبي (۳/۱۲۹): تحت آية "الطلاق مرتان فامساك بمعروف او تسريح

لسان احسان "قال علماؤنا: واتفق ائمة الفتوى على لزوم ايقاع الطلاق الثلاث في كلمة واحدة وهو قول جمهور السلف.

وفي اعلاء السنن (١١/١٧٣): والحق هو ما قال جماهير اهل الاسلام من الصحابة وغيرهم ان الثلاث واقعة مجتمعة ومتفرقة في المدخول بها وفي غير المدخول بها تقع مجتمعة ولا تقع متفرقة

وفي رد المحتار (٣/٢٣٣): وامضاء عمر الثلاث عليهم مع عدم مخالفة الصحابة له وعلمه بانها كانت واحدة فلا يمكن الا وقد اطلعوا في الزمان المتاخر على وجود ناسخ او لعلمهم بانتهاء الحكم لذلك لعلمهم باناطته بمعان علموا انتفاءها في الزمن المتاخر

وفي نور الانوار (ص٢٢٢): فالاقوى اجماع الصحابة نصا　　ثم الذي نص البعض وسكت الباقون من الصحابة وهو المسمى بالاجماع السكوتي ولا يكفر جاحده وان كان من الادلة القطعية.

وفي الشامية (٣/٢٣٣): توفي رسول الله ﷺ عن مائة الف عين رأته فهل صح لكم عنهم وعن عشر عشر عشرهم القول بوقوع الثلاث باطلا بتاتا او لا فاجماعهم ظاهر لانه لم ينقل عن احد منهم انه خالف عمر حين امضى الثلاث ولا يلزم في نقل الحكم الاجماعي عن مائة الف تسمية كل في مجلد كبير لحكم واحد على انه اجماع سكوتي　　وقد ثبت النقل عن اكثرهم صريحا بايقاع الثلاث ولم يظهر لهم مخالف

(٩٧) ہاتھ کی لکیروں سے قسمت کا حال معلوم کرنا

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہاتھ کی لکیروں پر یقین رکھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً..... ہاتھ کی لکیروں پر یقین غیب کے عقیدے اور موثر حقیقی سمجھے بغیر صرف علامت کے طور پر ہو تو گناہ ہے اور موثر حقیقی یا غیب کے علم کے طور پر ہو تو کفر ہے۔

لما في المشكوة (ص٣٩٣): عن ابي هريرة رض قال قال رسول الله ﷺ من اتى عرافا او كاهنا فصدقه بما يقول　　فقد برئ مما انزل على محمد.

وفي شرح الفقه الاكبر (ص١٥١): ذكر في الفتاوى ان قول القائل عند رؤية هالة القمر اي دائرته يكون مطر مدعيا علم الغيب لا بعلامة كفر

وفي الدر المختار (٦/٢٤٠): والكافر بسبب اعتقاد السحر لا توبة له ولو امرأة في الاصح

يكفر الساحر بتعلمه وفعله اعتقد تحريمه او لا ويقتل انتهى لكن في حظر الخانية لو استعمله

للتجربة والامتحان ولا يعتقده لا يكفر.

وفي الشامية تحته: في الفتح: السحر حرام بلا خلاف بين اهل العلم واعتقاد اباحته كفر وحاصله انه اختار انه لا يكفر الا اذا اعتقد مكفرا وبه جزم في النهر وعلله به وبما نقلناه عن الخانية انه لا يكفر بمجرد عمل السحر ما لم يكن فيه اعتقاد او عمل ما هو مكفر ولذا نقل في تبيين المحارم عن الامام ابي المنصور ان القول بانه كفر على الاطلاق خطأ ويجب البحث عن حقيقته فان كان في ذلك رد ما لزم في شرط الايمان فهو كفر والا فلا اه.

(۹۸) سنت کا مذاق اڑانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی داڑھی کاٹتا ہے پھر آئینہ کے سامنے کھڑے ہو کر کہتا ہے کہ میں خوبصورت ہو گیا یعنی سنت کا مذاق اڑاتا ہے تو کیا یہ شخص ان الفاظ کے کہنے سے سنت کا مذاق اڑانے والا نہیں سمجھا جائے گا؟ ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً... صورت مسئولہ میں اگر اس شخص نے مسنون داڑھی کو کتر کر یہ الفاظ کہے تو استخفاف کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا لیکن اگر کوئی شخص روزانہ داڑھی کاٹتا ہے تو ایسا شخص ان الفاظ سے کافر نہیں ہوگا البتہ سخت گناہگار ہوگا جس سے اجتناب از حد ضروری ہے۔

لما في البحر الرائق (۱۲۱/۵) ويكفر باستخفافه بسنة من السنن.

وفي الدر المختار مع رد المحتار (۲۲۲/۳) من هزل بلفظ كفر ارتد وان لم يعتقده للاستخفاف.

وفي الشامية: والاعتبار التعظيم المنافي للاستخفاف كفر الحنفية بالفاظ كثيرة وافعال تصدر من المتهتكين لدلالتها على الاستخفاف بالدين كالصلاة بلا وضوء عمدا بل بالمواظبة على ترك سنة استخفافا بها بسبب انه فعلها النبي قلت ويظهر من هذا ان ما كان دليل الاستخفاف يكفر به.

(۹۹) داڑھی والے شخص کو بکرا کہنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے ایک داڑھی والے شخص کو بکرا کہا۔ ہماری مسجد کے امام صاحب نے جمعہ کے بیان میں فرمایا کہ ایسا شخص کافر ہو جائے گا۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً: صورت مسئولہ میں اگر اس نے داڑھی کی حقارت اور استخفاف کی وجہ سے یہ الفاظ کہے تو یہ شخص کافر ہو جائے گا۔

واللہ اعلم بالصواب

دلائل المسئلة مرت تحت السؤال السابق.

(۱۰۰) یوں کہنا کہ مجھے داڑھی اچھی نہیں لگتی

سوال… کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے عمرو سے کہا کہ تم داڑھی کیوں نہیں رکھتے تو اس نے کہا کہ مجھے اچھی نہیں لگتی۔ کیا اس طرح کا کلمہ کہنا صحیح ہے؟ ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً… بصورت مسئولہ میں اگر یہ کلمات کہنے والا سنت کے استہزاء و حقارت کے طور پر کہے تو یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا لیکن اگر یہ کہنے کی بنا پر سنت کی توہین مقصود نہ ہو تو کافر نہیں ہوگا لیکن گناہ ضرور ہوگا اور اس طرح کے کلمات سے احتراز کرنا چاہئے۔

دلائل المسئلة مرت سابقا في رقم السؤال ۹۸

(۱۰۱) ستارہ ملنے اور نہ ملنے کی حقیقت

سوال… کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکی کے رشتے کی بات چیت ہو رہی تھی لڑکے کے متعلق ساری معلومات کر لی گئیں بعد میں لڑکی کے والد نے کہا کہ میں کل جواب دوں گا دوسرے دن اس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں نے [illegible] معلوم کیا ہے کہ لڑکی اور لڑکے کا آپس میں ستارہ نہیں ملتا۔ آپ سے یہ پوچھنا ہے کہ ستارہ ملنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً… بصورت مسئولہ میں ستارہ اس طرح کرنا ناجائز ہے اور قریب ہے کہ اس طرح کرنا آدمی کو کفر تک پہنچا دے لہٰذا ان خرافات سے احتراز کرنا چاہئے اور ایسے معاملات میں سب سے بہتر صورت استخارہ کی ہے کہ استخارہ کر لیا جائے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسی میں خیر ہوگی۔

لما في المشكوة (ص ۳۹۳): عن حفصة قالت قال رسول الله ﷺ من اتى عرافا فسأله عن شيء لم يقبل له صلاة اربعين ليلة

وعن ابي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ من اتى عرافا كاهنا فصدقه بما يقول فقد برئ بما انزل على محمد

وفي رد المحتار (۴۳۳/۲): وما علم النجوم فهو في نفسه حسن غير مذموم اذ هو قسمان … ولو لم يعتقد بقضاء الله تعالى او ادعى علم الغيب بنفسه يكفر.

(۱۰۲) شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے نام پر سوال کرنا

سوال۔۔۔کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص سید عبدالقادر جیلانیؒ یا کسی دوسرے بزرگ کے نام پر سوال کرے تو اس کو کچھ دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہ ہو تو ایسے سائل کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً۔۔۔۔کسی بزرگ کے نام پر لوگوں سے سوال کرنا جائز نہیں بلکہ حرام ہے اور ایسے شخص کو کچھ دینا بھی جائز نہیں۔

لما فی قوله تعالیٰ (النحل: ۱۱۵): حرمت علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وما اهل لغیر الله به.

(المائدة: ۲): وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان.

وفی المشکوٰة (ص ۱۵۴): عن ابی کبشة الانماری انه سمع رسول الله ﷺ یقول ثلث اقسم علیهن واحدثکم حدیثا فاحفظوه فاما الذی اقسم علیهن فانه مانقص مال عبد من صدقة ...... ولا فتح عبد باب مسئلة الافتح الله علیه باب فقر ......

(۱۰۳) یا محی الدین وغیرہ کے الفاظ پکارنا

سوال۔۔۔۔کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ "یا شیخ محی الدین، یا ابوبکر، یا عثمان" اسی طرح دوسرے اولیاء کو پکارتے ہیں۔ جبکہ میں نے بعض علماء سے سنا ہے کہ اس طرح پکارنا شرک ہے حالانکہ یہ لوگ اس کو شرک نہیں گردانتے اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ التحیات میں آج بھی ایہا النبی کے الفاظ موجود ہیں حالانکہ اسے کوئی بھی شرک نہیں کہتا۔

نیز بعض جگہوں پر "محی الدین شیئاً لله" وغیرہ کے الفاظ سے بھی پکارا جاتا ہے اور ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ شیخ محی الدین ہماری مجالس میں حاضر ہوتے ہیں اور پکار کا جواب دیتے ہیں، یہ کئی دفعہ تجربہ سے ثابت ہو چکا ہے۔

آپ فیصلہ فرمائیں کہ اس طرح پکارنا اور اس طرح کے عقائد رکھنا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً۔۔۔۔اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو مذکورہ طریقوں سے پکارتا ہے، خصوصاً جبکہ اس عقیدے کے ساتھ پکارے کہ ہماری پکار کو یہ سنتے ہیں اور ہماری حاجات پوری کرتے ہیں تو ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

باقی رہا مسئلہ التحیات میں ایہا النبی کے الفاظ موجود ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں ہم اسی چیز کی اتباع کرتے ہیں جو نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کو سکھلائی اور آپ نے صحابہ کو اسی طرح سکھایا تھا لہٰذا اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض صحابہ نبی کریم ﷺ کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد بجائے ایہا النبی کے السلام علی النبی کے الفاظ سے التحیات پڑھا کرتے تھے جیسا کہ عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت میں اس کی صراحت موجود ہے۔

نیز جو لوگ "محی الدین شیئاً لله" کے الفاظ سے پکارتے ہیں اگر ان کا عقیدہ یہ ہو کہ اس طرح سے شیخ محی الدین مجالس

میں حاضر ہوتے ہیں اور حاجت روائی کرتے ہیں تو ایسے لوگ شرک میں مبتلا ہیں جس سے توبہ اور اجتناب کی ضرورت ہے۔

دلائل المسئلة مرت سابقا فی رقم السؤال ۸۳

(۱۰۴) سگریٹ پیتے وقت بسم اللہ پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص سگریٹ پیتے وقت بسم اللہ پڑھتا ہے کیا اس کا یہ عمل شرعاً درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً: سگریٹ پیتے وقت بسم اللہ پڑھنا جائز نہیں۔

لما فی الطحطاوی علی مراقی الفلاح (۱/۵): واما المکروہ فکما فی اکل المشتبهات قیل ومنه الاتیان بها فی شرب الدخان عند الجمهور

وفی رد المحتار (۱/۹): وتکرہ عند کشف العورة ومحال النجاسات ... وقیل عند شرب الدخان ای ونحوه من کل ذی رائحة کریهة کاکل ثوم وبصل

(۱۰۵) فرائض وواجبات کی تعداد کو اللہ تعالیٰ کا فون نمبر کہنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنے کسی مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے ایک اشتہار چھاپا جس میں پانچوں نمازوں کے فرائض وواجبات کی تعداد کو اللہ تعالیٰ کا ٹیلیفون نمبر لکھا اور آگے مزید لکھا کہ روزانہ پانچ وقت سے رابطہ کرتے رہیں اور کسی بھی مصیبت میں ڈائریکٹ "۱۷" نمبر تہجد میں رابطہ کیجئے اور اپنی پریشانی کو فوراً حل کیجئے آیا ایسے الفاظ لکھنا اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے خلاف تو نہیں ہے؟ کیا شرعاً ایسے کارڈ چھاپنا جائز ہے؟ مسئلہ کی وضاحت فرما کر مشکور فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً: صورت مسئولہ میں ایسا جملہ لکھنا جائز ہے گویا انسان اس طرح کی ادائیگی سے اپنے رب سے مناجات کرتا ہے لیکن عرف عام میں اس طرح کے جملوں کو بے ادبی سمجھا جاتا ہے لہٰذا اس طرح کے کارڈ چھاپنے سے احتراز کرنا چاہئے۔

لما فی الصحیح للبخاری (۱/۲۰۷): حدثنا مسلم بن ابراهيم ... عن انس قال قال النبی ﷺ ان احدکم اذا صلی یناجی ربه فلا یتفلن عن یمینه ولکن تحت قدمه الیسری.

وفی عمدة القاری (۵/۱۸) تحت هذه الروایة: هذا باب یذکر فیه المصلی یناجی ربه من ناجاه یناجیه فهو مناج وهو المخاطب لغیره

(۱۰۶) کسی کو بلانے کے لئے زور سے کلمہ پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی کو بلانے کے لئے زور سے کلمہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں

میں کسی چیز کے منکر ہوں تو پھر اگر چہ قبلہ کی طرف نماز پڑھتے ہیں اہل قبلہ میں سے نہیں سمجھے جائیں گے۔ اور روافض ضروریات دین میں سے کئی چیزوں کے منکر ہیں اس لئے انہیں اہل قبلہ میں سے شمار نہیں کیا جاتا، اسی طرح اگر کوئی بریلوی بھی ضروریات دین میں سے کسی چیز کا منکر ہو تو وہ بھی خارج ہوگا ورنہ نہیں۔

لما في شرح الفقه الأكبر (ص [illegible]): اعلم ان المراد باهل القبلة الذين اتفقوا على ما هو من ضروريات الدين كحدوث العالم وحشر الأجساد وعلم الله بالكليات والجزئيات وما أشبه ذلك من المسائل. فمن واظب طول عمره على الطاعات والعبادات مع اعتقاده قدم العالم أو نفي الحشر أو نفي علمه سبحانه بالجزئيات لا يكون من اهل القبلة. وان المراد بعدم تكفير احد من اهل القبلة عند اهل السنة انه لا يكفر ما لم يوجد شيء من امارات الكفر وعلاماته، ولم يصدر عنه شيء من موجباته.

وفي جامع العقائد (ص [illegible]): ان المراد بقول علمائنا لا يجوز تكفير اهل القبلة بذنب ليس مجرد التوجه الى القبلة فان الغلاة من الروافض الذين يدعون ان جبرئيل عليه السلام غلط في الوحي فان الله تعالى ارسله الى علي ص وبعضهم قالوا: انه اله وان صلوا الى القبلة ليسوا بمؤمنين وهذا هو المراد بقوله: من صلى صلاتنا واستقبل قبلتنا الى آخر الحديث.

(۱۰۹) دست شناسی کی حیثیت

سوال... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اسلام میں دست شناسی کی حیثیت کیا ہے؟ اس فن کا سیکھنا یا اس پر یقین کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً... دست شناسی کا سیکھنا اور اس پر یقین کرنا اگر غیب کے عقیدہ سے اور مؤثر سمجھے بغیر صرف علامت کے طور پر ہو تو گناہ کبیرہ ہے اور اگر مؤثر حقیقی اور غیب کے عقیدے کے ساتھ ہو تو کفر ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

دلائل المسئلة مر سابقاً في رقم السؤال ۹۷

(۱۱۰) حجر اسود کے بوسے کے وقت گھن آنا

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مریدہ خاتون حج کے لئے گئی۔ واپس آکر اس نے بتایا کہ دوران حج جب وہ حجر اسود کو بوسہ دینے گئی تو وہاں مختلف لوگوں کو بوسہ دیتے ہوئے دیکھ کر مجھے گھن آئی تو میں نے بوسہ نہیں دیا۔ اب آپ سے دریافت کرنا ہے کہ ایسی عورت کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً... صورت مسئولہ میں اگر مذکورہ عورت نے ایسا فعل شعائر اسلام کے استہزاء یا تحقیر کے طور پر کیا تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوگئی اور اگر استہزاء یا تحقیر مقصود نہیں بلکہ طبعی کراہت کی وجہ سے ایسا کیا تو اس سے وہ دائرہ اسلام سے خارج نہ ہوگی۔

لما فی خلاصة الفتاوی (۳۸۹/۴): ولو قال لرمضان آمد این ماہ گران او بحیثها الثقیل القادم ان قال تهاونا برمضان او بالموسم یکفر وان اراد به التعب لنفسه لا یکفر۔

وفی الدر المختار مع رد المحتار (۲۲۹/۴): اعلم انه لا یفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامه علی محمل حسن او کان فی کفره خلاف

وفی الشامیة: مقتضی کلامهم ایضا انه لا یکفر بشتم دین مسلم ای لا یحکم بکفره لامکان التاویل۔

(۱۱۱) حرام کھانے پر بسم اللہ پڑھنا

سوال... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص کسی کا کھانا چوری کرے پھر کھانا کھاتے وقت بسم اللہ پڑھے تو اس کا یہ عمل کیسا ہے؟ کیونکہ کھانا حرام کا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً... صورت مسئولہ میں اگر حرام کھانے پر بسم اللہ سے مقصود بسم اللہ کی تحقیر ہے تو یہ شخص بالاتفاق دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ اور اگر بغیر ارادہ تحقیر کے پڑھے تو راجح قول کے مطابق اس فعل سے کافر نہیں ہوگا۔

لما فی روح المعانی (۶۷/۱): التسمیة علی الحرام والمکروہ مما لا ینبغی بل هی حرام فی الحرام لا کفر علی الصحیح مکروهة فی المکروہ وقیل مکروهة فیهما ان لم یقصد استخفافا وان قصده — والعیاذ باللہ تعالیٰ — کفر مطلقا۔

وفی الهندیة (۲۷۳/۲): من اکل طعاما حراما وقال عند الاکل بسم اللہ حکی الامام المعروف المتحملی انه یکفر۔

وفی رد المحتار (۹/۱): فی البزازیة وغیرها یکفر من بسمل عند مباشرة کل حرام قطعی الحرمة۔

(۱۱۲) گناہ صغیرہ کو حلال سمجھ کر کرنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص کسی گناہ کا ارتکاب کر رہا ہے اور اسے حلال سمجھتا ہے اور وہ گناہ صغیرہ ہے کبیرہ نہیں تو ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً... گناہ کو حلال سمجھنے والا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے چاہے گناہ صغیرہ ہو یا کبیرہ جبکہ وہ دلیل قطعی سے ثابت ہو۔

لما فی شرح الفقه الاکبر (ص۱۵۲): ان استحلال المعصیة صغیرة کانت او کبیرة کفر اذا ثبت

كونها معصية بدلالة قطعية.

وفي التاتارخانية (۵/۳۰۵): وسألت اذا اعتقده حلالا وهو حرام فقال ينظر ان كان حراما لغيره كمال الغير لايكفر اذا اعتقده حلالا، وان كان محرم العين فان كانت حرمته ثابتة بدليل مقطوع به يكفر هذا التفصيل في العالم امافي الجاهل لايتفاوت بينهما اذا كان حراما بعينه او لغيره لانه لايعرف الفرق. بعد ذلك ان ثبت حرمته بدليل مقطوع به يكفر والافلا

(۱۱۳) یوں کہنا کہ مجھے شریعت سے کوئی سروکار نہیں

سوال:..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے یوں کہا کہ مجھے شریعت سے کیا تعلق ہے شریعت کیا ہے، مجھے شریعت سے کوئی سروکار نہیں، ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:..... صورت مسئولہ میں یہ کلمات کہنے والا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا۔

لما في التاتارخانية (۵/۳۹۶): وفي الينابيع ولو قال لرجل حكم خداى تعالى چنين است فقال من چكنم حكم خداى چه دانم فهذا استخفاف بالله فيكفر، وفي الفتاوى العتابية اگر خداى را يا شريعت پيغامبر را نه پسنديد چنان كه كسى گويد كه خدا چهار زن حلال كرده است، گويد من اين حكم را نمى پسندم فهذا كفر

وفي الهندية (۲/۲۶۶): وفي العتابية اگر حكم خداى را يا شريعت پيغمبر را نه پسندم الخ

(۱۱۴) انبیاء وشیخین کو گالی دینا، قرآنی آیات میں تاویل اور زکوٰۃ کو ٹیکس قرار دینا

سوال:..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص آپ ﷺ، سابقہ انبیاء اور شیخین کو گالی دے اور قرآنی آیات میں تاویل کرے، زکوٰۃ کو ٹیکس قرار دے اور دوسرے شخص کے جھوٹ پر اعتماد کرتے ہوئے مبارک افضلی کذنک کہے تو ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:..... صورت مسئولہ کی پہلی صورت میں اگر کوئی شخص رسول اللہ ﷺ، سابقہ انبیاء یا شیخین پر سب وشتم کرے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔

دوسری صورت میں اگر وہ شخص قرآنی آیات کی ایسی تاویل کرتا ہے جو صراحۃً قرآن وسنت کی نصوص کے خلاف ہے تو ایسا شخص کافر ہو جائے گا اور اگر ایسی تاویل نہیں کرتا تو ضال ومضل اور گمراہ ہوگا۔

تیسری صورت میں زکوٰۃ کو تاوان یا ٹیکس تصور کرنا یہ قیامت کی علامات میں سے ایک علامت ہے جو مسلمانوں کی اجتماعی حیثیت پر

دلالت کرتی ہے۔

چوتھی صورت میں جب یہ شخص جھوٹ پر لعنت کی دعا دے تو یہ معصیت کا استحلال ہے (گناہ کو حلال سمجھنا) یا وہ نصوص جن میں جھوٹ پر لعنت وارد ہوئی ہے ان کا استہزاء (مذاق) ہے اور یہ دونوں چیزیں موجب کفر ہیں۔

لما في قوله تعالى (آل عمران: ٦١): فنجعل لعنة الله على الكاذبين ۝

وفي الجامع للترمذي (٢/٤٤): عن علي بن ابي طالب قال قال رسول الله ﷺ اذا فعلت امتي خمس عشرة خصلة حل بها البلاء قيل وما هي يا رسول الله قال اذا كان المغنم دولا والامانة مغنما والزكوة مغرما ... الى آخر الحديث.

وفي شرح الفقه الاكبر (ص١٥٢): ان استحلال المعصية صغيرة او كبيرة كفر اذا ثبت كونها معصية بدلالة قطعية وكذا الاستهانة بها كفر.

وفي الروض الازهر (ص٢٥٩): ومن دعى الى جماعة فقال اصلي موحدا اي منفردا فان الله تعالى قال ان الصلوة تنهى كفر يعني استدل بقوله تعالى تنهى انه بمعنى تنها بلغة العجم وقد قال عليه الصلوة والسلام من فسر القرآن برأيه فقد كفر مع انه بدل وحرف وغير.

وفي الهندية (٢/٢٦٤): الرافضي اذا كان يسب الشيخين ويلعنهما والعياذ بالله فهو كافر.

وفي ردالمحتار (٤/٢٣٥): اذا شتم احدا من الانبياء او الملائكة كفر .... فان تاب قبلها والا قتل.

(۱۱۵) بینک میں اپنے آپ کو شیعہ ظاہر کرنا

سوال:..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے بینک میں رقم رکھوائی اور اپنا مذہب شیعہ لکھوایا تاکہ بینک والے اس رقم سے زکوٰۃ نہ کاٹیں حالانکہ اس شخص کے عقائد اہل سنت والجماعت کے عقائد کی طرح ہیں۔ اور اگر وہ شخص یوں کہے کہ میں نے ایسا اس لئے کیا ہے تاکہ خود زکوٰۃ مستحقین تک پہنچا سکوں کیونکہ بینک والے زکوٰۃ کی تقسیم صحیح طریقے سے نہیں کرتے۔ ان دو صورتوں میں کیا حکم ہوگا؟

نیز اگر مسئلہ معلوم نہ ہونے کی صورت میں کوئی شخص ایسا کرے تو اس کے لئے کیا حکم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:..... کفر پر رضامندی بھی کفر ہے لہٰذا یہ شخص اس فعل کی بناء پر دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ اور اس فعل کی دلیل یہ بیان کرنا کہ بینک والے زکوٰۃ صحیح طریقے سے تقسیم نہیں کرتے یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس سے بچنے کے لئے یہ صورت بھی اختیار کی جا سکتی ہے کہ بینک میں رقم رکھوائی ہی نہ جائے یا رکھوائی جائے تو زکوٰۃ کی کٹوتی سے پہلے نکلوائی جائے یا کرنٹ اکاؤنٹ میں رکھوائی جائے اور

صورتوں میں زکوٰۃ نہیں نکالی جاتی۔

نیز اگر مسئلہ معلوم نہ ہونے کی صورت میں ایسا کیا تو بھی یہی حکم ہے کیونکہ اسلامی ملک میں رہتے ہوئے مسئلہ سے ناواقفیت عذر نہیں جس کی وجہ سے احکامات تبدیل ہو جائیں۔

لما في قوله تعالى (البقرة: ۴۳): واقيموا الصلوة واتوا الزكوة واركعوا مع الراكعين۞

وفي الصحيح للبخاري (۱/۱۸۷): عن ابن عباس ان النبي ﷺ بعث معاذا الى اليمن ... ان الله افترض عليهم صدقة في اموالهم تؤخذ من اغنيائهم وترد في فقرائهم.

وفي الهداية (۳/۱۷۳): ولم يشترط العلم بالخيار لانها تفرغ لمعرفة احكام الشرع والدار دار العلم فلم تعذر بالجهل.

وفي السراجية (ص ۱۹): من كفر بلسانه طائعا وقلبه مطمئن بالايمان لا ينفعه ما في قلبه ولا يكون عند الله مؤمنا.

وفي الهندية (۲/۲۵۷): ومن يرضى بكفر نفسه فقد كفر.

(۱۱۶) یوں کہنا کہ تجھ پر اور تیری مسلمانی پر لعنت ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر کسی نے یوں کہا کہ میں مسلمان ہوں دوسرا شخص جواب میں کہتا ہے تجھ پر اور تیری مسلمانی پر لعنت ہے۔ ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ اسی طرح ایک شخص دوسرے کو مارنا چاہتا ہے اس نے کہا کہ اللہ سے نہیں ڈرتے تو اس نے کہا نہیں تو ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً: صورت مسئولہ کی پہلی صورت میں یہ شخص ایسے الفاظ کہنے سے دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا، اور دوسری صورت میں یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج تو نہیں ہوگا لیکن گناہگار ہوگا جس پر توبہ و استغفار کرنا چاہئے اور آئندہ ایسے کلام سے اجتناب کرنا چاہئے۔

لما في الهندية (۲/۲۵۷): رجل قال للآخر مسلمانم فقال له لعنت بر تو وبر مسلماني تو يكفر.

وفيها ايضا (۲/۲۶۱): رجل اراد ان يضرب غيره فقال له رجل الا تخاف الله تعالى فقال لا. روي عن محمد رحمه الله انه سئل عن هذا فقال لا يكفر لان له ان يقول التقوى فيما افعل.

(۱۱۷) یوں کہنا کہ اللہ و رسول کو گواہ بناتا ہوں

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص یوں کہے کہ میں اس معاملے میں اللہ اور اس کے

رسول کو تو دیتا تا ہوں تو کیا اس طرح کے الفاظ کہنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً ... صورت مسئولہ میں اختلاف فقہاء کی بناء پر اس طرح کے الفاظ سے کافر تو نہیں ہوگا لیکن احتیاطاً تجدید ایمان ونکاح کر لینا چاہئے اور اس طرح کے کلام سے اجتناب کرنا چاہئے۔

لما في الدر المختار (۳/۲۷): تزوج بشهادة الله ورسوله لم يجز بل قيل يكفر والله اعلم.

وفي الشامية تحته: (قيل يكفر) لانه اعتقد ان رسول الله ﷺ عالم الغيب. قال في التاتارخانية وفي الحجة ذكر في الملتقط انه لايكفر لان الاشياء تعرض على روح النبي ﷺ وان الرسل يعرفون بعض الغيب.

وفيها ايضا (۴/۲۲۹): واعلم انه لايفتى بكفر مسلم امكن حمل كلامه على محمل حسن او كان في كفره خلاف ولو كان ذلك رواية ضعيفة

وفي الشامية: ان مايكون كفرا اتفاقا يبطل العمل والنكاح ومافيه خلاف يؤمر بالاستغفار والتوبة وتجديد النكاح اهـ.

(۱۱۸) جادوگر کی شرعی حیثیت

سوال ... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جادوگر کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے، کیا یہ کافر ہیں یا مسلمان؟

الجواب حامداً ومصلیاً ... اگر جادوگر کفریہ اقوال یا کفریہ عقائد میں مبتلا ہو تو کافر ہو جائے گا اور اس ارتداد کی وجہ سے اسے قتل کرنا جائز ہے۔ اور اگر کفریہ اقوال وعقائد سے وابستہ نہیں تو کافر نہیں ہوگا البتہ اگر اس کی وجہ سے فساد کا خطرہ ہو تو اس صورت میں فساد کو ختم کرنے کے لئے اسے قتل کرنا جائز ہے لیکن قتل کرنا حاکم یا اس کے نائب کی ذمہ داری ہے۔

لما في شرح الفقه الاكبر (ص۲۰۵): قال الشيخ ابو منصور الماتريدي القول بان السحر كفر على الاطلاق خطأ بل يجب البحث عنه فان كان ذلك رد مالزمه في شرط الايمان فهو كفر والا فلا فلو فعل مافيه هلاك انسان او مرضه اوتفريق بينه وبين امرأته وهو غير منكر بشئ من شرائط الايمان لايكفر لكنه يكون فاسقا ساعيا في الارض بالفساد فيقتل الساحر والساحرة لان علة القتل السعي في الارض بالفساد.

وفي ردالمحتار (۳/۲۰۳): السحر حرام بلاخلاف بين اهل العلم واعتقاد اباحته كفر . .

وحاصله انه اختار انه لايكفر الااذا اعتقد مكفرا، وبه جزم في النهر وتبعه الشارح وانه يقتل مطلقا

ان عرف تعالیٰ علیہ لہ.

(۱۱۹) یوں کہنا کہ شریعت غلط ہے / میں خدا کو نہیں مانوں گا / سودی قرض لے کر تبلیغ پر جانا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے غصے کی حالت میں یہ الفاظ کہے کہ (العیاذ باللہ) نبی علیہ السلام کی بیان کردہ شریعت غلط ہے اس وجہ سے کہ بہن اگر بھاگ بھی جائے (یعنی ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرلے) تو بھی شریعت کی رو سے اسے ترکہ میں سے حصہ دیا پڑتا ہے۔ ایک بہن بھی گئی اور دوسرے زمین بھی دو۔ ایسے شخص کے لئے شریعت میں کیا حکم ہے؟

۲۔　اسی طرح ایک شخص نے غصہ کی حالت میں دوسرے کو یوں بددعا دی کہ میں تہجد پڑھ کر تیرے لئے بددعا کروں گا کہ خدا تجھے غرق کرے اور اس وقت تک بددعا کرتا رہوں گا جب تک کہ تو غرق نہ ہو جائے۔ اگر خدا نے تجھے غرق نہ کیا تو میں خدا کو خدا نہیں مانوں گا (العیاذ باللہ)۔ ایسے شخص کا کیا حکم ہے جبکہ وہ پانچ وقت کی نماز پابندی سے پڑھتا ہے؟

۳۔　غیر مسلم سے سودی قرض لے کر تبلیغ کے لئے جانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... مسئولہ صورتوں کی پہلی صورت میں شریعت مطہرہ کو غلط کہنے والا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا اسے تجدید ایمان ونکاح اور اپنے ان کفریہ کلمات پر کثرت سے توبہ واستغفار کرنا چاہئے۔

دوسری صورت میں اپنی خواہشات کی تکمیل پر ایمان کو موقوف کرنا بڑی بدبختی اور موجب کفر ہے۔ یہ الفاظ کہنے والے پر بھی تجدید ایمان ونکاح لازم ہے اور آئندہ کے لئے ایسے بیہودہ کلام سے اجتناب کرنا چاہئے۔

تیسری صورت میں سودی قرض لے کر تبلیغ میں جانا جائز نہیں کیونکہ سود سے بچنا ہر حال میں واجب ہے اور تبلیغ کے لئے یہ ضروری نہیں کہ دور دراز مقام کے سفر کئے جائیں، رقم موجود نہ ہونے کی صورت میں اپنے مقام پر رہتے ہوئے بھی یہ کام کیا جا سکتا ہے۔

لما فی شرح الفقہ الاکبر (ص ۱۷۳): قال ماذا الشرع ھذا کفر ...... من اھان الشریعۃ او المسائل التی لابد منھا کفر.

وفیھا ایضاً (ص ۱۹۲): ولا یکفی ان المراد بقول علمائنا لا نجوز تکفیر اھل القبلۃ بذنب لیس مجرد التوجہ الی القبلۃ، فان الغلاۃ من الروافض الذین یدعون ان جبرائیل علیہ السلام غلط فی الوحی فان اللہ تعالی ارسلہ الی علی رضی اللہ عنہ وبعضھم قالوا: انہ الہ وان صلوا الی القبلۃ لیسوا بمؤمنین وھذا ھو المراد بقولہ ﷺ من صلی صلاتنا واستقبل قبلتنا ...... قال القونوی ولو تلفظ بکلمۃ الکفر طائعاً غیر معتقد لہ یکفر لانہ راض بمباشرتہ وان لم یرض بحکمہ.

وفی الاشباہ والنظائر (ص ۹۰) درء المفاسد اولی من جلب المصالح فاذا تعارضت مفسدۃ

ومصلحة فتقدم دفع المفاسد غالبا لان اعتناء الشرع بالمنهيات اشد من اعتنائه بالمامورات ولذا قال عليه السلام واذا امرتكم بشئ فاتوا منه ما استطعتم واذا نهيتكم عن شئ فاجتنبوه، وروی فی الکشف حديثا (لترک ذرة مما نهى الله عنه افضل من عبادة الثقلين).

(۱۴۰) استاد، امام یا والدین کی گستاخی کرنا

سوال... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اگر کوئی شخص اپنے والدین، امام یا استاد کی توہین کرے تو کیا قاضی یا عالم ایسے شخص کو تجدید ایمان اور تجدید نکاح کا حکم دے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... امام، استاد یا والدین کی توہین گناہ کبیرہ ہے جس سے اجتناب واجب ہے البتہ یہ کفر نہیں لہٰذا اگر کسی نے یہ کر لیا تو اس کی وجہ سے تجدید ایمان ونکاح کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔

لما فی قوله تعالى (الاسراء: ۲۳): ولا تقل لهما اف ولا تنهرهما وقل لهما قولا كريما o

وفی احکام القرآن للجصاص (۳/ ۴۹۷): ان الذين ينادونک من وراء الحجرات اكثرهم لايعقلون . وهذه الآيات وان كانت نازلة فی تعظيم النبی وايجاب الفرق بينه وبين الامة فيه فانه تاديب لنا فيمن يلزمنا تعظيمه من والد وعالم.

وفی خلاصة الفتاوی (۴/ ۳۲۴): حق العالم على الجاهل والاستاذ على التلميذ قال كلاهما واحد وهو ان لايفتتح الكلام قبله ولايجلس مكانه ان غاب عنه ولايرد عليه كلامه ولايتقدم عليه فی مشيه.

(۱۴۱) یوں کہنا کہ میں نہیں جانتا کہ کافر جنتی ہے یا جہنمی

سوال... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کہتا ہے کہ "مجھے پتہ نہیں کہ کافر جنت میں جائیں گے یا جہنم میں"۔ ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... ایسا کہنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

لما فی قوله تعالى (زمر: ۷۱): وسيق الذين كفروا الى جهنم زمرا الآية

(هود: ۱۰۶): فاما الذين شقوا ففی النار الآية

وفی التاتارخانية (۵/ ۴۸۷): رجل قال لاادری الكافر فی الجنة او فی النار فانه كافر لانه جاحد لكتاب الله تعالى وقال ابو مطيع سالت اباحنيفة عمن يقول لاادری اين مصير الكافر قال هو جاحد لكتاب الله فهو كافر.

(۱۳۲) یوں کہنا ''مجھے داڑھی اچھی نہیں لگتی'' اس کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے اپنے ایک دوست سے کہا کہ بھائی تم داڑھی کیوں نہیں رکھتے؟ تو اس نے جواباً کہا کہ مجھے داڑھی اچھی نہیں لگتی، اس پر میں نے اسے خوب برا بھلا کہا جس کی وجہ سے وہ مجھ سے ناراض ہو گیا، اب سوال یہ ہے کہ کیا اس طرح کہنے سے میرا دوست اسلام سے خارج تو نہیں ہو گیا؟ اور کیا میرا اسے برا بھلا کہنا درست تھا؟ نیز یہ بتادیں کہ آئندہ ایسے شخص سے تعلقات رکھوں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً: ۱۔ اس طرح کے کلمات کہنے والا سنت کے استہزاء (مذاق اڑانا) یا سنت کی حقارت کی وجہ سے ایسے کلمات کہے تو ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے، اور اگر یہ مقصود نہ ہو بلکہ ویسے ہی کہہ دے تو ایسی صورت میں سخت گناہگار ہوگا جس پر استغفار کرنا ضروری ہے۔

۲۔ آپ کا ایسے شخص کو ملامت کرنا درست تھا۔

۳۔ ایسے شخص سے تعلقات ختم کردینے چاہئیں جب تک کہ وہ اس فعل شنیع سے توبہ تائب نہ ہو جائے۔

لما في القرآن الكريم: فلا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظلمين○ (الانعام: ٦٨)

وفي الجامع لاحكام القرآن للقرطبي (١٢/٤): قال ابن العربي وهذا دليل على ان مجالسة اهل الكبائر لا تحل.

وفي البحر الرائق (١٢١/٥) (ط. ماجدية): ويكفر ... باستخفافه بسنة من السنن.

وفي البزازية على هامش الهندية (٣٢٨/٦): والحاصل انه اذا استخف بسنة او حديث من احاديثه عليه السلام كفر.

وفي الهندية (٢٦٣/٢): من لم يقر ببعض الانبياء عليهم الصلاة والسلام او لم يرض بسنة من سنن المرسلين فقد كفر.

وفي الدر المختار (٢٢٣/٤): وفي الفتح من هزل بلفظ كفر ارتد وان لم يعتقده للاستخفاف فهو ككفر العناد.

وفي الشامية (من هزل بلفظ كفر) اى تكلم به باختياره غير قاصد معناه ... ولا اعتبار التعظيم المنافي للاستخفاف كفر الحنفية بالفاظ كثيرة وافعال تصدر من المنتهكين لدلالتها على الاستخفاف بالدين كالصلاة بلا وضوء عمداً بل بالمواظبة على ترك سنة استخفافا

قلت: ويظهر من هذا ان ما كان دليل الاستخفاف يكفر به وان لم يقصد الاستخفاف لانه لو توقف

علی قصدہ لما احتاج الی زیادۃ عدم الاخلال بما مر لان قصد الاستخفاف مناف للتصدیق

(۱۴۳) داڑھی کی وجہ سے حقارت سے دیکھنا

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی نے داڑھی والے شخص کو صرف اس لئے حقارت سے دیکھا کہ اس نے داڑھی رکھی ہوئی ہے تو شریعت میں ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... اگر کسی شخص کی صرف اس بناء پر تحقیر کی جائے کہ اس نے داڑھی رکھی ہوئی ہے تو یہ سنت کی تحقیر ہے لہٰذا تحقیر کرنے والا یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ واللہ اعلم بالصواب

دلائل المسئلۃ مرت سابقاً فی رقم السوال: ۹۸

(۱۴۴) قرأت سبعہ عشرہ کا انکار

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا قرأت سبعہ عشرہ متواتر ہیں یا اسے صرف قراء کے ہاں متواتر شمار کیا جاتا ہے؟ اور کیا اس کے تواتر کا انکار کفر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... قرأت سبعہ عشرہ قراء اور غیر قراء دونوں کے ہاں متواتر ہیں لہٰذا جو شخص اس کے تواتر کا انکار کرے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

لما فی احکام القرآن للقرطبی (۱/۴۶): وھذہ القراءات المشھورۃ ھی اختیارات اولئک الائمۃ المقراء وکل واحد من ھؤلاء السبعۃ روی عنہ اختیاران أو اکثر وکل صحیح۔ وقد اجمع المسلمون فی ھذہ الاعصار علی الاعتماد علی ماصح عن ھؤلاء الائمۃ مما رووہ ورأوہ من القراءات وکتبوا فی ذلک مصنفات فاستمر الاجماع علی الصواب قال ابن عطیۃ: ومضت الاعصار والامصار علی قراءۃ السبعۃ وبھا یصلی لانھا ثبتت بالاجماع۔

وفی الاتقان للسیوطی (۱/۸۲): القراءات السبع التی اقتصر علیھا الشاطبی والثلاث التی ھی قراءۃ ابی جعفر ویعقوب وخلف متواترۃ معلومۃ من الدین بالضرورۃ وکل حرف انفرد بہ واحد من العشرۃ معلوم من الدین بالضرورۃ انہ منزل علی رسول اللہ لایکابر فی شیء من ذلک الاجاھل۔

(۱۴۵) کسی کو بے ایمان کہنے سے کفر لازم آتا ہے؟

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کوئی شخص کسی کو بے ایمان کہے۔ اس طرح کہنے سے کہنے

والا کافر ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً.....صورت مسئولہ میں اس طرح کہنے سے کفر لازم نہیں آتا ہے البتہ ایسا کہنے والا سزا کا مستحق ہے۔

لما فی الهندیة (۲/۱٦۸): من قذف مسلما بیافاسق وهو لیس بفاسق .. یاخبیث .. یاخائن یازندیق عزر.

وفی الدر المختار مع رد المحتار (۴/۹۹): وعزر الشاتم بیا کافر یاخبیث یاسارق یافاجر.

وفی الشامیة: (یاکافر) لم یقید بکون المشتوم بذلک مسلما لمایذکره بعد.

(۱۲٦) اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرنا

سوال.. کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی زوجہ کو کسی بات پر تین طلاقیں دے دیں شوہر کو بعد میں لوگوں نے کہا کہ آپ تو نماز بھی نہیں پڑھتے بڑے شرم کی بات ہے تمہاری بیوی معاذ اللہ سب تو نمازی تھے۔ اس پر اس شخص نے کہا کہ "نماز کس کی پڑھوں خدا تو مر گیا ہے" (نعوذ باللہ)۔ کیا یہ الفاظ کہنے سے یہ شخص کافر ہو گیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً.....صورت مسئولہ میں ان کلمات کے کہنے سے یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا۔

لما فی التاتارخانیة (۵/۴۶۳): ولو قال لله تعالی شریک أو ولد او زوجة او هو جاهل او عاجز او نقص بذاته او صفاته یکفر.

وفی الهندیة (۲/۲۵۸): یکفر اذا وصف الله تعالی بما لایلیق به او سخر باسم من اسمائه او نسبه الی الجهل او العجز او النقص یکفر.

(۱۲۷) ماں سے نکاح کو حلال سمجھنا

سوال... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گھر کے قریب ایک شخص رہتا ہے اور وہ بظاہر مسلمان لگتا ہے لیکن وہ اپنی ماں سے نکاح کو حلال سمجھتا ہے تو ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً... صورت مسئولہ میں ایسا شخص شریعت مطہرہ کے ایک قطعی حکم سے انکار کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

لقوله تعالی (النساء: ۲۳): حرمت علیکم امهاتکم الآیة.

وفی التاتارخانیة (۵/۵۰۵): سألت اذا اعتقده حلالا وهو حرام؟ قال ینظر ان کان حراما لغیره . وان کان محرم العین فان کانت حرمته ثابتة بدلیل مقطوع به یکفر .. ان ثبت حرمته بدلیل مقطوع به یکفر

وفي الهندية (۲/۲۷۲): اذا كان حراما لعينه انما يكفر اذا كانت الحرمة ثابتة بدليل مقطوع به.

(۱۲۸) کلام مقدس کی بے حرمتی کرنا

سوال... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص کلام مقدس پر پاؤں رکھ دے یا کھڑا ہو جائے تو اس سے وہ کافر ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً... جب کوئی شخص استخفافاً کلام مقدس پر پاؤں رکھ دے یا اس پر کھڑا ہو جائے تو ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

لما في التاتارخانية (۵/۴۹۱): سئل الحسن بن علي عمن وضع رجله على المصحف حالفا هل يكفر فقال نعم ان كان على وجه الاستخفاف.

وفي الهندية (۲/۲۶۶): اذا انكر الرجل آية من القرآن او تسخر بآية من القرآن وفي الخزانة او عاب كفر

(۱۲۹) اولیاء سے مدد مانگنا / اذان سے پہلے صلوۃ وسلام پڑھنا

سوال... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ انبیاء و اولیاء سے مدد مانگنا جائز ہے یا نہیں؟

۲۔ اذان سے پہلے درود و سلام پڑھنا کیسا ہے؟

قرآن و حدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً... انبیاء و اولیاء سے مدد مانگنا ناجائز اور شرک میں داخل ہے۔

۲۔ آنحضرت ﷺ صحابہ یا تابعین سے یا ان کے ادوار میں کہیں سے مروجہ درود و سلام ثابت نہیں ہے بلکہ اس کی ابتدا سلطان ناصر صلاح الدین کے زمانہ میں ۷۸۱ھ میں ہوئی لہٰذا اس کا التزام و اہتمام بدعت ہے جس سے اجتناب واجب ہے۔

لما في روح المعاني (۱۴/۱۶۲): ثم اذا كشف الضر عنكم اذا فريق منكم بربهم يشركون وفي الآية مايدل على ان صنيع اكثر العوام اليوم من الجوار الى غيره تعالى ممن لا يملك لهم بل ولا لنفسه نفعا ولا ضرا عند اصابة الضر لهم واعراضهم عن دعائه تعالى عند ذلك بالكلية سفه عظيم وضلال جديد لكنه اشد من الضلال القديم.

وفي المرقات (۱۰/۵۳): عن ابن عباس قال كنت خلف رسول الله ﷺ يوما فقال يا غلام احفظ الله يحفظك احفظ الله تجده تجاهك واذا سألت فاسأل الله واذا استعنت فاستعن بالله واعلم ان الامة

ولو اجتمعت على ان ينفعوك بشئ لم ينفعوك الا بشئ قد كتبه الله لك وان اجتمعوا على ان يضروك بشئ لم يضروك الا بشئ قد كتبه الله عليك رفعت الاقلام وجفت الصحف

وفي المرقات تحت هذا الحديث: واذا سألت فاسئل الله ... فاسئل الله وحده فان خزائن العطايا عنده ومفاتيح المواهب والمزايا بيده وكل نعمة او نقمة دنيوية او اخروية فانها تصل الى العبد او تندفع عنه برحمته من غير شائبة غرض ولا ضميمة علة لانه الجواد المطلق والغني الذي لا يفتقر واذا استعنت اي اردت الاستعانة في الطاعة وغيرها من امور الدنيا والآخرة

وفي البحر الرائق (١: ٢٦١): والزيادة في الاذان مكروهة.

وفي الدر المختار مع رد المحتار (١: ٣٩٠): التسليم بعد الاذان حدث في ربيع الآخر سنة سبعمائة واحدى وثمانين في عشاء ليلة الاثنين ثم يوم الجمعة.

وفي الشامية: (قوله سنة ٧٨١) كذا في النهر عن حسن المحاضرة للسيوطي ثم نقل عن القول البديع للسخاوي انه في سنة ٧٩١ وان ابتداءه كان في ايام السلطان الناصر صلاح الدين بامره.

(١٣٠) کتب فقہ کی توہین کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کتب فقہ کی توہین کرتا ہے اور کہیں یوں بھی کہتا ہے کہ ان کو جلا دو، یہ فقہ کیا ہے، تو ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً: صورت مسئولہ میں کتب فقہ سے اگر اہل حق کی مشہور ومعتبر کتب مراد ہیں جن میں دین کے ضروری مسائل بیان کئے گئے ہیں اور یہ شخص ان کتب سے نفرت کی بنا پر ایسا کہتا ہے تو اس کے دائرہ اسلام سے خارج ہونے میں کوئی تردد نہیں ہے۔ اور اگر فقہ سے مراد مسائل اجتہادیہ مختلف فیہا ہیں تو اس سے کافر تو نہیں ہوگا البتہ اس کے گمراہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

لما في الروض الازهر (ص ٢٠٣): وفي التتمة من اهان الشريعة او المسائل التي لابد منها كفر

وفي التاتارخانية (٥: ٤٥٥): ان جاء احد الخصمين الى صاحبه بفتوى الائمة فقال صاحبه ليس كما افتوا، او قال لا يعمل بهذا كان عليه التعزير وفي اليتيمة: سئل والدي عن قال يقول لاقول مفتوى الائمة ولا اعمل بفتواهم ما حاله؟ فقال يلزمه التوبة والاستغفار وسئل عن هذا بعضهم فقال: ان كان ذا رأي واجتهاد يرى انه يجتهد رأي نفسه دون رأيهم فهو معذور وان لم يكن يخشى عليه الكفر.

وهكذا بتغيير يسير في الهندية (٢: ٢٧٢)

(۱۳۱) یوں کہنا کہ غلام احمد نبی ہوتا تب بھی میں اسے نہ مانتا

سوال ۔۔ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ غلام احمد قادیانی اگر نبی ہوتا تب بھی میں اسے نہ مانتا اور اس سے مراد اس کی یہ ہے کہ نبی تو عیوب سے پاک ہوتا ہے اور یہ تو ہمہ تن عیب ہے۔ اب ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟ نیز جو شخص قادیانی کو کذاب سمجھنے کے باوجود کافر نہ کہے تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ۔۔۔ صورت مسئولہ میں چونکہ یہ شخص غلام احمد پر تنقید کر رہا ہے اس لئے اس قول سے وہ کافر نہ ہوگا لیکن اگر تنقید مقصود نہیں بلکہ صرف یوں کہے کہ "فلاں شخص اگر نبی ہوتا تب بھی اسے نہ مانتا"۔ ایسے کلمات کہنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا کیونکہ اس کے معنی یہ ہوں گے کہ "اگر اللہ تعالیٰ اسے نبی بنا دیتے تو بھی میں اسے نبی نہ مانتا" گویا اللہ تعالیٰ کے حکم کا انکار کر رہا ہے۔

غلام احمد قادیانی باجماع اہل حق کافر ہے اس لئے اس کے عقیدے کا علم ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی شخص اسے کافر نہ کہے تو وہ خود کافر ہے۔

لما في التاتارخانية (۵/۴۸۷): لو قال فلان نبيا لم اؤمن به فقد كفر. وفي العصرى: لو قال بالفارسية: اگر فلان پیغامبری بودی من باور نكردمی فان اراد به: لو كان فلان رسول الله لم اؤمن به فقد كفر.

وفي الهندية (۲/۲۶۳): ولو قال لو كان فلان نبيا لم اؤمن به فقد كفر كذا في المحيط.

(۱۳۲) "کافر کو کافر کہنا مکروہ ہے" اور "جو کافر کو کافر نہ کہے خود کافر ہے" میں تعارض کا دفعیہ

سوال ۔۔ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت مولانا پالن پوری حقانی صاحب اپنی کتاب "شریعت وجہالت" کے صفحہ نمبر ۴۰۱ پر لکھتے ہیں کہ کسی کافر کو کافر کہنا مکروہ ہے۔ حالانکہ دیوبندی جماعت کے مشہور مناظر مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری اپنی کتاب "اشد العذاب" شائع شدہ دارالعلوم دیوبند کے صفحہ ۱۳ میں تحریر فرماتے ہیں کہ جو کافر کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔ بظاہر دونوں اقوال میں تعارض معلوم ہوتا ہے۔ اس تعارض کا تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ۔۔۔ صورت مسئولہ میں دونوں حضرات کے اقوال میں فرق ہے۔ پہلی صورت سے مراد یہ ہے کہ کسی کی تذلیل کے لئے اسے کافر کہہ کر مخاطب کیا جائے۔ چونکہ شریعت نے بلاوجہ کسی کی تذلیل کی اجازت نہیں دی لہٰذا اسے مکروہ کہا گیا جبکہ دوسری صورت کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص کفریہ عقائد کے باوجود اس کے کفر کا قائل نہ ہو اور اسے کافر نہ کہے تو وہ خود کافر ہے۔

لقوله تعالى (الاسراء: ۷۰): ولقد كرمنا بني آدم الاية

وفي الهندية (۵/۳۴۸): لو قال ليهودي او مجوسي يا كافر يأثم ان شق عليه كذا في القنية

وفي الدر المختار (۳/۶۱۰): وفي القنية قال ليهودي او مجوسي يا كافر يأثم ان شق عليه.

(۱۳۳) سبقت لسانی سے کلمہ کفر کہہ دینا / غلطی سے آیت غلط پڑھ دینا

سوال: … کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کی زبان سے سبقت لسانی سے اللہ تعالی کی نسبت اشرف المخلوقات نکل گیا حالانکہ وہ اشرف الحاکمین کہنا چاہتا تھا، اس پر دوسرے شخص نے فوراً حکم لگا دیا کہ یہ شخص کافر ہو گیا اسے تجدید ایمان ونکاح کرنا چاہئے ۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

۱۔ ایک شخص نے انما المشرکون نجس کے بجائے انما الکافرون نجس پڑھ لیا کیا اس طرح پڑھنے سے ایمان پر کوئی اثر پڑتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً … بصورت مسئولہ میں غلطی سے اللہ تعالی کو "اشرف المخلوقات" کہنے والا کافر نہیں ہوا۔ اور دوسرے شخص کا بلا علم کفر کا حکم لگانا شریعت کے اصولوں کے خلاف اور جہل وجہالت کا نتیجہ ہے جس سے ازحد احتیاط واجتناب کی ضرورت ہے۔

۲۔ آیت غلطی سے پڑھنے کی وجہ سے ایمان پر کوئی اثر نہیں پڑا البتہ جب معلوم ہو جائے تو دوبارہ صحیح طریقے سے پڑھنا چاہئے۔

کما فی الهندیة (۲/۲۷۶): الخاطیٔ اذا جری علی لسانه کلمة الکفر خطأ بان کان یرید ان یتکلم بما لیس بکفر فجری علی لسانه کلمة الکفر خطأ لم یکن ذالک کفرا عند الکل

وفی ردالمحتار (۱/۶۳۰ و ۶۳۱): ان الخطأ اما فی الاعراب … او فی الحروف بوضع حرف مکان آخر … او تقدیمه او تاخیره … والقاعدة عند المتقدمین ما غیر المعنی تغییرا یکون اعتقاده کفرا۔

وفیها ایضا (۴/۲۲۴): ولا یفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامه علی محمل حسن اذا اراد ان یتکلم بکلمة مباحة فجری علی لسانه کلمة الکفر خطأ بلا قصد لا یصدقه القاضی وان کان لا یکفر فیما بینه وبین ربه تعالی۔

(۱۳۴) دعوی مجددیت ومہدیت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نبی کے لئے جیسے دعوی نبوت ضروری ہوتا ہے اسی طرح مجدد اور مہدی کے لئے دعوی مجددیت اور مہدیت ضروری ہے یا نہیں؟ آج کل کئی لوگوں نے مہدی ہونے کا دعوی کیا ہے۔ ان کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً … روایات میں صرف اس بات کا بیان ہے کہ اللہ تعالی ہر صدی کے آخر میں ایک مجدد کو پیدا کرتے ہیں اس کی خاص علامات وغیرہ روایات میں ذکر نہیں لہذا کسی خاص شخص کے بارے میں متعین طور پر کہنا کہ یہ مجدد ہے بہت مشکل ہے اسی طرح اگر کوئی

شخص خود بھی دعویٰ کرے تو وہ قابل قبول ہوگا۔

اور مہدی علیہ السلام کی علامات روایات میں موجود ہیں۔ ان علامات کو دیکھ کر اس وقت کے لوگ پہچان لیں گے کہ یہی مہدی علیہ السلام ہیں اور یہ قیامت کے قریب ہوگا۔ آج کل جو حضرات مہدی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں یہ شخص جھوٹے ہیں۔ ایسا جھوٹا دعویٰ کرنے والے شخص کا مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

لما في سنن ابی داؤد (۲/۲۳۳): عن ابی هريرة فيما اعلم عن رسول الله ﷺ قال ان الله يبعث لهذه الامة على رأس كل مائة سنة من يجدد لها دينها

وفي المشكوة (۲/۴۷۱): عن ام سلمة عن النبي ﷺ قال يكون اختلاف عند موت خليفة وذكر الحديث وفيه فاذا رأى الناس ذلك اتاه ابدال الشام وعصائب اهل العراق فيبايعونه

عن ثوبان قال قال رسول الله ﷺ اذا رأيتم الرايات السود قد جاءت من قبل خراسان فاتوها فان فيها خليفة الله المهدي

وفي الفتاوى الحديثية (ص ۳۰): وسئلت عن طائفة يعتقدون في رجل مات من نحو اربعين سنة انه المهدي الموعود بظهوره آخر الزمان وان من انكر كونه المهدي المذكور فقد كفر فما يترتب عليهم فاجبت بان هذا الاعتقاد باطل وضلالة قبيحة وجهالة شنيعة اما الاول فلمخالفته لصريح الاحاديث التي كادت تتواتر بخلافه واما الثاني فلانه يترتب عليه تكفير الائمة المصرحين في كتبهم بما يكذب هؤلاء في زعمهم وان هذا الميت ليس المهدي المذكور ومن كفر مسلما لدينه فهو كافر مرتد يضرب عنقه ان لم يتب وايضا فهؤلاء منكرون للمهدي الموعود به آخر الزمان. وقد ورد في حديث عند ابي بكر الاسكافي انه ﷺ قال من كذب بالدجال فقد كفر ومن كذب بالمهدي فقد كفر وهؤلاء مكذبون به صريحا فيخشى عليهم الكفر.

(۱۳۵) یارسول اللہ کہنا اور مصافحہ کے وقت انگوٹھا رکھنا کیسا ہے؟

سوال: ...کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض حضرات "صلوٰۃ وسلام" ہمیشہ "یا" کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ کیا شرعاً اس طرح پڑھنا جائز ہے؟

نیز مصافحہ کے وقت ہاتھ دبانا اور انگوٹھے کو دبانا اس خیال سے کہ شاید خضر علیہ السلام ہوں شرعاً کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً: ...درود شریف کے بعد بطور ندا "یارسول اللہ" کہنا یا صلوٰۃ وسلام پڑھنا اگر اس عقیدے سے ہو کہ حضور ﷺ ہر جگہ حاضر و موجود ہیں اور سنتے ہیں یہ عقیدہ خود آپ ﷺ کے ارشادات کے خلاف ہے اور شرعاً ناجائز ہے۔ اس لئے کہ آپ ﷺ کا ارشاد

سنے "جو شخص میرے روضہ پر درود پڑھتا ہے میں خود سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھے فرشتے مجھ تک پہنچاتے ہیں"۔

مصافحہ کے وقت ہاتھ یا انگوٹھا ٹٹولنا اس خیال سے کہ کہیں یہ خضر علیہ السلام تو نہیں بالکل بے اصل ہے شرعاً اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

لما في المشكوة (۱/۸۶): عن ابن مسعود قال قال رسول الله ﷺ ان لله ملائكة سياحين في الارض يبلغوني من امتي السلام.

وفيها ايضا (صـ۸۷): عن ابي هريرة قال قال رسول الله ﷺ من صلى علي عند قبري سمعته ومن صلى علي نائيا ابلغته.

وفي المرقات (۲/۳۳۲): تحت الرواية الاولى: (من امتي عليه السلام) اذا سلموا علي قليلا او كثيرا (وهذا مخصوص بمن بعد عن حضرة مرقده المنور ومضجعه المطهر.

(۱۳۶) کافر کو سلام کرنا یا جواب دینا

سوال... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کافر کو سلام کرنا کیسا ہے، جائز ہے یا نہیں؟ نیز کافر کے سلام کا جواب دینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً... صورت مسئولہ میں کافر کو اگر تعظیماً سلام کیا جائے تو یہ موجب کفر ہے اور اگر تعظیم مقصود نہ ہو بلکہ صرف ملاقات کے وقت محض تحیہ کے طور پر کرے تو بھی مکروہ ہے البتہ اپنی کسی حاجت وضرورت کے لئے کرے تو جائز ہے۔ اور سلام کا طریقہ یہ ہے کہ ان الفاظ سے سلام کرے "السلام علی من اتبع الہدی" اور جواب میں صرف "وعلیک" کہے۔

لما في الهندية (۵/۳۴۸): وقال محمد اذا كتب الى اليهودي او النصراني في الحاجة فاكتب السلام على من اتبع الهدى.

وفي الدر المختار مع رد المحتار (۶/۴۱۲): ويسلم المسلم على اهل الذمة لو له حاجة والا كره هو الصحيح ولو سلم على الذمي تبجيلا يكفر لان تبجيل الكافر كفر.

وفي الشامية: (لو له حاجة) قال في التاتارخانية لان النهي عن السلام لتوقيره ولا توقير اذا كان السلام لحاجة.

(۱۳۷) کیا مولانا کہنا شرک ہے؟

سوال... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے یہاں عادت ہے کہ بڑے علماء دین کو ادب کے ساتھ مولانا

کے لفظ سے مخاطب ہوتا ہے جبکہ عمرو یہ کہتا ہے کہ مولانا کا لفظ امام ؑ ہی کے لئے استعمال کرنا صحیح نہیں اس لئے کہ ہمارے مولی تو صرف اللہ تعالیٰ ہیں۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً۔۔ صورت مسئولہ میں زید کا کسی بھی عالم کے ادب کے لئے مولانا کا لفظ استعمال کرنا صحیح ہے اور عمرو کا قول صحیح نہیں کیونکہ یہ لفظ (مولی) جب مخلوق کے لئے استعمال ہو تو اس سے وہ معنی مراد نہیں ہوتے جو خالق کے لئے استعمال کے وقت مراد ہوتے ہیں۔

لما فی جامع المسانید والسنن (۲۱۵/۱۹)۔۔۔ رسول اللہ ﷺ یقول لعلی یوم غدیر خم: الیس اللہ اولی بالمؤمنین قالوا بلی۔ قال: اللھم من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔

وفی المشکوۃ (ص۵۶۴): عن زید بن ارقم ان النبی ﷺ قال من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔

وفی الھندیۃ (۳۷۸/۵): ولو قال لاستاذہ مولانا لابأس بہ وقد قال علی ؓ لابنہ الحسن قم بین یدی مولاک عنی استاذہ وکذا لابأس بہ اذا قال لمن ھو افضل منہ

(۱۳۸) کافر سے جھاڑ پھونک کرانا

سوال۔۔۔ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مریض پر کافر سے جھاڑ پھونک کرانا جائز ہے یا نہیں؟ میرے ایک دوست کا کہنا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے جبکہ میرا دل اسے تسلیم نہیں کرتا اور مجھے یہ شرک معلوم ہوتا ہے۔ آپ قرآن وسنت کی روشنی میں فیصلہ صادر فرمائیں کہ کس کی بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً۔۔۔ ایسی جھاڑ پھونک جس میں شرکیہ الفاظ ہوں یا جس کے معنی معلوم نہ ہوں جائز نہیں ہے اور کفار کی جھاڑ پھونک عام طور پر ایسی ہی ہوتی ہے لہٰذا اجتناب کرنا چاہئے۔

لما فی الصحیح لمسلم (۲۲۴/۲): عن عوف بن مالک الاشجعی قال کنا نرقی فی الجاھلیۃ فقلنا یارسول اللہ کیف تری فی ذلک فقال اعرضوا علی رقاکم لاباس بالرقی مالم یکن فیہ شرک۔

وفی شرح الفقہ الاکبر (ص۱۵۰): واتفقوا کلھم ایضا علی ان کل رقیۃ وتعزیم او قسم فیہ شرک باللہ فانہ لایجوز التکلم بہ وکذا الکلام الذی لایعرف معناہ لایتکلم بہ لامکان ان یکون فیہ شرک لایعرف۔

(۱۳۹) ارکان اسلام کا انکار

سوال۔۔ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کا کہنا ہے کہ اگر زکوٰۃ ڈھائی فیصد سے زیادہ

یعنی اور روزے ایک مہینے سے زیادہ ہو گئے تو میں نہ زکاۃ ادا کرتا اور نہ ہی روزے رکھتا۔ ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً..... بصورت مسئولہ میں اگر اس شخص کی مراد یہ ہے کہ میرے اندر اس سے زیادہ کی طاقت نہیں لہٰذا میں عمل کی بجا آوری نہیں کر سکتا تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور اگر مقصود اللہ تعالیٰ کے حکم کا انکار ہے تو اس سے یہ شخص کافر ہو جائے گا۔ البتہ ہر صورت اس طرح کے کلمات سے اجتناب کرنا چاہئے۔

لما في التاتارخانية (۵/۴۸۶): لو قال لو امرني الله بالزكاة اكثر من خمسة دراهم او الصوم اكثر من شهر لا افعل فانه كفر.

وفي الهندية (۲/۲۷۰): ولو قال هذه الطاعات جعلها الله علينا عذابا ان تاول ذلك لا يكفر.

وفي الهندية (۲/۲۵۸): اذا قال لو امرني الله بكذا لم افعل فقد كفر كذا في الكافي.

(۱۴۰) بغیر تحقیق کفر کا فتویٰ

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی عالم بغیر تحقیق کسی پر کفر کا فتویٰ لگائے تو یہ فتویٰ دینا کیسا ہے؟ کیا شریعت کی رو سے جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً..... کسی عالم یا مفتی کے لئے بغیر تحقیق کسی پر کفر کا فتویٰ دینا جائز نہیں ہے بلکہ اگر اس کے قول یا فعل کی کوئی اچھی تاویل ممکن ہو تو اس پر محمول کرنا چاہئے۔

لما في الهندية (۲/۲۸۳): اذا كان في المسئلة وجوه توجب الكفر ووجه واحد يمنع فعلى المفتي ان يميل الى ذلك الوجه.

وفي الدر المختار مع رد المحتار (۳/۲۲۳): قال في البحر وقد الزمت نفسي ان لا افتي بشيء منها.

وفي الشامية: روى الطحاوي عن اصحابنا لا يخرج الرجل من الايمان الا جحود ما ادخله فيه ثم ما تيقن انه ردة يحكم بها وما يشك انه ردة لا يحكم بها اذ الاسلام الثابت لا يزول بالشك مع ان الاسلام يعلو وينبغي للعالم اذا رفع اليه هذا ان لا يبادر بتكفير اهل الاسلام مع انه يقضي بصحة اسلام المكره..... وفي الفتاوى الصغرى: الكفر شيء عظيم لا اجعل المؤمن كافرا متى وجدت رواية انه لا يكفر

(۱۴۱) علم غیب اور فالنامہ

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جنات کے ذریعے غیب کی باتیں بتانا کیسا ہے؟ جو شخص

ہاتھ کی لکیروں یا پرندوں کے ذریعے سے فال نکالتا ہے جو کہ لکڑ ہارے کے فن میں بندی ہوتی ہے پھر پرندہ اس لفافے کو نکالتا ہے تو کیا ایسا شخص کافر ہے یا فاسق؟ وضاحت فرمائیں۔

نیز رسول اللہ ﷺ سے علم غیب کی نفی مع الادلہ واضح فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً: ۱۔ جنات کے ذریعے غیب کی باتیں بتانا جائز نہیں ہے کیونکہ جنات کو خود علم غیب حاصل نہیں ہے البتہ ان کی باتوں میں ایک آدھ بات سچی اور باقی سب جھوٹ ہوتا ہے اور جنات کے ذریعے لوگوں کو غیب کی خبریں بتانے سے لوگوں کے اذہان میں اوہام پیدا ہوتے ہیں جس سے لوگوں کے عقائد خراب ہوتے ہیں لہٰذا یہ ناجائز ہے۔

۲۔ حضور ﷺ سے علم غیب کی نفی نصوص قطعیہ سے ثابت ہے کیونکہ غیب کا علم اللہ تعالیٰ کی خاصیت ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ کی صفات علیم، عالم، علام، اعلم، علیم بذات الصدور، عالم الغیب والشہادۃ، علام الغیوب اور اللہ اعلم بما یکتمون ہیں۔

۳۔ جو شخص فال نکالتا ہے اور اس کا عقیدہ یہ ہو کہ میں علم غیب سے واقف ہوں تو ایسا شخص کافر ہے اور اگر اس کا عقیدہ یہ نہیں ہے بلکہ صرف کاروبار کیلئے ایسا کرتا ہے تو یہ شخص فاسق و گناہگار ہے کیونکہ اس سے لوگوں کے عقائد پر برا اثر پڑتا ہے۔

لقوله تعالى (سورة البقرة: ۳۳): انى اعلم غيب السموات والارض واعلم ما تبدون وما كنتم تكتمون ٥

(سورة الانعام: ۵۹): وعنده مفاتح الغيب لا يعلمها الا هو الاية

(هود: ۱۲۳): ولله غيب السموت والارض واليه يرجع الامر كله الاية

(كهف: ۲۶): له غيب السموت والارض ابصر به واسمع الاية

(النحل: ۷۷): ولله غيب السموت والارض وما امر الساعة الا كلمح البصر الاية

(الانعام: ۵۰): قل لا اقول لكم عندى خزائن الله ولا اعلم الغيب ولا اقول لكم انى ملك ان اتبع الا ما يوحى الى الاية

(الاعراف ۱۸۸): ولو كنت اعلم الغيب لاستكثرت من الخير الاية

(لقمان: ۳۴): ان الله عنده علم الساعة وينزل الغيث ويعلم ما فى الارحام وما تدرى نفس ماذا تكسب غدا وما تدرى نفس باى ارض تموت الاية

وفى المشكوة (ص ۳۹۲): وعن عائشة قالت سأل اناس رسول الله ﷺ عن الكهان فقال لهم رسول الله ﷺ انهم ليسوا بشيء قالوا يا رسول الله فانهم يحدثون احيانا بالشيء يكون حقا فقال رسول الله ﷺ تلك الكلمة من الحق يخطفها الجنى فيقرها فى اذن وليه قر الدجاجة فيخلطون فيها اكثر من مائة كذبة متفق عليه.

وفيها ايضا (ص۳۹۳): عن ابي هريرة قال قال رسول الله ﷺ من اتى كاهنا فصدقه بما يقول فقد برئ مما انزل على محمد.

قال الملا علي القاري نحته في المرقات (۹/ ۱۷): (فقد برئ مما انزل الخ) اى كفر وهو محمول على الاستحلال او على التهديد والوعيد.

وفي النبراس (ص۵۷۵): خامسها خبر الكاهن لانه مما يخبره الجن عن مشاهدة او سماع عن الملائكة الذين عرفوا الكوائن المستقبلة بالوحي ثم نقول قد نطق كثير من الاحاديث واقوال السلف بكفر المنجم والكاهن ومن يصدقهما وذكر غير واحد من المحققين ان التكفير خاص بمن يدعي علم الغيب او يزعم النجوم مدبرة بالاستقلال او يزعم الجن عالمة بالغيب .... قلت ومع هذا ليس الاشتغال بالنجوم والكهانة وتصديقهما من فعل الصالحين ولا شك ان فيها اخلالا بعقائد ضعفاء المسلمين لزعمهم ان المخبر عالم بالغيب.

وفي شرح الاكبر (ص۱۵۱): وبالجملة العلم بالغيب امر تفرد به الله تعالى لا سبيل اليه للعباد الاباعلام منه.

وفيه ايضا (ص۱۴۹): ومنها ان تصديق الكاهن بما يخبر من الغيب كفر لقوله تعالى قل لايعلم من في السماوات والارض الغيب الاالله ولقوله عليه السلام من اتى كاهنا فصدقه بما يقول فقد كفر بما انزل على محمد . ثم الكاهن هو الذي يخبر عن الكوائن في مستقبل الزمان ويدعي معرفة الاسرار في المكان.

وفي التفسير المنير (۲۳/ ۱۹۰): ليس لاحد من الملائكة والجن والانبياء والناس ادعاء علم الغيب وانما ذلك مختص بالله تعالى.

وفي الدر المختار مع رد المحتار (۳/ ۲۳۲): والكاهن لما في مختصر النهاية للسيوطي من يتعاطى الخبر عن الكائنات في المستقبل ويدعي معرفة الاسرار ......والحاصل ان الكاهن من يدعي معرفة الغيب باسباب وهي مختلفة فلذا انقسم الى انواع متعددة كالعراف والرمال والمنجم وهو الذي يخبر عن المستقبل بطلوع النجم وغروبه والذي يضرب بالحصى والذي يدعي ان له صاحبا من الجن يخبر عما سيكون والكل مذموم شرعا محكوما عليهم وعلى مصدقهم بالكفر وفي البزازية يكفر بادعاء الغيب وباتيان الكاهن وتصديقه.

(۱۴۲) عالم دین کے ساتھ بغض رکھنا

سوال... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک صاحب علم کی فضیلت پر بیان کر رہے تھے، بیان کرتے ہوئے انہوں نے ایک بات یہ بیان کی کہ اگر کوئی شخص عالم دین کے ساتھ بغض رکھے تو وہ اس کی وجہ سے کافر ہو جاتا ہے، کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً... صورت مسئولہ میں مذکورہ شخص کا یہ کہنا اس اعتبار سے صحیح ہے کہ اگر کوئی شخص کسی عالم دین سے اس کے عالم ہونے کی بناء پر بغض رکھے تو اس کے دائرہ اسلام سے خارج ہونے میں کوئی تردد نہیں ہے، البتہ اگر علم کے علاوہ کسی اور وجہ سے ایسا کرتا ہے تو پھر وہ کافر نہ ہوگا تاہم کسی مسلمان خصوصاً عالم دین سے بغض رکھنا درست نہیں، لقوله عليه السلام ولا تباغضوا ولا تحاسدوا الخ

لما في شرح الفقه الأكبر (ص ۱۷۳) وفي الخلاصة من ابغض عالما من غير سبب ظاهر خيف عليه الكفر. قلت: الظاهر انه يكفر لانه اذا ابغض العالم من غير سبب دنيوي او اخروي فيكون بغضه لعلم الشريعة ولاشك في كفر من انكره فضلا عمن ابغضه

وفي رد المحتار (۴/۲۲۳): ذكر في شرحه على الملتقى ايضا انه على وجه المزاح يعزر فلو بطريق الحقارة كفر لان اهانة اهل العلم كفر على المختار.

(۱۴۳) عالم کی تضحیک کا حکم

سوال... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی عالم دین کی تضحیک کرنا اور اسے مذاق کا نشانہ بنانا اس کے لئے ایسے الفاظ کا استعمال کرنا جو عرف میں برے سمجھے جاتے ہیں مثلاً عالم کو "ملّا" یا "مُلّا اول" کہنا جبکہ عرف میں یہ لفظ جاہل اور بدتہذیب لوگوں کو کہا جاتا ہے، کیا حکم رکھتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً... صورت مسئولہ میں ایسے شخص کے بارے میں کفر کا اندیشہ ہے لہٰذا ایسے کلام سے اجتناب کرنا چاہئے۔

لما في التاتارخانية (۵/۵۰۸): وفي الذخيرة ومن شتم عالما او فقيها من غير سبب خيف عليه الكفر

وفي الهندية (۲/۲۷۰): ويخاف عليه الكفر اذا شتم عالما او فقيها من غير سبب.

(۱۴۴) عالم دین کو مسجد کا میراثی کہنے کا حکم

سوال... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک صاحب نے ایک عالم کے بارے میں یوں کہا کہ

مخالفت میں دلائل دینا شروع کردیے کیا یہ حضرات اپنے تئیں اسے دانشمندی گردانتے ہیں یہ کیسی دانشمندی ہے جو دین کو کمزور کرنے کے مترادف ہے کیونکہ لوگ اس طرح کی باتوں کی وجہ سے دین سے متنفر ہوں گے یہ ہمارا اپنا نقصان ہے اس طرح کی باتوں سے ہم کس کا کیا بگاڑ رہے ہیں اس معاملہ میں وہ لوگ بھی برابر کے شریک ہیں جو کسی داڑھی والے شخص یا کسی مدرسہ سے وابستہ شخص کی برائی کو علماء کی برائی قرار دے کر اسے کئی دنوں تک اخبارات کی زینت بناتے ہیں اور اتنا معلوم کرنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کرتے کہ وہ کون تھا واقعی عالم تھا یا مدرسہ کا بادرچی، اور ستم بالائے ستم یہ کہ اپنی غلطی ماننے کو تیار بھی نہیں ہوتے۔

آخری گزارش! اگر واقعی ایسا ہے کہ کسی جگہ کوئی ایسا شخص ہے جس نے علماء کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے اور اس کے کام علماء کے طریقے کے خلاف ہیں تو آپ بتائیں آپ اس کی اصلاح چاہتے ہیں؟ یا اسے مزید بربادی کی طرف دھکیلنا چاہتے ہیں؟ اگر اصلاح مقصود ہو تو جگہ جگہ مجالس میں بیٹھ کر کسی کی برائی بیان کرنا یہ اصلاح کا طریقہ نہیں اگر اس طرح کی کوئی مثال موجود ہو کہ اس روش پر کسی کی اصلاح ہوئی ہو تو آپ بتادیں بلکہ اصلاح کا طریقہ یہ ہے کہ آپ جس کی اصلاح چاہتے ہیں اسے نرمی سے علیحدگی میں سمجھائیں خود نہیں سمجھا سکتے تو اس کیلئے کسی ایسے شخص کا انتخاب کریں جو یہ کام احسن طریقے سے پورا کر سکے اور اگر آپ سے یہ کام نہیں ہو سکتا تو بلاوجہ غیبت کرکے اپنی نیکیاں برباد نہ کریں بلکہ آپ اس معاملے کو چھوڑ دیں جیسا کہ آپ بہت سے معاملات پر اس لئے خاموش رہتے ہیں کہ آپ کے اظہار خیال کا کوئی فائدہ نہیں ہے ایسے ہی اسے بھی سمجھ لیجئے کہ آپ کے بولنے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ اگر آپ سے اچھا کام نہیں ہو سکتا تو برائی نہ پھیلائیں یہی آپ کے اور آپ کے مسلمان بھائیوں کے حق میں بہتر ہے اور اگر خاموش بھی نہیں رہ سکتے تو کم سے کم اتنا ضرور کیجئے کہ اس فرد واحد کی برائی کریں نہ کہ اس برائی میں تمام علماء کو شامل کریں جیسا کسی ادارے میں اگر کوئی ایک شخص خراب ہو تو آپ اسے ہی برا شمار کرتے ہیں اور اگر کوئی دوسرا بھی اس ادارے کی برائی کرے تو آپ اسے سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ سارا ادارہ ایسا نہیں بلکہ یہ سارا کیا دھرا اسی شخص کا ہے اگر یہ یہاں سے فارغ ہو جائے تو یہ ادارہ بالکل صحیح ہے تو یہی معاملہ یہاں بھی کیجئے حالانکہ ہو سکتا ہے کہ کسی ادارے کا فارغ کرنے سے آپ کو کوئی فائدہ نہ ہو جب کہ اس معاملے میں اگر آپ نے دین کی نصرت کی نیت کر لی تو آپ کے ہمیشہ کام آنے والی چیز کا سودا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس پر اجر جزیل عطا فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

لما في الأشباه والنظائر (ص ۱۹۱): الاستهزاء بالعلم والعلماء كفر.

وفي المحيط البرهاني (۷/ ۳۲۰): وإذا خاصم فقيها في حادثة وبين الفقيه له وجها شرعيا فقال ذلك المخاصم اين دانشمندی بود او قال دانشمندی مكن كه پيش نرود يخاف عليه الكفر وإذا قال لفقيه ذي دانشمندك او قال لعلوي اي علويك لا يكفر ان لم يكن قصد الاستخفاف بالدين.

وفي خلاصة الفتاوى (۳۸۸/۴): ومن ابغض عالما بغير سبب ظاهر خيف عليه الكفر ... نقل عن الامام الفضلي ان فقيها شكى اليه وقال اقال رجل: دمزه اينجاماندى وفي لكتاب تركه فاعر الفضلي بقتله

لما في احكام القرآن للقرطبي (۷/۱۳): فلا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظالمين. قال ابن العربي وهذا دليل على مجالسة اهل الكبائر لا تحل.

وفي الهندية (۱/۸۵): وتجوز امامة الاعرابي ... والفاسق ... الا انها تكره.

وفيها ايضاً (۲/۲۷۰): من ابغض عالماً من غير سبب ظاهر خيف عليه الكفر.

وفي رد المحتار (۵/۴۸۳): وترد شهادة من يظهر سب السلف لانه يكون ظاهر الفسق. وقال الزيلعي او يظهر سب السلف يعني الصالحين منهم وهم الصحابة والتابعون لان هذه الاشياء تدل على قصور عقله وقلة مروءته.

(۱۴۷) بے نمازی اور اس کے ساتھ تعلق رکھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بے نمازی کو کامل مسلمان سمجھنا اور اس کے گھر کا کھانا کھانے اور اس کے ساتھ تعلقات رکھنے کا شرعاً حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً: جان بوجھ کر شخص اپنی سستی کی وجہ سے نماز نہ پڑھنا بہت بڑا گناہ ہے، قرآن وحدیث میں ایسے شخص کے متعلق بہت سخت وعیدیں آئی ہیں تاہم ایسا شخص ایمان سے نہیں نکلتا بلکہ مؤمن ہی رہتا ہے گو کامل ایمان نہ ہو لہٰذا یہ گناہوں کی سزا بھگتنے کے بعد ضرور جنت میں جائے گا اور چونکہ یہ مؤمن ہے اس لئے دوسرے مسلمانوں پر اس کے حقوق (عیادت، جنازہ وغیرہ) ادا کرنا بھی لازم ہے اور عام حالات میں اس کے ساتھ تعلقات رکھنا، اس کے گھر کا کھانا کھانا جب کہ اس میں کوئی دینی نقصان نہ ہو جائز ہے، البتہ اگر دینی امید سے اس سے قطع تعلق کرنا کہ شاید اس طرح وہ نماز ودین کا پابند ہو جائے مؤثر ہے بلکہ اگر اس طریقے سے اس کے نماز اور دین کے پابند ہونے کا غالب گمان ہو تو اس وقت یہ قطع تعلقی ضروری ہوگی۔ اسی طرح اگر اس سے تعلقات رکھنے میں غالب گمان یہ ہو کہ اس طرح یہ نماز ودین کا پابند ہو جائے گا تو پھر تعلقات رکھنا مناسب ہے۔

لما في تكملة فتح الملهم (۵/۳۵۶): وحاصل ذلك ان الهجران انما يحرم اذا كان من جهة غضب نفساني اما اذا كان على وجه التغليظ على المعصية والفسق او على وجه التاديب كما وقع مع كعب بن مالك وصاحبيه او كما وقع لرسول الله ﷺ مع ازواجه او لعائشة مع ابن الزبير رضي الله عنهم فانه ليس من الهجران الممنوع.

وفي الهندية (۱/۵۰): ولا يقتل تارك الصلوة عامداً غير منكر وجوبها بل يحبس حتى يحدث توبة.

وفي الشامية (۶/۳۸۸): (قوله وجاز عيادة فاسق) وهذا غير حكم المخالطة ذكر صاحب الملتقط يكره للمشهور المقتدى به الاختلاط برجل من اهل الباطل والشر الا بقدر الضرورة لانه يعظم امره

﴿فصل فی السنة و البدعة﴾

(سنت اور بدعت کے بیان میں)

(۱۵۰) قبروں پر چادریں چڑھانا اور اس کی چوری کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے بلکہ پورے پاکستان میں یہ رواج ہے کہ لوگ بزرگوں اور عام مردوں کی قبروں پر چادر ڈالتے ہیں۔ آیا قبر پر چادر ڈالنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز اگر کوئی اس کی چوری کرے تو اس پر شرعی حد یعنی ہاتھ کاٹا جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً: قبروں پر چادریں چڑھانا خواہ بزرگوں کی قبر ہو یا عام لوگوں کی ہر صورت میں ناجائز ہے۔ اور اگر کوئی یہ چادر چوری کرے تو اس کے ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے کیونکہ یہ غیر محفوظ مال ہے۔

لما في الهندية (۲/۱۷۰): وهي في الشرع اخذ العاقل البالغ نصابا محرزا او ما قيمته نصاب ملكا للغير لا شبهة له فيه على وجه الخفية

وفي الشامية (۲/۲۳۸): تكره الستور على القبور.

(۱۵۱) بارش کے لئے مزارات پر جانور ذبح کرنا / مصیبت کے وقت اذان دینا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں یہ رواج ہے کہ جب قحط سالی ہو جائے اور بارشیں بند ہو جائیں تو بارش کے لئے مزارات پر جانور ذبح کئے جاتے ہیں۔ کیا شرعاً ایسا کرنا صحیح ہے؟ نیز مصیبت کے وقت اذان دینا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً: صورت مسئولہ میں جانور اگر تقرب الی غیر اللہ (غیر اللہ کی رضا و خوشنودی) کے لئے ذبح کیا تو وہ جانور حرام ہوگا۔ اور اگر تقرب الی اللہ مقصود ہو اور جانور ذبح کرتے وقت بھی اللہ تعالیٰ کا ہی نام لیا ہو تو جانور حلال ہوگا لیکن دونوں صورتوں میں مزارات پر جانور ذبح کرنا ناجائز و بدعت ہے جس کا کوئی ثبوت خیر القرون سے نہیں پایا جاتا اس لئے اس سے احتراز لازم ہے۔

نیز مصیبت کے وقت اذان دینا مستحب ہے۔

لما في احكام القرآن للقرطبي (۲/۲۲۳): "وما اهل به لغير الله" اي ذكر عليه غير اسم الله تعالى

وجرت عادة العرب بالصياح باسم المقصود بالذبيحة وغلب ذلك في استعمالهم حتى عبر به عن

لما في علة التحريم.

وفي روح المعاني (۲/۴۲): (وما اهل لغير الله) اي ماوقع متلبسا به اي بذبحه الصوت لغير الله تعالى ... والمراد بغير الله تعالى الصنم وغيره كما هو الظاهر

وفي الدر المختار (۲/۳۸۵): وفي حاشية البحر للخير الرملي رأيت في كتب الشافعية انه قد يسن الاذان لغير الصلوة كما في اذان المولود والمهموم والمصروع.

(۱۵۲) وعظ ونصیحت کے لئے دن متعین کرنا

سوال۔۔۔ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے بڑے بھائی ہر جمعرات کو تبلیغی مرکز جاتے ہیں میں نے ان سے کہا کہ یہ بھی بدعت ہے لیکن وہ نہیں مانے بلکہ مجھے دلائل دینے شروع کر دیئے۔ کیا اس طرح جانا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً۔۔۔۔ وعظ ونصیحت کے لئے کسی دن کو مقرر کر لینا درست اور خیر القرون سے ثابت ہے۔

لما في الصحيح للبخاري (۱/۱۶): عن ابي وائل قال كان عبدالله يذكر الناس في كل خميس فقال له رجل يا ابا عبدالله لوددت انك لو ذكرتنا كل يوم قال اما انه يمنعني من ذلك اني اكره ان املكم واني اتخولكم بالموعظة كما كان النبي ﷺ يتخولنا بها مخافة السامة علينا.

وفي فيض الباري تحت هذا (۱/۱۶۰): ان هذه التعينات لاتعد بدعة والبدعة عندي مالاتكون مستندة الى الشرع وتكون ملتبسة بالدين.

(۱۵۳) عاشورہ کے دن سرمہ لگانا

سوال۔۔۔۔ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عاشورہ کے دن سرمہ لگانے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیونکہ میری والدہ مجھے عاشورہ کے دن سرمہ لگانے کی بہت زیادہ تاکید کرتی ہیں آپ شریعت کی رو سے اس کا حل بتلائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً۔۔۔۔ سرمہ لگانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے، اور سرمہ لگانے کا کوئی خاص دن متعین نہیں ہے جب چاہے لگا سکتے ہیں۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر کوئی شخص ہر روز سرمہ لگاتا ہو اور وہ عاشورہ کے دن بھی لگائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص خاص یوم عاشورہ ہی کے دن سرمہ لگائے، اور اس کو ضروری یا سنت سمجھے، اور نہ لگانے والے پر طعن وتشنیع کرے تو یہ درست نہیں۔ اس سے اجتناب بہر حال لازم ہے۔

لما في البحر الرائق (۲/۴۷۰): الاكتحال في يوم عاشوراء لاباس به.

وفي المقاصد الحسنة (۱/۲۰۱): من اكتحل بالاثمد يوم عاشوراء لم ترمد عينه ابداء الحاكم

ہیں اور وہاں نمک رکھا ہوتا ہے وہ چاٹتے ہیں۔ اب یہ سے گھر والے بھی چادر چڑھانے کا مطالبہ کرتے ہیں آپ بتائیں کہ شرعاً ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً ... اولیاء اللہ کے مزارات پر چادریں چڑھانا فعل بے اصل اور بدعت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے ثابت نہیں ورنہ اس وقت اولیاء اللہ بھی تھے لوگوں کو ان سے محبت بھی تھی اور چادریں بھی دستیاب تھیں۔ اگر اس فعل میں شرعاً کوئی خوبی ہوتی تو صحابہ کرام ضرور اس کام کو کرتے لیکن ان سے جب یہ فعل ثابت نہیں تو معلوم ہوا کہ اس فعل میں کوئی خوبی نہیں بلکہ یہ بدعت ہے۔ اور وہاں کا نمک چاٹنا بھی درست نہیں۔

لما في مختصر تفسير ابن كثير (٢ / ٣٥٠): ولا تقولوا لما تصف ألسنتكم الكذب هذا حلال وهذا حرام الآية (النحل ١١٦)، ويدخل في هذا كل من ابتدع بدعة ليس له فيها مستند شرعي.

وفي المشكوة (صـ ٢٧): عن عائشة رضي الله عنها قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من احدث في امرنا هذا ما ليس منه فهو رد.

قال الملا علي القاري في المرقات تحته (١ / ٢١٥): قال القاضي المعنى من احدث في الاسلام رأيا لم يكن له من الكتاب والسنة سند ظاهر او خفي ملفوظ او مستنبط فهو مردود عليه ... وفي رواية مسلم من عمل عملا اي من اتى بشيء من الطاعات او بشيء من الاعمال الدنيوية والاخروية سواء كان محدثا او سابقا على الامر ليس عليه امرنا اي وكان من صفته انه ليس عليه اذننا بل اتى به على حسب هواه فهو رد اي مردود غير مقبول.

(١٥٥) وضوء میں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر انگوٹھے چومنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ وضوء میں انگوٹھوں کا چومنا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک پر انگوٹھوں کا چومنا اور اللہ تعالیٰ کے نام پر چومنا جائز ہے یا نہیں۔ میرے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ اگر آپ علیہ السلام کے نام نامی پر یہ حکم ہے تو اللہ کے نام پر بھی ایسا ہی ہونا چاہیے۔ آپ وضاحت فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ... وضوء میں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک پر انگوٹھے چومنے کی شرعاً کوئی حقیقت نہیں بلکہ یہ خود ساختہ عمل ہے جو شریعت میں قابل قبول نہیں، نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر انگوٹھے چومنے سے متعلق جو احادیث پیش کی جاتی ہیں ان میں کوئی حدیث بھی صحیح نہیں ہے۔

لما في المشكوة (صـ ٢٧): عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ من احدث في امرنا هذا ما ليس منه فهو رد.

یحیی بن حکیم عن سلیمان بن ابی عبداللہ قال ادرکت المہاجرین الاولین یعتمون بعمائم کرابیس سود و بیض و حمر و خضر وصفر ... (رقم: ۲۵۴)

وفی خلاصۃ الفتاوی (۳/۳۵۴): مسئلہ در بستن دستار سنت آنست کہ سفید باشد بی آمیزش رنگ دیگر ودستار مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات سفید بود و گاہی دستار سیاہ واحیانا سبز بعضے گفتہ اند در وقت جنگ وغزا برسر مبارک صلی اللہ علیہ وسلم دستار سیاہ بود....... ودر بعض کتب معتبرہ نوشتہ اند شخصی کہ خودرا اکثر اوقات بلباس سیاہ وسبز مشہور بگرداند مکروہ وممنوع است.

وفی المستدرک علی الصحیحین (۴/۵۸۳): کتاب الفتن والملاحم: حدثنا علی بن حمشاد العدل ... عن عطاء بن ابی رباح قال: کنت مع عبداللہ بن عمر فاتاہ فتی یسالہ عن اسدال العمامۃ (الحدیث) ... ثم أمر عبدالرحمن بن عوف بتجہز لسریۃ بعثہ علیہا واصبح عبدالرحمن قد اعتم بعمامۃ من کرابیس سوداء فأدناہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم نقضہ وعممہ بعمامۃ بیضاء وأرسل من خلفہ اربع اصابع او نحو ذلک وقال "ہکذا یا ابن عوف اعتم فانہ اعرب واحسن" الحدیث.

وفی مرقاۃ المصابیح (۴/۱۳۷): وفیہ اشارۃ إلی أن کل سنۃ تکون شعار أہل البدعۃ ترکہا اولی.

وفی احیاء علوم الدین (۲/۲۱۵): وبہذہ العلۃ نقول بترک السنۃ مہما صارت شعارا لأہل البدعۃ خوفا من التشبہ بہم.

(۱۵۷) قبروں کا طواف کرنا اور منگھو پیر کے چشمے سے غسل کرنا

سوال... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ مجھے ایک دفعہ میرے دوست ایک مزار پر لے گئے اگرچہ عام حالات میں میں مزاروں پر نہیں جاتا۔ جب میں وہاں پہنچا تو دیکھا لوگ مزار کے گرد چکر لگا رہے تھے گویا طواف کر رہے تھے۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا قبروں کا طواف کرنا شرعا صحیح ہے؟

نیز منگھوپیر کے چشمے میں غسل کرنے سے صحت یاب ہونے کو بابا کی کرامت سمجھنا اور یہاں غسل کرنا کیسا ہے؟ واضح جواب دیکر میرے خلجان کو دور فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً... انبیاء وصلحاء کی قبور کا طواف خالص بدعت اور حرام ہے کیونکہ طواف عبادت ہے اور حضور ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ انبیاء وصلحاء کی قبور کو عبادت گاہ بنایا جائے اور شریعت میں طواف جیسی عبادت صرف بیت اللہ کے ساتھ خاص ہے لہذا اس

سے بچنا اجتناب ضروری ہے۔

نیز مقامی لوگوں کے عقیدے میں اگر یہی اعتبارات ایسے اثرات رکھتی ہوں جو کسی مرض سے شفاء کا سبب بنتے ہوں جیسا کہ سوال سے معلوم ہوتا ہے تو اس اعتبار سے غسل درست نہیں ہے۔ حسب تحریر بالا بطور تبرک سمجھ کر شفاء کے لئے غسل کرنا شرعاً درست نہیں کیونکہ شفاء صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

۱ لقوله تعالى (الحج: ۲۹) وليطوفوا بالبيت العتيق ۞

وفي المشكوة (ص۶۹): عن عائشة ان رسول الله ﷺ قال في مرضه الذي لم يقم منه لعن الله اليهود والنصارى اتخذوا قبور انبيائهم مساجد. وعن جندب قال سمعت النبي ﷺ يقول الا وان من كان قبلكم كانوا يتخذون قبور انبيائهم وصالحيهم مساجد الا فلا تتخذوا القبور مساجد اني انهاكم عن ذلك.

وفي المرقات (۲/۲۰۲) تحت هاتين الروايتين: سبب لعنهم اما لانهم كانوا يسجدون لقبور انبيائهم تعظيما لهم وذلك هو الشرك الجلي والتوجه الى قبورهم حالة الصلاة نظرا منهم بذلك الى عبادة الله.

۲ قال الله تعالى (الشعراء: ۸۰): واذا مرضت فهو يشفين ۞

وفي احكام القرآن للقرطبي (۱۳/۱۱۰) تحت هذه الآية: فالمرض والشفاء من الله عز وجل.

(۱۵۸) چالیس روز تک قبر پر تلاوت اور خیرات کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں یہ رواج ہے کہ کسی کے انتقال کے بعد چالیس روز تک اس کی قبر پر تلاوت کی جاتی ہے۔ کیا شرعاً ایسا کرنا جائز ہے؟ اسی طرح یہ لوگ چار جمعے یا سات جمعے کرتے ہیں اور اس کے ساتھ قرآن مجید کا ختم کرتے ہیں، اور ایک یا دو پارے پڑھنے پر پڑھنے والوں کو دس یا بیس روپے دیتے ہیں۔ نیز سال ختم ہونے پر بھی ایسا ہی کرتے ہیں اور ساتھ میں خیرات بھی کرتے ہیں۔ اب اس صورت حال میں کچھ لوگ غریب بھی ہوتے ہیں جن میں اتنا خرچ کرنے کی طاقت نہیں ہوتی لیکن رواج کی وجہ سے مجبوراً ایسا کرتے ہیں۔ شرعاً ان تمام امور کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً: میت کے ایصال ثواب کے لئے قرآن مجید کی تلاوت گھر یا قبر پر دونوں صورتوں میں جائز ہے اور موجب ثواب ہے۔ اسی طرح صدقہ وخیرات کا ثواب بھی میت کو پہنچتا ہے لیکن سوال میں مروجہ طریقے میں کئی خرابیاں پائی جاتی ہیں جن کی وجہ سے یہ امور ناجائز ہوں گے۔

اول: یہ لوگ چالیس روز تک تلاوت، چار جمعے، سات جمعے اور سال کے بعد خیرات کرتے ہیں، اس طرح کی تعیین قرون اولیٰ سے

ثابت نہیں ہے لہٰذا یہ بدعت ہے۔

۲۔ ختم قرآن پڑھنا افضل ہے لیکن یہ صورت درست نہیں۔

۳۔ ایک پارہ پڑھنے والے کو دس پانچ روپے دیے جاتے ہیں یہ صورت بھی ناجائز ہے اس صورت میں نہ میت کو ثواب پہنچتا ہے اور نہ تلاوت کرنے والے کو بلکہ پڑھنے والا اور پیسے دینے والا دونوں گناہگار ہوتے ہیں دعا دونوں کرا ان چیز معین سنت معین اور مکان بعد تخصیص کرنے میں نام و نمود ریا دکھلاوا اور رسم و رواج کا کرشمہ کارفرما ہوتا ہے جیسا کہ سائل کے سوال سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ ان امور میں رضائے الٰہی مقصود نہیں ہوتی لہٰذا ان امور سے احتراز کرنا چاہئے اور مروجہ قرآن خوانی اور دنوں کی تعیین کے بغیر میت کے ایصال ثواب کے لئے تلاوت و خیرات کرنا چاہئے۔

لما في الهندية (١/١٦٦): قراءة القرآن عند القبور عند محمد لا يكره ومشائخنا اخذوا بقوله وهل ينتفع المختار انه ينتفع.

وفي الشامية (٢/٢٤٥): ولو زار قبر صديق او قريب له و قرأ عنده شيئا من القرآن فهو حسن

وفيها ايضا (٢/٢٤٣): من صام او صلى او تصدق و جعل ثوابها لغيره من الاموات و الاحياء جاز ويصل ثوابها اليهم عند اهل السنة والجماعة

وفي الطحطاوي على المراقي (ص٣٣٩): ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الاول والثالث وبعد الاسبوع　والتخاذ الدعوة لقراءة القرآن

وفي الشامية (٦/٥٦): ولا يصح الاستئجار على القراءة واهدائها الى الميت　وقد قال العلماء ان القارى اذا قرأ لاجل المال فلا ثواب له فاى شئ يهديه الى الميت.

وفي الشامية (٦/٥٧): ان القرآن بالاجرة لا يستحق الثواب لا للميت ولا للقارى وقال العيني في شرح الهداية ويمنع القارى للدنيا والآخذ والمعطي آثمان　والحاصل ان ماشاع في زماننا من قراءة الاجزاء بالاجر لا يجوز

وفي الشامية (٢/٢٤٠): ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الاول والثالث وبعد الاسبوع واتخاذ الدعوة بالقراءة　وقال هذه الافعال كلها للسمعة والرياء فيحترز عنها لانهم لا يريدون به وجه الله تعالى.

(۱۵۹) جنازہ سے پہلے قرآن لے جانا اور حیلہ اسقاط کرنا

سوال ... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ جنازہ سے پہلے قرآن لے جانا جائز ہے یا نہیں؟ اسی طرح ہمارے یہاں جنازے سے پہلے کچھ چند افراد مولوی صاحب کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں اور قرآن مجید کے نیچے کچھ رقم رکھتے ہیں پھر اس کو گھمایا

جاتا ہے۔ بعد ازاں اس رقم کو وہ لوگ آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں اس عمل کو حیلہ اسقاط کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے کیا شرعاً ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... یہ بات تو مسلم ہے کہ قرآن مجید ایک مبارک کتاب ہے اس کا اپنے پاس رکھنا موجب برکت وثواب ہے اور شریعت مطہرہ میں مسلمان ہر معاملے میں قرآن وسنت کا پابند ہے۔ کسی بھی معاملے میں اپنی طرف سے بنایا ہوا کوئی عمل شریعت میں قابل قبول نہیں اور نہ ہی شریعت ایسے کاموں کی حوصلہ افزائی کرتی ہے بلکہ شریعت نے ایسے کاموں کو ضلالت اور گمراہی سے تعبیر کیا ہے۔

اب صورت مسئولہ میں ذکر کردہ دونوں صورتیں قرآن مجید جنازے کے ساتھ لے جانا اور حیلہ اسقاط کا مروجہ طریقہ نہ تو حضور ﷺ سے ثابت ہے اور نہ صحابہ کرام سے اور نہ ہی سلف صالحین میں سے کسی سے حالانکہ صحابہ کرام اور سلف صالحین دین اور شریعت کے معاملے میں ہم سے زیادہ حریص تھے اگر ان کاموں میں ذرا بھی خیر کا پہلو ہوتا تو یہ حضرات ضرور ان کاموں کو کرتے لہذا یہ طریقہ کار غلط اور بدعت ہے جس سے اجتناب ضروری ہے۔

لما في قوله تعالى (النحل: ١١٦) ولا تقولوا لما تصف ألسنتكم الكذب هذا حلال وهذا حرام الآية

وفي مختصر تفسير ابن كثير (٢/٣٥٠) تحت هذه الآية: ويدخل في هذا كل من ابتدع بدعة ليس له فيها مستند شرعي.

وفي المشكوة (ص٢٧): عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ من احدث في امرنا هذا ما ليس منه فهو رد.

قال الملا علي القاري تحت هذا في المرقات (١/١٥١): قال القاضي المعنى من احدث في الاسلام رأيا لم يكن له من الكتاب والسنة سند ظاهر وخفي ملفوظ او مستنبط فهو مردود عليه

وفي رواية لمسلم من عمل عملا اي من اتى بشيء من الطاعات او بشيء من الاعمال الدنيوية والاخروية سواء كان محدثا او سابقا على الامر ليس عليه امرنا اي وكان من صفته انه ليس عليه اذننا بل اتى به على حسب هواه فهو رد اي مردود غير مقبول.

(١٦٠) حیلہ اسقاط کا مروجہ طریقہ

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حیلہ اسقاط کا مروجہ طریقہ درست ہے یا نہیں؟ ہمارے علاقے میں اس طرح ہوتا ہے کہ نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد بعض لوگ گول دائرہ بنا کر بیٹھ جاتے ہیں، اہل میت قرآن مجید، صابن اور کچھ پیسے لے کر آتے ہیں اور یہ لوگ آپس میں اس کی گردش کرتے ہیں اور ساتھ ساتھ میت کی نمازوں اور روزوں اور دیگر اعمال کے کفارہ ادا کرنے کا ذکر کرتے ہیں ایسا کرنے کے بعد وہ تین آدمی اٹھ کر ان چیزوں کو آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ ایسا کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں جبکہ یہ لوگ اس کے جواز کے لئے کچھ کتب کا حوالہ بھی پیش کرتے ہیں۔ براہ

کرم آپ ہماری راہنمائی فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں مروجہ حیلہ ناجائز ہے۔ رہا معاملہ کتب کے حوالہ جات کا تو متقدمین کی کتب میں تو اس کا ثبوت بھی نہیں ملتا البتہ متاخرین نے ضرورت کی بناء پر اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے اور متاخرین نے جس حیلے کے جواز کا قول کیا ہے مروجہ حیلہ اس سے قطعاً مختلف ہے۔ کیونکہ متاخرین کی عام کتب میں جو حیلہ درج ہے وہ یہ ہے اگر کوئی شخص مرجائے اور اس کے ذمے کچھ نمازیں اور روزے ہوں اور اس کے ترکے کے ثلث مال سے ان نمازوں اور روزوں کا فدیہ ادا نہ ہو سکتا ہو یا پھر میت نے وصیت نہیں کی اور ولی بطور تبرع کے ایسا کرنا چاہے تو اس وقت اس حیلہ کی گنجائش ہے جس کا طریقہ یہ ہے کہ ولی میت کسی فقیر کو نقدی یا گندم کا مالک بنائے وہ فقیر اپنی مرضی سے مالک کو وہ جنس واپس ہدیہ دے دے یا کسی تیسرے شخص کو دے دے اور وہ تیسرا شخص ولی میت کو ہدیہ کردے۔ اگر فقیر یا تیسرا شخص واپس نہ کرنا چاہے تو اسے مجبور نہ کیا جائے اسی طرح متعدد بار کیا جائے یہاں تک کہ میت کے روزوں اور نمازوں کے بقدر ہو جائے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرما کر اس بندے کے حق میں درگزر کا معاملہ فرمائیں گے۔ اب اس کے مقابلے میں مروجہ حیلہ قطعاً اس سے مختلف ہے کیونکہ۔

۱۔ مروجہ حیلہ میں وصیت اور عدم وصیت کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔

۲۔ یہ حیلہ میت کی غربت کی وجہ سے نہیں کیا جاتا کہ میت غریب تھا اور اس کے ترکہ کا ثلث مال فدیہ کے لئے کافی نہیں بلکہ امیر وغریب ہر شخص کا کیا جاتا ہے یہاں تک کہ میت کے ذمے نمازیں روزوں کی قضا لازم ہو یا نہ ہو ہر صورت میں کیا جاتا ہے۔

۳۔ یہ حیلہ فدیہ کی مقدار کے مطابق نہیں بلکہ امیر وغریب کے اعتبار سے کیا جاتا ہے کہ امیر کے مرنے پر رقم زیادہ ورنہ کم ہوتی ہے۔

۴۔ حیلے کے وقت حیلے کے لئے بیٹھنے والے فقیر اور صدقے کے مستحق نہیں ہوتے بلکہ ہر شخص کو بیٹھنے کی اجازت ہوتی ہے۔

۵۔ اگر بالفرض حیلے کے لئے بیٹھنے والے سب کے سب فقیر بھی ہوں تو یہاں کسی شخص کو مالک نہیں بنایا جاتا بلکہ صرف ملکیت کا ایک ڈھونگ رچایا جاتا ہے۔

۶۔ اگر بالفرض تملیک کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو مالک بنایا جانے والا اصل مالک کو واپس نہیں کرتا اور نہ ہی تیسرا شخص واپس کرتا ہے بلکہ اسے صرف آگے چلایا جاتا ہے۔

۷۔ اگر بالفرض اس کو حیلہ تسلیم بھی کرلیں تو فدیہ کی مقدار کے بقدر نہیں ہوتا بلکہ ایک یا دو دفعہ گھمانے کے بعد تقسیم کر لیا جاتا ہے۔

۸۔ اس میں قرآن مجید لانے اور گھمانے کی قطعاً ضرورت نہیں بلکہ سونے اور دوسری چیزوں کے ساتھ ملا کر کلام مقدس کو اس طرح گھمانا بے ادبی ہے جس سے اجتناب کی ضرورت ہے۔

۹۔ اگر واقعتاً کسی شخص کے حیلے کی ضرورت ہی پڑ گئی تو کیا ضروری ہے کہ جنازے کے فوراً بعد سارے لوگوں کے سامنے اس حیلہ کو کیا جائے تاکہ سب لوگ دیکھیں کہ زندگی میں اس نے نمازیں نہیں پڑھیں اور روزے نہیں رکھے حالانکہ یہ گناہ کا اظہار ہے جس سے شریعت نے منع کیا ہے۔

علامہ سیوطی وغیرہ کی تصریح کی بناء پر سوال میں ذکر کردہ نسبت کا ضعف زیادہ واضح معلوم ہوتا ہے۔

آپ ﷺ کو سفید رنگ سب سے زیادہ محبوب تھا اور بعض مواقع پر سیاہ عمامہ بھی ثابت ہے لہٰذا اگر کسی کے دل میں اتباعِ سنت کی تڑپ ہو اپنی علیحدہ پہچان بنانے کا داعیہ اور بدعت بھری دل میں نہ ہو تو وہ سنت کی اتباع میں سفید اور سیاہ عمامہ استعمال کرے۔

لما في المشكوة (ص۳۷۴): عن سمرة ان النبي ﷺ قال البسوا الثياب البيض فانها اطهر واطيب وكفنوا فيها موتاكم.

وفي السنن للنسائي (۲۵۵/۲): عن جابر ان رسول الله دخل يوم فتح مكة وعليه عمامة سوداء.

وهكذا في مسند احمد بن حنبل (۳۳۱/۳) وفي ابن ماجة (ص۲۵۶)

وفي الحاوي للفتاوى (۳۳/۲): هل يلبسون العلامة الخضراء والجواب ان هذه العلامة ليس لها اصل في الشرع ولا في السنة ولا كانت في الزمن القديم وانما حدثت في سنة ثلاث وسبعين وسبعمائة بامر الملك الاشرف شعبان بن حسين وقال في ذلك جماعة من الشعراء مايطول ذكره من ذلك قول ابي عبد بن جابر الاندلسي الاعمى صاحب الالفية المشهور بالاعمى والبصير ۔

جعلوا لابناء الرسول علامة ان العلامة شان من لم يشهر

نور النبوة في وسيم وجوههم يغني الشريف عن الطراز الاخضر

(۱۶۲) بارہ ربیع الاول کے دن پکے ہوئے کھانے کو کھانا

سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ایسا کھانا کھانا جائز ہے جو کہ بارہ ربیع الاول کے دن پکایا جائے؟ ایسے کھانے کو نذر میں شمار کیا جائے گا یا بدعت میں جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ..... وہ کھانا جو کہ بارہ ربیع الاول کے دن بنایا جاتا ہے اگر غیر اللہ کے نام پر پکایا گیا ہو تو وہ قطعی طور پر حرام ہے اس کا کھانا جائز نہیں کیونکہ یہ غیر اللہ کی نذر ماننا ہے اور غیر اللہ کی نذر ماننا حرام اور گناہ کبیرہ ہے اور یہ اللہ رب العزت کے اس ارشاد وما اهل به لغير الله کے تحت آتا ہے اور اگر اس کھانے کو اللہ کے نام پر پکایا گیا اور اس کا ثواب کسی معین شخص کو بھیجا جائے جیسے شیخ عبدالقادر جیلانی یا غیر معین شخص کو ثواب پہنچائے تو یہ حلال ہے اور ایسا کھانا کھانا جائز ہے لیکن یہ سب چیزیں کسی دن کو مخصوص کرکے کرنا بدعت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے تحت داخل ہے کہ جس نے ہمارے دین میں ایسی چیز ایجاد کی جو دین کا حصہ نہیں تو وہ مردود ہے۔

لما في قوله تعالى (المائدة :۳): حرمت عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما اهل لغير الله به الاية

وفي روح المعاني (۴۲/۲): وما اهل به لغير الله اي ما وقع متلبسا به اي بذبحه الصوت لغير الله تعالى.

ثم قيل لرفع الصوت وان كان بغيره والمراد بغير الله تعالى الصنم وغيره كما هو الظاهر.

وفي المشكوة (ص ۲۷): عن عائشة رضي الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ من احدث في امرنا هذا ماليس منه فهو رد وعن جابر رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ امابعد فان خير الهدى هدى محمد وشر الامور محدثتها وكل بدعة ضلالة.

وفي الشامية (۲/۴۳۹): واعلم ان النذر الذي يقع للاموات من اكثر العوام ومايؤخذ من الدراهم والشمع والزيت ونحوها الى ضرائح الاولياء الكرام تقربا اليهم فهو بالاجماع باطل وحرام.

(۱۶۳) قبروں کو بوسہ دینا

سوال ... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبروں کو بوسہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ میں اپنے دوست کے ساتھ اس کے والد کے قبر پر فاتحہ کے لئے گیا وہاں اس نے پہلے جھک کر والد کی قبر کو بوسہ دیا پھر فاتحہ پڑھی۔ کیا شرعاً اس طرح بوسہ دینا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ... قبر کو بوسہ دینا جائز نہیں ہے۔

لما في الطحطاوي على المراقي (ص ۳۴۱): والمستحب في زيارة القبور ان يقف مستقبلا وجه الميت، وان يسلم ولايمسح القبر ولايقبله ولايمسه فان ذلك من عادة النصارى.

وفي الهندية (۵/۳۵۱): ولايمسح القبر ولايقبله فان ذلك من عادة النصارى

(۱۶۴) قبر پر قرآن خوانی کرنا

سوال ... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی مرگیا، تجہیز وتکفین کے بعد اس کے بیٹے اور ورثاء قبر پر جمع ہو کر تلاوت کرنے لگے۔ کیا شرعاً ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ... صورت مسئولہ میں اگر میت کے بیٹے اور دوسرے ورثاء اتفاقاً قبر پر جمع ہو جائیں اور بغیر اجرت کے محض اللہ تعالیٰ کی رضا اور ایصال ثواب کے لئے تلاوت کریں تو یہ جائز ہے اور اگر انہیں جمع کرنے کا اہتمام کیا گیا یا اس کے بعد کھانے وغیرہ کا انتظام والتزام کیا جاتا ہو تو یہ عمل ناجائز ہوگا۔

لما في الهندية (۵/۳۵۰): ولومات رجل واجلس وارثه على قبره من يقرأ الاصح انه لايكره وهو قول محمد رحمه الله.

وفي الدر المختار (۲/۲۴۵): لايكره الدفن ليلا ولااجلاس القارئين عند القبر وهو المختار.

وفي الشامية تحته: (ولااجلاس الخ) عبارة نور الايضاح وشرحه ولايكره الجلوس للقراءة في

لما فی المشکوۃ (ص ۲۷): عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ ﷺ من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد.

وفی الدر المختار مع رد المحتار (۲: ۱۱۹): وسجدۃ الشکر مستحبۃ بہ یفتی لکنہا تکرہ بعد الصلاۃ لان الجھلۃ یعتقدونہا سنۃ او واجبۃ وکل مباح یؤدی الیہ فمکروہ.

وفی الشامیۃ :- (فمکروہ) الظاھر انہا تحریمیۃ لانہ یدخل فی الدین ما لیس منہ

وفیہا ایضا (۲: ۲۳۵): وقد صرح بعض علمائنا وغیرھم بکراھۃ المصافحۃ المعتادۃ عقب الصلاۃ مع ان المصافحۃ سنۃ وما ذاک الا لکونہا لم تؤثر فی خصوص ھذا الموضع فالمواظبۃ علیہا فیہ توھم العوام بانہا سنۃ فیہ ولذا منعوا عن الاجتماع لصلاۃ الرغائب التی احدثہا بعض المتعبدین لانہا لم تؤثر علی ھذہ الکیفیۃ فی تلک اللیالی المخصوصۃ وان کانت الصلاۃ خیر موضوع

(۱۷۰) عید کے دن مصافحہ کرنا شیعوں کا شعار ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگوں سے سنا ہے کہ عید کی نماز کے بعد مصافحہ کرنا شیعوں کا شعار ہے۔ کیا یہ بات صحیح ہے اور شیعوں کی کن کتب سے ثابت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً: ..... مصافحہ شریعت میں باہمی محبت کے پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ ملاقات کرنے پر مصافحہ کرنا سنت ہے لیکن اپنی طرف سے مصافحہ کو بعض مواقع کے ساتھ خاص کر لینا اور ان مواقع پر اہتمام والتزام کے ساتھ مصافحہ کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ اس کا ترک لازم ہے جیسا کہ نماز کے بعد مصافحہ کرنا۔ علامہ شامی نے اس کو شیعوں کا شعار قرار دیا ہے۔

لما فی سنن ابی داؤد (۲: ۳۵۲): عن ایوب بن بشیر عن رجل من عنزۃ انہ قال لابی ذر حیث سیر من الشام انی ارید ان اسالک عن حدیث رسول اللہ ﷺ ... کان رسول اللہ ﷺ یصافحکم اذا لقیتموہ قال ما لقیتہ قط الا صافحنی.

وفی رد المحتار (۲: ۳۸۱): فی تبیین المحارم عن الملتقط انہ تکرہ المصافحۃ بعد اداء الصلاۃ بکل حال لان الصحابۃ رضی اللہ عنہم ما صافحوا بعد اداء الصلاۃ ولانہا من سنن الروافض.

(۱۷۱) بچوں کے ختم قرآن پر دعوت کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بچوں کے قرآن کریم ختم ہونے پر دعوت کرنا اور مٹھائی تقسیم کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ اس کا قرون اولیٰ سے ثبوت ملتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً ... بچوں کے قرآن ختم کرنے پر دعوت کرنا اور مٹھائی تقسیم کرنا صحیح ہے اور قرون اولیٰ میں اس کا ثبوت ملتا ہے۔

لما في المصنف لابن ابي شيبة (۲۹۰/۱۰) حدثنا وكيع عن مسعر عن قتادة عن انس انه كان اذا ختم جمع اهله

وفي القرطبي (۱/۴۰): عن نافع عن ابن عمر قال تعلم عمر البقرة في اثنتي عشرة سنة فلما ختمها نحر جزوراً ... ان عمر بن الخطاب حفظ البقرة في بضع عشرة سنة فلما حفظها نحر جزوراً شكراً لله

وفي الطحطاوي على الدر المختار (۱۷۶/۴) وانواع الولائم احد عشر نظمها بعض الفضلاء في قوله:

ان الولائم عشر مع واحدة	من عدها قد عز في اقرانه
فالخرس عند نفاسها وعقيقة	للطفل والاعذار عند ختانه
ولحفظ قرآن وآداب لقد	قالوا الحذاق لحذقه وبيانه

(۱۷۲) رمضان میں خاص سورتوں کا التزام کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں رمضان کے مہینے میں ۲۷ ویں رات کو لوگ مسجد میں جمع ہوتے ہیں اور اپنے ساتھ مٹھائی بھی لاتے ہیں۔ تراویح کے بعد امام مسجد سورۃ العنکبوت، سورۃ الروم اور دیگر سورتیں پڑھ کر مٹھائی پر دم کرتا ہے، اس کے بعد یہ مٹھائی لوگ گھروں میں لے جاتے ہیں اور اس کو کھایا جاتا ہے اور اس دن سے امام صاحب کے لئے رقم جمع کرنا شروع کر دیتے ہیں اور یہ جمع شدہ رقم امام صاحب کو دے دیتے ہیں۔ ہر سال اس دن اسی طرح یہ عمل کیا جاتا ہے۔ آیا شرعاً ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً: قرآن مجید کا پڑھنا، پڑھانا، سننا، سنانا باعث ثواب بلکہ عین مامور بہ ہے۔ خاص طور پر رمضان المبارک میں لیکن اس میں وہی طریقہ قابل اختیار ہوگا جو قرآن وسنت اور خیر القرون سے ثابت ہو ورنہ بجائے ثواب کے گناہ کا سبب ہوگا اور جس چیز کو شریعت نے متعین نہیں کیا اس کی اپنی طرف سے تعیین بدعت ہے اور بدعت مردود ہے لہٰذا مذکورہ مروجہ طریقہ درست نہیں۔

لما في المشكوٰة (ص ۲۷): عن عائشة رضي الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ من احدث في امرنا هذا ما ليس منه فهو رد.

وفي المرقات (۲۱۵/۱): وفي رواية لمسلم من عمل عملاً اي من اتى بشيء من الطاعات او بشيء من الاعمال الدنيوية والاخروية سواء كان محدثاً او سابقاً على الامر ليس عليه امرنا اي وكان من

صفته انه ليس عليه اذنه بل اتى به على حسب هواه فهو رد اى مردود غير مقبول۔

(۱۷۳) فجر وعصر کے بعد مصافحہ کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقوں میں صبح اور عصر کی نماز کے بعد جب امام صاحب سلام پھیرتے ہیں تو دعا کے بعد لوگ آپس میں مصافحہ کرتے ہیں ان میں سے کئی ایک اس کو مسنون سمجھتے ہیں جبکہ بعض مسنون تو نہیں سمجھتے لیکن نہ کرنے والوں کو بھی اچھا نہیں سمجھتے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ نماز کے بعد اس طرح مصافحہ کرنا اور اسے مسنون یا مستحب سمجھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً: ... بوقت ملاقات مصافحہ کرنا امر مستحب بلکہ مسنون ہے لیکن اوقات کی تخصیص کرنا جیسا کہ سوال میں مذکور ہے اور اسے مسنون سمجھنا یا نہ کرنے والوں کو اچھا نہ سمجھنا قطعاً صحیح نہیں ہے جو لوگ اس کا ارتکاب کر رہے ہیں وہ ایک بدعت کے مرتکب ہو رہے ہیں انہیں چاہئے کہ اس پر بدعت ہونے کی وجہ سے اجتناب کریں۔

لمافي المرقاة (۹/۷۴): قال العلامة ملا علي القاري بعد البحث ان عمل الناس في الوقتين المذكورين ليس على وجه الاستحباب المشروع فان محل المصافحة المشروعة اول الملاقات وقد يكون جماعة يتلاقون من غير مصافحة ثم اذا صلوا يتصافحون فاين هذا من السنة المشروعة ولهذا صرح بعض علمائنا بانها مكروهة حينئذ وانها من البدع المذمومة۔

وفي رد المحتار (۶/۳۸۵): وقد صرح بعض علمائنا وغيرهم بكراهة المصافحة المعتادة عقب الصلوات مع ان المصافحة سنة وما ذاك الا لكونها لم تؤثر في خصوص هذا الموضع فالمواظبة عليها فيه توهم العوام بانها سنة فيه

(۱۷۴) فرض نمازوں کے بعد سر پر ہاتھ رکھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فرض نمازوں کے بعد لوگ پیشانیوں پر ہاتھ رکھتے ہیں اس کا ثبوت ہے یا نہیں؟ اگر ثبوت ہے تو اس میں کیا پڑھا جاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً: ... فرض نمازوں کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر دعا کا پڑھنا احادیث سے ثابت ہے اور مشائخ کا معمول بھی۔ باقی اس میں مختلف اوراد پڑھے جاتے ہیں۔ مثلاً بسم اللہ الذی لا الہ الا ھو الرحمن الرحیم اللھم اذھب عنی الھم والحزن۔

لمافي كنز العمال (۲/۲۵۳، رقم: ۱۵۷۹۱): كان اذا صلى مسح بيده اليمنى على رأسه ويقول بسم الله الذي لا اله غيره الرحمن الرحيم، اللهم اذهب عني الهم والحزن (حط عن انس)۔

(۱۷۵) میت کے گھر سے ہر جمعرات یا چالیس روز تک کھانا بھیجنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب کوئی آدمی مر جاتا ہے تو اس کے ورثاء چالیس دن تک مسجد میں کھانا بھیجتے ہیں کیا موذن و خادم مسجد یہ کھانا کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ کیا یہ جائز ہے؟ اسی طرح جمعرات کو بھی بھیجتے ہیں تفصیل سے بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیا ......اہل میت کا میت کیلئے ایصال ثواب کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ دنوں کی تعیین کئے بغیر کوئی کار خیر کرے (مثلاً کھانا فقراء، مساکین کو یا ان کو صدقہ و خیرات دینا) اللہ تعالیٰ سے دعا کی جائے کہ اس عمل کا ثواب میت کی روح کو پہنچایا جائے۔ اپنی طرف سے چالیس دن، دو یا جمعرات کی تعیین کر کے ثواب اور اس میں کھانا پکا کر موذن وخادم کو ہی بھیجنا لازم سمجھتے ہوئے اس کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں لہٰذا یہ بدعت ہے اس سے اجتناب ضروری ہے اور موذن وخادم کو ایسے کھانے سے اجتناب کرنا چاہئے۔

لما في القرآن الكريم (سورة الحشر: ٧): وما اتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا.

(سورة الاحزاب: ٢١): لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة لمن كان يرجو الله واليوم الاخر وذكر الله كثيرا.

وفي الصحيح البخاري (٢/١٠٨٢): حدثنا آدم بن ابي اياس قال عبدالله بن مسعود ان احسن الحديث كتاب الله واحسن الهدى هدى محمد صلى الله عليه وسلم وشر الامور محدثاتها وان ماتوعدون لآت وما انتم بمعجزين

وفي المصنف لابن ابي شيبة (٣/٢٠٠): حدثنا وكيع عن مالك بن مغول عن طلحة قال: قدم جرير على عمر فقال: هل يناح قبلكم على الميت قال لا قال فهل تجتمع النساء عندكم على الميت ويطعم الطعام؟ قال: نعم قال تلك النياحة.

وفي سنن ابي ماجة (ص١١٦): حدثنا محمد بن يحيى عن جرير بن عبدالله قال كنا نرى الاجتماع الى اهل الميت وصنعة الطعام من النياحة.

وفي الحاشية واما صنعة الطعام من اهل الميت اذا كان للفقراء فلا باس به لان النبي ﷺ قبل دعوة المرأة التي مات زوجها كما في سنن ابي داؤد واما اذا كان للاغنياء والاضياف فممنوع ومكروه

اى نعدوزره كوزر النوح.

وفي الشامية (٢/٢٤٠): وقال ايضا ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من اهل البيت لانه شرع في السرور لا في الشرور وهي بدعة مستقبحة وروى الامام احمد وابن ماجة باسناد صحيح عن جرير بن عبدالله قال "كنا نعد الاجتماع الى اهل الميت وصنعهم الطعام من النياحة". وفي البزازية:

ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول وبعد الثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الی القبر فی المواسم، واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم او لقراءة سورة الانعام او الاخلاص ... وقال: وهذه الافعال كلها للسمعة والرياء فيحترز عنها لانهم لا يريدون بها وجه الله تعالى.

وفی مالا بد منہ (ص ۱۲۱): جناب قاضی محمد ثناء اللہ صاحب قدس سرہ وصیت کردہ است: وبعد مردن من رسوم دنیوی مثل دہم وبستم وچہلم وششماہی وبرسینی ہیچ نکنند کہ رسول اللہ ﷺ زیادہ از سہ روز ماتم کردن جائز نداشتہ اند

(۱۷۶) آیت کریمہ کا ختم

سوال... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض علاقوں میں رواج ہے کہ جب کوئی مصیبت نازل ہو تو سوا لاکھ مرتبہ آیت کریمہ لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین کا ورد کیا جاتا ہے۔ اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً... یہ آیت کریمہ یقیناً مبارک ہے اور دفع بلاء ومصائب کے لئے مجرب ہے البتہ یہ طریقہ اور خصوصی تعداد شریعت مطہرہ سے ثابت نہیں ہے صرف بزرگوں کا مجرب عمل ہے۔

لقوله تعالى (الانبياء: ۸۷): فنادى فی الظلمات ان لا اله الا انت سبحانك انی كنت من الظالمين ۞ فاستجبنا له ونجيناه من الغم وكذلك ننجي المؤمنين ۞

وفي تفسير ابن كثير (۳/۱۸۳): وكذلك ننجي المؤمنين اي اذا كانوا في الشدائد ودعونا منيبين الينا ولاسيما اذا دعوا بهذا الدعاء في حال البلاء فقد جاء الترغيب في الدعاء به عن سيد الانبياء

عن سعد قال قال رسول الله ﷺ من دعا بدعاء يونس استجيب له ... [illegible] سعد بن ابي وقاص يقول سمعت رسول الله ﷺ اسم الله الذي اذا دعي به اجاب واذا سئل به اعطى دعوة يونس بن متى قال قلت يا رسول الله هي ليونس خاصة ام لجماعة المسلمين قال هي ليونس بن متى خاصة ولجماعة المؤمنين عامة اذا دعوا بها.

(۱۷۷) آپ ﷺ کی ولادت باسعادت اور مروجہ میلاد

سوال... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نبی کریم ﷺ کی ولادت کس ماہ میں ہوئی اور کس تاریخ کو ہوئی اور آج کل میلاد النبی کا منانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو میلاد منانے والوں کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ۔۔ صورت مسئولہ میں رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت ماہ ربیع الاول میں ہوئی البتہ تاریخ میں اختلاف کی بناء پر مختلف اقوال نقل کئے گئے جن میں زیادہ راجح آٹھ (۸) ربیع الاول ہے۔

نیز مروجہ میلاد کا خیر القرون سے کوئی ثبوت نہیں ملتا لہٰذا یہ بدعت قبیحہ ہے جس کا ترک لازم ہے اور جانتے بوجھتے بدعت کا ارتکاب کرنے والا فاسق ضرور ہے۔

لما في المشكوة (ص ۲۷): عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ من احدث في امرنا هذا ما ليس منه فهو رد.

وفي فيض الباري (۲/ ۱۹۳): وعلم ان القيام عند ذكر ميلاد النبي ﷺ لا اصل له في الشرع واحدثه ملك الاربل كما في تاريخ ابن خلكان انه كان يعقد له مجالس ويصرف عليها اموالا.

وعلى هامشه يقول العلامة محمد بدر عالم الميرتهي: يقول العبد الضعيف: ولا ينبغي ان يشك ان الميلاد المروج بين اظهرنا حرام قطعا فانه يشتمل على المحرمات الكثيرة والمعاصي الظاهرة والباطنة من اضاعة المال وقراءة الروايات الموضوعة التي لا اصل لها في الدين ۔۔۔ فتلك المجالس كلها مجالس البدع فاحذروها وعليكم بسنة نبيكم فانها العروة الوثقى لا انفصام لها

وفي السيرة النبوية لابن كثير (۱/ ۱۹۹): ولد صلوات الله عليه وسلامه يوم الاثنين ... ثم الجمهور على ان ذلك كان في شهر ربيع الاول فقيل لليلتين خلتا منه قاله ابن عبد البر في الاستيعاب ورواه الواقدي عن ابي معشر نجيح بن عبد الرحمن المدني وقيل لثمان خلون منه حكاه الحميدي عن ابن حزم ورواه مالك وعقيل ويونس بن يزيد وغيرهم عن الزهري عن محمد بن جبير بن مطعم. ونقل ابن عبد البر عن اصحاب التاريخ انهم صححوه وقطع به الحافظ الكبير محمد بن موسى الخوارزمي ورجحه ابو الخطاب بن دحية ۔ وقيل لعشر خلون منه نقله ابن دحية

وقيل لثنتي عشرة خلت منه نص عليه ابن اسحاق ۔۔۔ وهذا هو المشهور عند الجمهور.

وهكذا في البداية والنهاية (۲/ ۲۴۲)

(۱۷۸) دس محرم کے مروجہ افعال

سوال ۔۔ کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ لوگ کہتے ہیں کہ دس محرم کو کھچڑا پکانا اور ملیدہ بنانا کیونکہ یہ کھانا سب سے پہلے بنایا گیا ہے اور کچھ لوگ اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر دس محرم کو پہنچی تھی اور آپ نے خوشی میں کھچڑا پکایا تھا۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ۔۔ یہ تمام افعال فی نفسہ جائز ہیں لیکن انہیں دس محرم کے ساتھ خاص کرنا اور سنت سمجھ کر کرنا عدم ثبوت کی بناء پر جائز

نہیں۔ روایات سے اس محرم کا روزہ تو ثابت ہے لیکن چیاؤں ثابت نہیں بلکہ ان سے اجتناب کرنا چاہئے۔

نیز یہ کہنا کہ نوح علیہ السلام نے جودی پہاڑ پر پہنچنے کے بعد اس محرم کو کھچڑہ پکایا تھا اس کی کوئی اصل موجود نہیں بلکہ روایات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوح اور ان کے متبعین نے شکرانے کے طور پر اس دن روزہ رکھا تھا۔

لما فی احکام القرآن للقرطبی (۹/۴۱): واستوت علی الجودی وقیل بعدا للقوم الظالمین ای هلاکا لهم الجودی جبل بقرب الموصل. استوت علیه فی العاشر من المحرم یوم عاشوراء فصامه نوح وامر جمیع من معه من الناس والوحش والطیر والدواب وغیرها فصاموه شکرا لله تعالی.

وفی المشکوٰة (ص۱۷۸): وعن ابن عباس قال حین صام رسول الله ﷺ عاشوراء وامر بصیامه قالوا یا رسول الله انه یوم یعظمه الیهود والنصاری فقال رسول الله ﷺ لئن بقیت الی قابل لاصومن التاسع.

وفی شمائل الترمذی ص۳: عن ابن عباس ان النبی ﷺ قال اکتحلوا بالاثمد فانه یجلو البصر وینبت الشعر وزعم ان النبی ﷺ کانت له مکحلة یکتحل منها کل لیلة.

(۱۷۹) قبروں پر چادریں چڑھانا اور قبروں کی مٹی کھانا

سوال... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ پیروں کی قبروں پر چادریں اور پھول چڑھاتے ہیں قبر کی مٹی خود کھاتے ہیں اور دوسروں کو بھی کھلاتے ہیں تاکہ بیماریوں سے شفا حاصل ہو۔ نیز اس محرم کو خصوصی طور پر شربت پیتے اور پلاتے ہیں۔ شرعاً ان سب امور کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً صورت مسئولہ میں پیروں کی قبروں پر پانی اور قبر پر چادریں یا پھول وغیرہ چڑھانا جائز نہیں اسی طرح قبر کی مٹی اس نیت سے کھانا کہ اس میں اس صاحب قبر کی وجہ سے شفا ملے جائز نہیں بلکہ شرک ہے جو گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ہے۔ نیز اس محرم کو شربت پلانا اور پینا غیر اللہ کی نذر کے طور پر ہوتا ہے یا بطور رسم یا روافض کے طور پر ہوتا ہے۔ دونوں صورتوں میں یہ عمل ناجائز ہے۔

لما فی قوله تعالی (الشعراء: ۸۰): واذا مرضت فهو یشفین ○

وفی تفسیر روح البیان (۶/۲۸۳): واذا مرضت فهو یشفین یبرئنی من المرض ویعطی الشفاء لا الاطباء وذلک انهم کانوا یقولون المرض من الزمان ومن الاغذیة والشفاء من الاطباء والادویة فاعلم ابراهیم ان الذی امرض هو الذی یشفی وهو الله تعالی.

وقوله تعالی (المائدة - ۳): حرمت علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وما اهل لغیر الله به الآیة.

وفی عمدة القاری (۳/۱۲۰): وکذلک ما یفعله اکثر الناس من وضع ما فیه رطوبة من الریاحین والبقول ونحوهما علی القبور لیس بشیء

لما في المشكوة (ص۲۷): عن عائشة رضي الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ من احدث في امرنا هذا ما ليس منه فهو رد.

وفي المرقات (۱/۲۵۰) تحت هذه الرواية: قال القاضي المعنى من احدث في الاسلام رأيا لم يكن له من الكتاب والسنة سند ظاهر او خفي ملفوظ او مستنبط فهو مردود عليه.

(۱۸۲) عاشورہ کی رسومات اور بدعات

سوال… کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ محرم الحرام کے پہلے عشرے میں وعظ ونصیحت کی مجالس کا انعقاد، ختم قرآن اور حضرت حسینؓ کا ذکر شہادت بنیت ثواب اور اس کو ثواب پہنچانا کیا شریعت مطہرہ سے یہ چیزیں ثابت ہیں یا نہیں؟ مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً…… مذکورہ چیزوں کی شریعت مطہرہ میں کوئی ثبوت نہیں بلکہ یہ ساری چیزیں روافض کی گھڑی ہوئی ہیں کیونکہ دس محرم کا اور ایک دن پہلے یا ایک دن بعد کا روزہ رکھنا مشروع ہے، یعنی روزے کے ماسوا اس محرم میں دیگر چیزیں ممنوع اور بدعت کے زمرے میں شامل ہیں، نیز یہ روافض کے ساتھ تشبہ کی بنا پر بھی ناجائز ہے۔

لما في المشكوة (ص۲۷): عن عائشة رضي الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ من احدث في امرنا هذا ما ليس منه فهو رد

وفيها ايضا (ص۱۷۸): عن ابن عباس قال ما رأيت النبي ﷺ يتحرى صيام يوم فضله على غيره الا هذا اليوم يوم عاشوراء وهذا الشهر … وعنه قال حين صام رسول الله ﷺ عاشوراء وامر بصيامه قالوا يا رسول الله انه يوم يعظمه اليهود والنصارى فقال رسول الله ﷺ لئن بقيت الى قابل لاصومن التاسع

وفي رد المحتار (۲/۴۱۸): وتعقبه ابن العز بانه لم يصح عنها في يوم عاشوراء غير صومه وانما الروافض لما ابتدعوا اقامة الماتم واظهار الحزن يوم عاشوراء … ابتدع جهلة اهل السنة اظهار السرور واتخاذ الحبوب

(۱۸۳) ”الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ“ کہنے کا حکم

سوال… کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کہنا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً... صورت مسئولہ میں اگر مذکورہ کلمات حاضر وناظر کے عقیدے کے بغیر کہے جائیں تو ان میں کوئی حرج نہیں البتہ اس کی مروجہ طریقہ التزام کی وجہ سے یہ بدعت میں شامل ہوگا، اور اگر حاضر وناظر کے عقیدے سے یہ کلمات کہے جائیں تو حرام ہے۔

لما في الصحيح للبخاري (۲: ۹۲۶) حدثنا ابو نعيم ... ابن مسعود يقول علمني النبي ﷺ وكفي بين كفيه التشهد ... التحيات لله والصلوات والطيبات السلام عليك ايها النبي ورحمة الله ... فلما قبض قلنا السلام على يعني النبي.

وفي عمدة القاري (۶: ۱۱۱) فان قلت ما الحكمة في العدول عن الغيبة الى الخطاب في قوله عليك ايها النبي مع ان لفظ الغيبة هو الذي يقتضيه السياق ... قلت اجاب الطيبي بما محصله نحن نتبع لفظ الرسول بعينه الذي علمه للصحابة ويحتمل ان يقال على طريقة اهل العرفان ان المصلين لما استفتحوا باب الملكوت بالتحيات اذن لهم بالدخول في حريم الحي الذي لا يموت فقرت اعينهم بالمناجات فنبهوا على ان ذلك بواسطة نبي الرحمة وبركة متابعته فاذا التفتوا فاذا الحبيب في حرم الحبيب حاضر فاقبلوا عليه قائلين السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته.

وفي المشكوة (ص۸۶): عن ابي هريرة رضي قال سمعت رسول الله ﷺ يقول لا تجعلوا بيوتكم قبورا وصلوا علي فان صلاتكم تبلغني حيث كنتم.

وعن ابن مسعود قال قال رسول الله ﷺ ان لله ملائكة سياحين في الارض يبلغوني من امتي السلام.

وفيها ايضا (ص۸۷): عن ابي هريرة قال سمعت رسول الله ﷺ من صلى علي عند قبري سمعته ومن صلى علي نائيا ابلغته.

(۱۸۳) محفل میلاد کا مروجہ طریقہ اور اس کی شرعی حیثیت

سوال... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ محفل میلاد منعقد کرنا اور اس میں شرکت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ کیا حضور ﷺ محفل میلاد میں تشریف لاتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً... مروجہ میلاد کا انعقاد اور اس میں شرکت کرنا بدعات کے پرچار کے مترادف ہے کیونکہ یہ طریقہ سلف صالحین سے ثابت نہیں ہے۔ نیز حضور ﷺ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ محفل میلاد میں حاضر ہوتے ہیں شرک ہے جس سے توبہ اور آئندہ ایسے کلمات سے اجتناب از حد ضروری ہے۔

دلائل المسئلة مرت سابقا في رقم السؤال: ۱۷۷

میں طرح طرح کی بدعات اور خرافات ہوتی ہیں۔ کیا شرعاً یہ عمل درست ہے یا نہیں؟ کیا سلف سے یہ ثابت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... ۲۲ویں رجب کے کونڈے اور اس طرح کی دوسری خرافات شرعاً عدم ثبوت کی وجہ سے ناجائز ہیں، اور اصل میں یہ صحابہ کے ساتھ بغض کی علامت ہے کہ ابتداء میں روافض نے اسے ایجاد کیا کیونکہ اس دن امیر معاویہ کی وفات ہوئی تھی، ان کی وفات کی خوشی میں روافض نے کونڈوں کا ایجاد کیا اور ان کی دیکھا دیکھی مسلمانوں میں یہ رائج ہو گئے لہٰذا ان سے اجتناب کی ضرورت ہے۔

لما فی المشکوٰۃ (ص۲۷): عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ ﷺ من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد وعن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ اما بعد فان خیر الحدیث کتاب اللہ وخیر الھدی ھدی محمد ﷺ وشر الامور محدثاتھا وکل بدعۃ ضلالۃ

وفی البدایۃ والنھایۃ (ج۸ ص۱۴۰): بعد ذکر احوال معاویۃ ولا خلاف انہ توفی بدمشق فی رجب سنۃ ستین فقال جماعۃ لیلۃ الخمیس للنصف من رجب سنۃ ستین وقیل لیلۃ الخمیس لثمان بقین من رجب سنۃ ستین.

(۱۹۰) رمضان میں ختم قرآن پر دعا کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان المبارک میں ختم قرآن کے بعد اجتماعی یا انفرادی طور پر دعا کرنا کیسا ہے؟ براہ کرم تفصیل سے تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ...... ختم قرآن کے بعد اجتماعی اور انفرادی دعا کرنا مستحسن عمل ہے اور رمضان المبارک چونکہ نزول رحمت کا مہینہ ہے نیز ختم قرآن کا موقع بھی نزول رحمت وبرکت کا ہے لہٰذا اس موقع پر بلانیت التزام اجتماعی یا انفرادی دعا کرنا نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے۔

لما فی القرآن الکریم (سورۃ المؤمن: ۶۰): وقال ربکم ادعونی استجب لکم.

وفی المصنف لابن ابی شیبۃ (ج۱۰ ص۴۹۰): عن انس انہ کان اذا ختم جمع اھلہ.

وفیہ ایضاً: عن عبدالرحمن بن الاسود قال یذکر انہ یصلی علیہ اذا ختم.

وفیہ ایضاً: عن الحکم قال کان مجاھد وعبدۃ بن ابی لبابۃ وناس یعرضون المصاحف فلما کان الیوم الذی ارادوا ان یختموا ارسلوا الی والی سلمۃ بن کھیل فقالوا انا کنا نعرض المصاحف فاردنا ان نختم الیوم فاحببنا ان تشھدونا انہ کان یقال اذا ختم القرآن نزلت الرحمۃ عند خاتمتہ او حضرت الرحمۃ عند خاتمتہ

وفيه ايضا (صـ ۲۰۲): عن الحكم عن مجاهد قال: الرحمة تنزل عند ختم القرآن.

وفي الهندية (۵/۳۱۸): الدعاء عند ختم القرآن في شهر رمضان مكروه لكن هذا شئ لا يفتى به يكره الدعاء عند ختم القرآن بجماعة لان هذا لم ينقل عن النبي صلى الله عليه وسلم ــــ وينبغي أن يدعو في صلوته بدعاء محفوظ واما في غير حالة الصلوة ينبغي ان يدعو بما يحضره ولا يستظهر الدعاء لان حفظ الدعاء يذهب برقة القلب ــــ وفي (صـ ۳۱۰) ولا باس باجتماعهم على قراءة الاخلاص جهرا عند ختم القرآن ــــ ويستحب له أن يجمع اهله وولده عند الختم ويدعو لهم كذا في الينابيع.

وفي الدر المختار (۲/۱۷۵) وينبغي ان تكون خطبة الكسوف وختم القران كذلك ولم اره الخ ــــ

وفي تقريرات الرافعي (۲/۱۱۲، ۱۱۵): (قول الشارح لم اره) قال الشيخ الرحمتي لم ار ذكر خطبة ختم القرآن ولا حكمها ولا كيفيتها ــــ الى قوله ان عمر بن عبدالعزيز استحسن قراءة قل هو الله احد ثلاثا عند ختم القرآن ولم يستحسنه بعض المشايخ وقال الفقيه ابو الليث هذا شئ استحسنه بعض اهل العراق وأئمة الامصار فلا باس به لان مارآه المومنون حسنا فهو عند الله حسن الا ان يكون ختم القرآن في الصلوة المكتوبة فلا يزيد على مرة ويكره الدعاء عند ختم القرآن في شهر رمضان وعند ختم القرآن بجماعة لان هذا لم ينقل عن النبي صلى الله عليه وسلم ولا عن أصحابه رضى الله عنهم ولذا قال ابو القاسم الصفار لولا اهل البلدة يقولون يمنعنا من الدعاء لمنعتهم ولكن هذا شئ لا يفتى به لانه لا ينبغي ان يقال للعامة مالا يفهمون ومثله في التجنيس وفي الخانية وتكلموا في الدعاء.

عند ختم القرآن في رمضان وعند ختمه بجماعة واستحسنه المتاخرون فلا يمنعون من ذلك اهـ

(۱۹۱) سنن کے بعد کی اجتماعی دعا کی شرعی حیثیت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فرض نماز اور اسی طرح سنتوں کے بعد اجتماعی دعا کا حکم کیا ہے؟ نیز یہ بھی وضاحت فرمادیں کہ فرض یا سنتوں کے بعد دعا میں تین دفعہ ہاتھ اٹھانا کیسا ہے؟

فرض اور سنت کے بعد اجتماعی دعا ثابت ہے؟ نور الایضاح کی اس عبارت کا کیا مطلب ہے:

"ويستحب للامام بعد سلامه ان يتحول الى يساره لتطوع بعد الفرض وان يستقبل بعده (اى بعد

وفی المرقات (۱/۲۱۵): وفی روایة لمسلم من عمل عملا ای من اتی بشیٔ من الطاعات او بشیٔ من الاعمال الدنیویة والاخرویة سواء کان محدثا او سابقا علی الامر لیس علیه امرنا ای وکان من صفته انه لیس علیه اذننا بل اتی به علی حسب هواه فهو رد ای مردود غیر مقبول فهذه الروایة اعم.

وفی الدر المختار مع رد المحتار (۲/۴۶): یجلس بین کل اربعة بقدرها وکذا الخامسة والوتر ویخیرون بین تسبیح وقرأة وسکوت.

وفی الشامیة: (بین تسبیح) قال القهستانی فیقال ثلث مرات "سبحان ذی الملک والملکوت

(۱۹۳) بزرگی کا معیار اور کافر کی تعظیم

سوال ـــ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا کوئی شخص نبی اکرم ﷺ کے طریقہ زندگی پر زندگی نہ گزار کر بزرگی کے مرتبہ کو پہنچ سکتا ہے یا نہیں؟ اور ایسے شخص کو بزرگ کہنا چاہیے یا نہیں؟

۲۔ عام طور پر مشہور ہے کہ کافر کی تعظیم بھی کفر ہے، اب سوال یہ ہے کہ آج کل ہمارے حکمران غیر مسلم ممالک کے دورے پر جاتے ہیں یا کافر ممالک کے غیر مسلم حکمران ہمارے یہاں آتے ہیں تو مسلمان حکمران ان غیر مسلموں کا استقبال وتعظیم کرتے ہیں۔ آیا یہ فعل کفر شمار ہوگا یا نہیں؟ وضاحت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ـــ نبی اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ بزرگی کا معیار ہے کہ جو شخص جس قدر آپ ﷺ کے طریقے پر عمل پیرا ہوگا وہ اسی قدر بڑے پائے کا بزرگ ہے، اب کوئی شخص آپ ﷺ کے طریقے کو چھوڑ کر کیسے بزرگ ہو سکتا ہے، ایسا شخص جھوٹا اور دھوکے باز تو ہو سکتا ہے، بزرگ نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا ایسے شخص کو بزرگ کہنا بھی صحیح نہیں ہے۔

۲۔ اگر کوئی مسلمان کافر کی اپنے افعال یا اقوال سے تعظیم کرے تو اگر یہ تعظیم ان کے کفر کی بناء پر ہو تو یہ مسلمان دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا لیکن اگر یہ تعظیم کفر کی بناء پر نہ ہو بلکہ کسی اور وجہ سے ہو تو اس سے کافر تو نہیں ہوگا البتہ اس قدر تعظیم سے بھی احتراز کرنا چاہیے کیونکہ کافر کی تعظیم فی الجملہ کفر کی تائید ہے۔

لمافی شرح العقائد (ص۲۲۳): ولن یکون ولیا الا وان یکون محقا فی دیانته ودیانته الاقرار بالقلب واللسان برسالة رسوله مع الطاعة له فی اوامره ونواهیه حتی لو ادعی هذا الولی الاستقلال بنفسه وعدم المتابعة لم یکن ولیا.

وفیها ایضاً (ص۲۲۳): ولایصل العبد مادام عاقلا بالغا الی حیث یسقط عنه الامر والنهی لعموم الخطابات الواردة فی التکالیف واجماع المجتهدین علی ذلک

صورت مسئولہ میں شبینہ پڑھنا مکروہ ہے۔

لما في تفسير روح المعاني (۱/ ۲۲۲): واخرج احمد والبخاري ومسلم والترمذي عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ تحروا ليلة القدر في الوتر من العشر الاواخر من شهر رمضان وفي حديث اخرجه احمد وجماعة عن عبادة بن صامت مرفوعا وحديثين اخرجهما ابن جرير وغيره عن جابر بن سمرة وعن عبدالله بن جابر كذلك مايدل على ماذكر ايضا الى الاخبار الصحيحة الدالة عليه كثيرة وبالجملة الاقوال فيها مختلفة جدا الا ان الاكثرين على انها في العشر الاواخر لكثرة الاحاديث الصحيحة في ذلك واكثرهم على انها في اوتارها لذلك ايضا واكثرهم ذهب الى انها الليلة السابعة من تلك الاوتار وصح من رواية الامام احمد ومسلم وابي داؤد والترمذي والنسائي وابن حبان وغيرهم ان زر بن حبيش سأل ابي بن كعب عنها فحلف لا يستثني انها ليلة سبع وعشرين فقال له بم تقول ذلك يا ابا المنذر فقال بالآية والعلامة التي قال رسول الله ﷺ انها تصبح من ذلك اليوم تطلع الشمس ليس لها شعاع وبعض الاخبار عن ابن عباس ظاهرة في ذلك

وفي الصحيح للبخاري (۱/ ۳۷۱) عن عائشة قالت قال النبي ﷺ من احدث في امرنا هذا ما ليس منه فهو رد۔

وفي الصحيح لمسلم (۱/ ۲۵۹) ان عبدالله بن مسعود يقول من قام السنة اصاب ليلة القدر فقال ابي والله الذي لا اله الا هو انها لفي رمضان يحلف ما يستثني ووالله اني لاعلم اي ليلة هي هي الليلة التي امرنا بها رسول الله ﷺ بقيامها هي ليلة صبيحة سبع وعشرين وامارتها ان تطلع الشمس في صبيحة يومها بيضاء لا شعاع لها

وفي شرح مسلم للنووي تحت هذا وهذا احد المذاهب فيها واكثر العلماء على انها ليلة مبهمة من العشر الاواخر من رمضان وارجاها اوتارها وارجاها ليلة سبع وعشرين وثلاث وعشرين واحدى وعشرين

وفي الهندية (۱/ ۸۳): التطوع بالجماعة اذا كان على سبيل التداعي يكره۔

وفي الدر المختار (۲/ ۴۹): والتطوع بجماعة خارج رمضان اي يكره ذلك على سبيل التداعي بان يقتدي اربعة بواحد كما في الدرر وفي الاشباه عن البزازية يكره الاقتداء في صلاة رغائب وبراءة وقدر

وفي الشامية (على سبيل التداعي) هو ان يدعو بعضهم بعضا كما في المغرب وفسره الواني بالكثرة

سے کفن پر کلمہ لکھنا جائز ہے یا نہیں؟

۲۔ اسی طرح قبر میں میت پر کلمہ شہادت وغیرہ لکھنا کیسا ہے؟

۳۔ میت کو چارپائی سے قبر تک لے جاتے وقت کلمہ کا ورد کرتے ہوئے لے جانا کیسا ہے؟

۴۔ بعد از دفن میت کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر اذان دینا کیسا ہے؟

تمام سوالات کے جوابات عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً: صورت مسئولہ میں یہ چاروں چیزیں بے اصل ہیں ان کا ثبوت سنت میں کوئی ثبوت نہیں ہے لہٰذا ان سے اجتناب کرنا چاہئے۔

لما في المشكوة (ص ۲۷ ج ۱) عن عائشة رضي الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ من احدث في امرنا هذا ما ليس منه فهو رد.

وفي رد المحتار (۲۴۶/۲) وقد افتى ابن الصلاح بانه لا يجوز ان يكتب على الكفن يس والكهف ونحوهما خوفا من صديد الميت ... فالاسماء المعظمة باقية على حالها فلا يجوز تعريضها للنجاسة والقول بانه يطلب فعله مردود لان مثل ذلك لا يحتج به الا اذا صح عن النبي ﷺ طلب ذلك وليس كذلك اهـ

وفيها ايضا (۲۳۵/۲) لا يسن الاذان عند ادخال الميت في قبره كما هو المعتاد الآن وقد صرح ابن حجر في فتاويه بانه بدعة وقال ومن ظن انه سنة قياسا على ندبهما للمولود الحاقا لخاتمة الامر بابتدائه فلم يصب.

(۲۰۶) بچوں کے ختم قرآن پر دعوت اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا عمل

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بچوں کے ختم قرآن کے موقع پر دعوت کرنا یا مٹھائی تقسیم کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ کیا یہ درست ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سورۃ بقرہ بارہ سال میں ختم کی اور اس کے ختم پر ایک اونٹ ذبح کیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً: صورت مسئولہ میں بچوں کے ختم قرآن پر دعوت کرنا یا مٹھائی تقسیم کرنا شرعاً جائز ہے البتہ اسے ضروری نہ سمجھا جائے نیز یہ بات درست ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سورۃ بقرہ بارہ سال میں ختم کی اور اس کے ختم پر ایک اونٹ ذبح کیا تھا۔

دلائل: كمسئلة مرت سابقا في رقم السؤال ۱۲۱

نمازیں فوت ہو جائیں تو سب کی قضا بھی اسی ترتیب سے پڑھی جائے گی۔ تنہا ہوں یا جماعت کے ساتھ پڑھی جا سکتی ہے۔

لما في الجامع الترمذي (١/٤٣): عن قتادة قال ذكروا للنبي ﷺ نومهم عن الصلوة فقال انه ليس في النوم تفريط انما التفريط في اليقظة فاذا نسي احدكم صلاة او نام عنها فليصلها اذا ذكرها

عن ابي عبيدة بن عبدالله بن مسعود قال قال عبدالله ان المشركين شغلوا رسول الله ﷺ عن اربع صلوات يوم الخندق حتى ذهب من الليل ماشاء الله فامر بلالا فاذن ثم اقام فصلى الظهر ثم اقام فصلى العصر ثم اقام فصلى المغرب ثم اقام فصلى العشاء.

وفي الهندية (١/١٢١): كل صلاة فاتت عن الوقت بعد وجوبها فيه يلزم قضاؤها سواء ترك عمدا او سهوا او بسبب نوم وسواء كانت الفوائت كثيرة او قليلة

(۲۱۷) تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ ختم قرآن، درود یا دوسرے وظائف کے آخر میں تین بار سورۂ اخلاص پڑھتے ہیں۔ کیا ایسا کرنا درست ہے یا یہ بدعت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً: صورت مسئولہ میں ختم قرآن یا دوسرے وظائف کے بعد تین بار سورۂ اخلاص پڑھنا جائز ہے بلکہ بعض اکابر نے تو مستحب قرار دیا ہے البتہ فرض نماز میں ایسا نہیں کرنا چاہئے۔

لما في التاتارخانية (٣/٥٠٣): قراءة قل هو الله احد ثلاث مرات عند ختم القرآن لم يستحسنها بعض المشائخ وقال الفقيه ابو الليث هذا شيء استحسنه اهل القرآن وائمة الامصار فلا بأس به وفي النوازل قال الفقيه وبه نأخذ لان ما رآه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن الا ان يكون ختم القرآن في الصلاة وفي الغياثية في المكتوبة فلا يزيد على مرة واحدة

وفي الهندية (٥/٣١٧): قراءة قل هو الله احد ثلاث مرات عقيب الختم لم يستحسنها بعض المشائخ واستحسنها اكثر المشائخ لجبر نقصان دخل في قراءة البعض الا ان يكون ختم القرآن في الصلاة المكتوبة فلا يزيد على مرة واحدة

(۲۱۸) نعمت کے شکرانے کے طور پر عید میلاد النبی منانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے دوران بیان یہ کہا کہ حضور ﷺ کی ولادت کی نعمت سب سے بڑی نعمت ہے اور قرآن میں ہے ربنا انزل علينا مائدة من السماء تكون لنا عيدا لاولنا وآخرنا الآية۔

یہاں مائدہ کے نعمت کی وجہ سے عید منائی جا رہی ہے تو اگر مائدہ کی وجہ سے عید منائی جا سکتی ہے تو حضور ﷺ جو تمام نعمتوں سے بڑھ کر نعمت ہیں آپ کا اس دنیا میں تشریف لانا بھی نعمت ہے لہٰذا اس دن بطریق اولیٰ عید منانا جائز ہوگا۔

اب سوال یہ ہے کہ اس آیت سے عید میلاد النبی پر استدلال کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح نہیں تو اس کا جواب کیا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً ..... نبی کریم ﷺ کا وجود اطہر ومبارک بلاشک وشبہ کائنات کی تمام نعمتوں سے بڑھ کر نعمت ہے۔ آپ کی ولادت شریفہ کا ذکر بلکہ آپ کی خاک پا اور آپ کی سواری تک کا ذکر انتہائی مبارک ہے۔ حاصل یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس کا آپ ﷺ سے ذرا بھی تعلق ہے اس کا ذکر نہایت پسندیدہ اور اعلیٰ درجے کا مستحب عمل ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ اس کے لئے ۱۲ ربیع الاول کی تاریخ مقرر کرنے کی کیا ضرورت ہے کہ اسی دن کو مقرر کرکے عید میلاد النبی منانا، محفل میلاد منعقد کرنا، جلوس نکالنا یا اسی دن کو مخصوص کرکے فقراء ومساکین کو کھانا کھلانا اور دلیل میں یہ آیت مبارکہ پیش کرنا کہ مائدہ خداوند کریم کی طرف سے نعمت ہے اور نعمت خداوندی کی وجہ سے بنی اسرائیل نے کہا کہ تکون عیدا لاولنا الآیۃ۔ اس آیت سے عید میلاد النبی ﷺ ثابت کرنا محض سینہ زوری ہے۔ ع کہاں یہ آیت کریمہ اور کہاں اس سے استدلال.....؟؟

اس لئے کہ وہاں پر عید اس لئے کہ نبی کی مبارک ومقدس زبان سے اسے عید کہا جا رہا ہے جبکہ یہاں ۱۲ ربیع الاول کو عید منانے کا ثبوت حضور ﷺ کے ۲۳ سالہ دور نبوت میں نہیں ملتا اس کے بعد ۳۰ سالہ خلافت راشدہ کا دور گزرا اس میں بھی کہیں اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ حالانکہ جن حضرات نے بلاواسطہ نبی کریم ﷺ سے قرآن اور دوسری تعلیمات سیکھیں وہ صحابہ ایسے عاشق صادق تھے کہ آپ کے وضو کا پانی اپنے بدن پر ملا کرتے تھے آپ کے لعاب مبارک کو بھی زمین پر گرنے نہیں دیا اور آپ کے خون کو بھی باعث برکت سمجھ کر پی لیا۔ اگر اس طرح کے افعال میں کوئی بھلائی ہوتی تو کیا وہ لوگ اس کام کو سب سے پہلے نہ کرتے حالانکہ حضور ﷺ کے بعد ایک سو سال تک صحابہ کا وجود پاک اس دنیا پر رہا کیا کسی صحابی سے ایک دفعہ بھی ایسا کرنا ثابت ہے؟

اس کے بعد تابعین کا دور بھی تقریباً ایک صدی پر محیط ہے جنہیں نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے خیر القرون کا لقب ملا۔ ان کے اس دور میں بھی کہیں سے عید میلاد النبی کا ثبوت نہیں ملتا۔ پھر تبع تابعین سے بھی اس کا ثبوت نہیں ملتا۔

ان مبارک ادوار میں اگر کوئی چیز موجود نہیں تھی تو پھر بعد میں آپ اور میں زبردستی اسے دین میں داخل کرنا چاہیں اور یہ چاہیں کہ ہمیں اپنی مرضی سے کام کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثواب بھی ملے گا اور اسے دین کی خدمت بھی سمجھا جائے تو ہمارے یہ افعال مردود ہمارے منہ پر مار دیئے جائیں گے اور بجائے ثواب کے اس پر مواخذہ ہوگا۔ یہی حال عید میلاد النبی اور اس دن مروجہ رسوم کا ہے کہ ان پر ثواب کے بجائے مواخذہ کے امکانات زیادہ ہیں۔

ضد وعناد کی وجہ سے اپنے دینی واخروی نقصان کرنا کوئی عقلمندی نہیں ہے لہٰذا جب حق سامنے آجائے تو اسے قبول کر لینا چاہئے اور حق یہی ہے کہ عید میلاد النبی اور اس میں مروجہ افعال کا دین سے کوئی تعلق نہیں لہٰذا ان سے احتراز کرتے ہوئے نبی علیہ السلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا چاہئے۔ وما علینا الا البلاغ واللہ اعلم بالصواب

دلائل المسئلة مرت سابقا في رقم السؤال : ۱۴۴

(۲۱۹) تبرکات کی زیارت کے لئے تعیین وقت

سوال ... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بزرگان دین اور سلف صالحین کے کپڑوں یا دوسرے تبرکات کی زیارت کرنا کیسا ہے؟ نیز اس کے لئے وقت اور دن متعین کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ..... بزرگان دین کے تبرکات اپنے پاس رکھنا، دوسروں کو زیارت کرانا اور ان کی زیارت کرنا سب صورتیں جائز ہیں البتہ دن اور وقت کی تعیین کہیں سے ثابت نہیں لہٰذا اس سے احتراز کرنا چاہئے۔

لما في الصحيح للبخاري (۳۱/۱): قال ابو موسیٰ دعا النبي ﷺ بقدح فيه ماء فغسل يديه ووجهه فيه ومج فيه ثم قال لهما اشربا منه وافرغا على وجوهكما ونحوركما.

وفيها ايضا (۳۸/۱): قال عروة عن المسور ومروان خرج رسول الله ﷺ زمن الحديبية فذكر الحديث ... وما تنخم النبي ﷺ نخامة الا وقعت في كف رجل منهم فدلك بها وجهه وجلده.

وفي سنن ابي داؤد (۹۵/۲): عن اسامة بن زيد قال خرج رسول الله ﷺ يعود عبد الله ... فلما مات اتاه ابنه فقال يا نبي الله ان عبد الله قد مات فاعطني قميصك اكفنه فيه فنزع رسول الله ﷺ قميصه فاعطاه اياه.

وفي رد المحتار (۲۳۵/۲): وقد صرح بعض علمائنا وغيرهم بكراهة المصافحة المعتادة عقب الصلوات مع ان المصافحة سنة وما ذاك الا لكونها لم تؤثر في خصوص هذا الموضع فالمواظبة عليها فيه توهم العوام بانها سنة فيه.

(۲۲۰) بیت اللہ اور روضہ مبارک کی شبیہ بنانا

سوال ... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کعبہ اور روضہ رسول کے مشابہ کعبہ اور روضہ کا نمونہ (ماڈل) بنانا کیسا ہے؟ اگر کوئی شخص ثواب کی نیت سے ان کی زیارت کرے تو از روئے شرع کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ... بصورت مسئولہ میں کعبہ اور روضہ رسول کے مشابہ کعبہ اور روضہ رسول بنانا جیسا کہ آج کل بعض جگہ ربیع الاول میں بناتے ہیں کئی وجوہ سے ناجائز ہے:

اول: اس میں بیت اللہ اور روضہ مبارک کی توہین ہے جو کہ ناجائز ہے۔

ثانی: اسراف مال ہے جو عوام سے جبراً وصول کرکے کیا جاتا ہے اور نیز حصول ثواب کی امید لگائی جاتی ہے جو عدم ثبوت کی

في املاک (ای نکاح) فالقي بطباق عليها جوز ولوز وتمر . فنثرت فقبضنا ايدينا فقال: ما بالكم لا تأخذون فقالوا: لانک نهيت عن النهبى فقال: ما نهيتكم عن نهبى العساكر خذوا على اسم الله فتجاذبنا وجاذبناه

(۲۲۲) یوم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر چھٹی کا مطالبہ

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے یوم پیدائش اور یوم وفات وغیرہ منانے کا کیا حکم ہے؟ اور اسی طرح یہ مطالبہ کرنا کہ یوم صدیق اکبر سرکاری طور پر مناتے ہوئے عام تعطیل کی جائے۔ شریعت مطہرہ میں اس مطالبہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً... بصورت مسئولہ میں اگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایام کو اس طرح منایا جائے کہ ان کی دینی خدمات اور سیرت کو بیان کیا جائے تاکہ ان کے حالات زندگی اور دوسرے معمولات لوگوں کے سامنے آئیں جس سے لوگوں میں دین کی رغبت اور شوق پیدا ہو تو یہ عمل جائز ومستحسن ہے۔ البتہ اس کو دین کا حصہ نہ سمجھا جائے اور اس کا التزام واہتمام بھی نہ کیا جائے۔ نیز اس دن چھٹی کرنا اور جلوس نکالنا عدم ثبوت کی بناء پر جائز نہیں، اس سے احتراز کرنا چاہئے۔

لما في المشكوة (ص ۲۷): عن عائشة رضي الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ من احدث في امرنا هذا ما ليس منه فهو رد.

وفي شرعة الهية (۱/۲۵۱): ان عمل المولد بدعة لم يقل به ولم يفعله رسول الله ﷺ والخلفاء والائمة... وقد اتفق علماء المذاهب الاربعة بذم هذا العمل. (بحواله راه سنت)

(۲۲۳) اجتماعی طور پر سورہ یٰسین کا اہتمام کرنا

سوال... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اکثر مدارس میں فجر کے بعد اجتماعی طور پر سورہ یٰسین تلاوت کی جاتی ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسا کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ کیا اس کا شمار بدعت میں تو نہیں ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً... بصورت مسئولہ میں سورہ یٰسین پڑھنا باعث خیر وبرکت ہے جیسا کہ مختلف احادیث میں اس کی فضیلت وارد ہوئی ہے اور اجتماعی طور پر پڑھنے میں کوئی قباحت نہیں ہے البتہ اگر اسے لازم سمجھا جائے اور نہ پڑھنے والوں کو طعن وتشنیع کا نشانہ بنایا جائے تو یہ بدعت میں داخل ہو جائے گی۔ لیکن اگر طعن وتشنیع ترک یٰسین پر نہ ہو بلکہ مدرسے کے اصول ونظام کی خلاف ورزی پر ہو تو اس کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

لما في المشكوة (ص ۱۸۹): عن عطاء بن ابي رباح قال بلغني ان رسول الله ﷺ قال من قرأ يس في

ضلالة وجهالة وفيها منكرات ظاهرة.

وفي فتح الباري (٢/٢٠٤): قال ابن المنير فيه ان المندوبات قد تنقلب مكروهات اذا رفعت عن رتبتها لان التيامن مستحب في كل شيء اي من امور العبادة لكن لما خشي ابن مسعود ان يعتقدوا وجوبه اشار الى كراهته.

وفي مرقات المفاتيح (٣٥٣/٢): قال الطيبي وفيه ان من اصر على امر مندوب وجعله عزما ولم يعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشيطان من الاضلال.

وفي الهداية (١/١٢١): (ويكره ان يوقت شيء من القرآن لشيء من الصلوات) لما فيه من هجر الباقي وايهام التفضيل.

وفي فتح القدير (١/٣٣٤): قال الطحاوي والاسبيجابي هذا اذا رآه حتما يكره غيره اما لو قرأ للتيسير عليه او تبركا بقرائته ﷺ فلا كراهة لكن بشرط ان يقرأ غيرهما احيانا لئلا يظن الجاهل ان غيرهما لا يجوز.

وفي الدر المختار (١/٥٦٠): (ومبتدع) اي صاحب بدعة وهي اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول ﷺ.

وفي الشامية: ما احدث على خلاف الحق المتلقى عن رسول ﷺ من علم او عمل او حال بنوع شبهة واستحسان وجعل دينا قويما وصراطا مستقيما.

(۲۲۵) نمازِ عید کے بعد مصافحہ کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کئی علماء کا فتویٰ ہے کہ عیدین کے بعد مصافحہ بدعت ہے۔ اس ضمن میں مندرجہ ذیل باتوں سے متعلق جواب مطلوب ہیں

(۱) اس رواج کے حامی عید کے بعد مصافحہ ومعانقہ پر گرفت کرنے پر لوگ جواب دیتے ہیں کہ یہ عند الملاقات ہے حالانکہ نیت عید کے بعد مصافحے کی ہوتی ہے۔ کیا ان کا یہ کہنا صحیح ہے؟

(۲) کس حد تک التزام کے بعد یہ بدعت بن جاتا ہے؟

(۳) مصافحہ ومعانقہ کی بدعت ہونا عیدگاہ کی حد تک ہے یا عیدگاہ کے باہر بھی بدعت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً: ...صورتِ مسئولہ میں مصافحہ ومعانقہ کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے کیونکہ بوقت ملاقات مصافحہ ومعانقہ مسنون ہے اور عیدین اور نمازِ پنجگانہ کے بعد علی الدوام یا سنت سمجھ کر یا رواج دینا مقصود نہ ہو بلکہ بلا نیت یا اتفاقاً ہو جائے تو درست ہے اس میں

وفي الشامية (۱/۳۰۹): واما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بانه لا يهتم لامر دينه، وبان في تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم اهانته شرعاً ولا يخفى انه اذا كان اعلم من غيره لا تزول العلة فانه لا يؤمن ان يصلي بهم بغير طهارة فهو كالمبتدع تكره امامته بكل حال بل مشى في شرح المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم لما ذكرنا قال: ولذا لم تجز الصلاة خلفه اصلاً عند مالك ورواية عن احمد فلذا حاول الشارح في عبارة المصنف وحمل الاستثناء على غير الفاسق.

(۲۲۸) رسول اللہ ﷺ کی تاریخ ولادت کی تعیین اور نعت خوانی کی شرعی حیثیت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ حضور ﷺ کی تاریخ ولادت ۱۲ ربیع الاول کہیں سے ثابت ہے یا نہیں؟ نیز نعت خوانی کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ قرآن و سنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً: اہل سیر اور مؤرخین کا اس بارے میں اختلاف رہا ہے کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام کی تاریخ پیدائش کیا ہے؟ اس میں آٹھویں، نویں، دسویں، بارہویں ربیع الاول کے اقوال ذکر کئے گئے ہیں، البتہ راجح قول آٹھ (۸) ربیع الاول کا ہے۔

نعت خوانی جب شریعت کی حدود میں ہو تو جائز ہے یعنی اس طور کہ اس میں حضور ﷺ کی تعریف بیان کی جائے مگر یہ کہ شرکیہ الفاظ نہ ہوں، کوئی ایسا جملہ نہ ہو جس سے آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کا شائبہ بھی ہو اور مروجہ بدعات و رسوم خاص طور پر مرد و زن کے اختلاط سے پاک اور دوسروں کی ایذا رسانی کا باعث نہ ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں۔

لقوله تعالى (الشعراء: ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷): والشعراء يتبعهم الغاوون ○ الم تر انهم في كل واد يهيمون ○ وانهم يقولون ما لا يفعلون ○ الا الذين آمنوا وعملوا الصالحات وذكروا الله كثيرا الآية

وفي روح المعاني (۱۹/۱۴۷): ان الشعر باب من الكلام حسنه حسن وقبيحه قبيح وفي الحديث ان من الشعر لحكمة وقد سمع رسول الله ﷺ الشعر واجاز عليه وقال عليه الصلوة والسلام لحسان رضي الله عنه اهجهم يعني المشركين فان روح القدس سيعينك وفي رواية اهجهم وجبرائيل معك.

وفي المشكوة (ص۴۰۹): عن عمرو بن الشريد عن ابيه قال ردفت رسول الله ﷺ يوما فقال هل معك من شعر امية بن ابي الصلت شيء قلت نعم قال هيه فانشدته بيتا فقال هيه ثم انشدته بيتا فقال هيه حتى انشدته مائة بيت.

وفي السيرة النبوية لابن كثير (۱/۱۹۹): ولد صلوات الله عليه وسلامه يوم الاثنين ... ثم الجمهور على ان ذلك كان في شهر ربيع الاول فقيل لليلتين خلتا منه قاله ابن عبد البر في

الاستیعاب ورواه الواقدی عن ابی معشر نجیح بن عبد الرحمن المدنی وقیل ثمان خلون منه حکاه الحمیدی عن ابن حزم ورواه مالک وعقیل ویونس بن یزید وغیرهم عن الزهری عن محمد بن جبیر بن مطعم. ونقل ابن عبد البر عن اصحاب التاریخ انهم صححوه وقطع به الحافظ الکبیر محمد بن موسی الخوارزمی ورجحه ابو الخطاب بن دحیة . . . وقیل لعشر خلون منه نقله ابن دحیة　　وقیل لثنتی عشر خلت منه نص علیه ابن اسحاق　　وهذا هو المشهور عند الجمهور　　وهکذا فی البدایة والنهایة (۲/۲۴۲)

(۲۲۹) قبر پر قرآن مجید کی تلاوت

سوال... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبر پر قرآن مجید پڑھ کر میت کو ثواب بخشنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً... قبر پر بیٹھ کر قرآن مجید پڑھنا اور مردوں کو ثواب پہنچانا جائز ہے لیکن اجرت لیکر پڑھنا جائز نہیں۔

لما فی الطحطاوی علی المراقی (ص۶۱۳): ویستحب للزائر قراءة سورة یٰس ...... واخذ من ذلک جواز القراءة علی القبر والمسألة ذات خلاف قال الامام تکره لان اهلها جیفة ولم یصح فیها شیء عنده عنها وقال محمد تستحب لورود الآثار وهو المذهب المختار کما صرحوا فی کتاب الاستحسان.

وفی الهندیة (۵/۳۵۰): ان قراءة القرآن عند القبور ان نوی بذلک ان یؤنسه صوت القرآن فانه یقرأ وان لم یقصد ذلک فالله تعالی یسمع قراءة القرآن حیث کانت.

(۲۳۰) کلمہ طیبہ یا کوئی آیت کفن پر روشنائی سے لکھنا

سوال... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کفن پر کلمہ طیبہ یا قرآن کریم کی کوئی آیت وغیرہ روشنائی سے لکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً... کفن میت پر روشنائی سے کلمہ طیبہ یا دوسری آیات وغیرہ لکھنا جائز نہیں کیونکہ یہ بات محقق ہے کہ کچھ دنوں کے بعد انسانی جسم گلنا سڑنا شروع ہو جاتا ہے لہٰذا کسی کفن پر میت یا کلمہ لکھنا ایسا ہے جیسا کہ کسی کپڑے پر آیت وغیرہ لکھ کر اسے نجاست میں پھینک دینا۔ لہٰذا ہر حال میں اس سے اجتناب ضروری ہے البتہ اگر بغیر روشنائی استعمال کئے صرف انگلی سے میت کی پیشانی یا سینے پر کوئی کلمہ لکھ دیا جائے جس میں الفاظ ظاہر نہ ہوں اور صرف انگلی چلائی جائے تو اس کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

لما فی رد المحتار (۲/۲۴۶): وفی فتاوی المحقق ابن حجر المکی الشافعی سئل عن کتابة العهد

اجتماعی ہو یا انفرادی۔ البتہ اس کا التزام و اہتمام درست نہیں کہ جو شخص آتے وقت ایک دفعہ دعا کرے اور جاتے وقت دوبارہ دعا کرے۔

اور حضور ﷺ سے تعزیت کے جو الفاظ منقول ہیں وہ یہ ہیں: اعظم اللہ اجرک واحسن عزاءک وغفر لمیتک۔ اس کے علاوہ دوسرے مواقع پر دوسرے الفاظ بھی منقول ہیں۔

ودلائل المسئلة مرت سابقا في رقم السؤال : ۲۰۳

(۲۲۳) سنتوں کے بعد والی دعا کو استسقاء پر قیاس کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں سنتوں کے بعد تین دفعہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی جاتی ہے۔ اور دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ حضور ﷺ نے جب بارش کے لئے دعا فرمائی تو تین دفعہ فرمائی تھی۔ کیا یہ دلیل بیان کرنا صحیح ہے؟ نیز یہ سنتوں کے بعد دعا کا ثبوت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... سنتوں کے بعد اجتماعی طور پر تین دفعہ دعا مانگنا بلکہ ایک دفعہ بھی اس طرح کرنا ثابت نہیں ہے اور قائلین کا یہ کہنا کہ بارش کے لئے آپ نے نماز استسقاء کے بعد تین دفعہ دعا فرمائی یہ روایت بھی کتب احادیث میں تتبع کے بعد نہیں ملی۔ لہذا اس طریقہ کا التزام بدعت ہے جس سے اجتناب ضروری ہے۔

اور اگر تسلیم کرلیا جائے کہ کسی موقع پر آپ سے تین دفعہ دعا کرنا ثابت ہے تو اس پر سنتوں کے بعد دعا کو قیاس کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ قیاس وہاں کیا جاتا ہے جہاں کسی عمل کی صراحت موجود نہ ہو اور سنتوں کے لئے آپ کا معمول ثابت ہے کہ گھر جاکر ادا فرماتے اور کبھی بھی آپ نے اجتماعی طور پر سنتوں کے بعد دعا نہیں فرمائی۔

لما في المشكوة (ص ۲۷): عن عائشة رضي الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ من احدث في امرنا هذا ماليس منه فهو رد متفق عليه

وفي الترغيب والترهيب (۱/۱۶۱): عن زيد بن ثابت ان النبي ﷺ قال صلوا ايها الناس في بيوتكم فان افضل صلاة المرء في بيته الا الصلوة المكتوبة.

وفي معارف السنن (۳/۱۲۶): ان ما راج في كثير من بلاد الهند الجنوبية الدعاء بكيفية مخصوصة بعد الرواتب يستقبل الامام المقتدين ويدعون رافعي ايديهم فمثل هذا يقال انه بدعة [illegible] بدعات كثيرة لا نرى لمثل هذا وجهه من السنة.

وفي اعلاء السنن (۳/۲۰۵): ورحم الله طائفة من المبتدعة في بعض اقطار الهند حيث واظبوا على ان الامام ... ثم اذا فرغوا من فعل السنن والنوافل يدعو الامام عقب الفاتحة جهرا بدعاء مرة ثانية والمقتدون يؤمنون على ذلك وقد جرى العمل منهم بذلك على سبيل الالتزام والدوام

الجواب حامداً ومصلیاً ... صورت مسئولہ میں یہ کھانا اگر غیر اللہ کے نام پر نہ ہو اور حلال مال سے پکایا گیا ہو تو اس کے کھانے میں کوئی کراہت نہیں ہے البتہ دن کی تعیین کی وجہ سے اس میں کراہت آتی ہے لہٰذا ایسے کھانے سے احتراز بہتر ہے۔

لقوله تعالى (المائدة: ٣): حرمت عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما أهل لغير الله به الآية

وفي الجامع للترمذي (١/٢٢٩): عن النعمان بن بشير قال سمعت رسول الله ﷺ يقول الحلال بين والحرام بين وبين ذلك أمور مشتبهات لا يدري كثير من الناس أمن الحلال هي أم من الحرام فمن تركها استبراء لدينه وعرضه فقد سلم ومن واقع شيئا منها يوشك أن يواقع الحرام كما أنه من يرعى حول الحمى يوشك أن يواقعه ألا وإن لكل ملك حمى ألا وإن حمى الله محارمه.

(۲۳۷) مصیبت کے وقت کالا بکرا ذبح کرنا

سوال ... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص یہ اعتقاد رکھے کہ جب بھی کوئی بیماری آجائے یا اس کے علاوہ کوئی مصیبت آجائے تو کالا بکرا ذبح کرنے سے یہ مصیبت و بیماری ٹل جاتی ہے، کیا ایسا عقیدہ رکھنا درست ہے؟ کیا بیماری کے وقت بکرا ہی ذبح کرنا چاہئے اور بکرے کے رنگ کی بھی کوئی خصوصیت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً ... اگر کوئی بیماری یا مصیبت آجائے تو صدقات اس کو دور کرنے والے ہیں اور صدقہ کرنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس صدقے کی برکت سے اس مصیبت یا بیماری کو دور کردیں لیکن اس میں بکرے کی تخصیص کرنا یا کالے بکرے کی تخصیص کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ جس قدر ہو سکے اور جیسے ہو سکے اپنی استطاعت کے مطابق صدقہ کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ روایات سے صرف یہی بات ثابت ہے کہ "صدقات مصیبتوں اور بلاؤں کو دفع کرتے ہیں"۔ اب اس میں اپنی طرف سے اس قسم کی تخصیص کرنا جس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے خود اپنے آپ کو تنگی میں مبتلا کرنے کے سوا کچھ نہیں ہے۔

لما في المشكوة (ص ١٦٣): عن أسماء رضي الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ أنفقي ولا تحصي فيحصي الله عليك ولا توعي فيوعي الله عليك ارضخي ما استطعت.

وفيها أيضا (ص ١٦٨): عن أنس قال قال رسول الله ﷺ إن الصدقة لتطفئ غضب الرب وتدفع ميتة السوء.

(۲۳۸) اجتماعی قرآن خوانی کی شرعی حیثیت

سوال ... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اجتماعی قرآن خوانی ثابت ہے یا نہیں؟ اگر ثابت ہے اور جائز ہے تو اس پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر قرآن خوانی گھر میں برکت کے لئے کی جائے تو اس وقت اجرت دینے کا کیا حکم ہے؟ تفصیل

وفي المشكوة (ص ۲۷): عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ من احدث في امرنا هذا ما ليس منه فهو رد.

وفي الهندية ([illegible]): قراءة القرآن عند القبور عند محمد رحمه الله تعالى لا تكره ومشايخنا

اخذوا بقوله وهل ينتفع والمختار انه ينتفع.

وفي رد المحتار ([illegible]): ولو زار قبر صديق او قريب له وقرأ عنده شيئا من القرآن فهو حسن

﴿کتاب الانبیاء﴾

(انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے متعلق سوالات)

(۲۴۰) کیا حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ حضور ﷺ کے واسطے سے قبول ہوئی؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ عام طور پر خطباء وغیرہ یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ حضور اکرم ﷺ کے واسطے سے قبول ہوئی۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ روایت صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً: کتب تفسیر میں اصحاب تفسیر نے اس روایت کو بیان کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی دعا حضور اکرم ﷺ کے واسطے سے قبول ہوئی۔

كما في روح المعاني (۱/۲۳۷): فتلقى آدم من ربه كلمات ... وعن ابن مسعود انها: سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك ... وقيل: رأى مكتوبا على ساق العرش محمد رسول الله فتشفع به.

وفي روح البيان (۱/۱۱۳): وعن النبي ﷺ ان آدم قال بحق محمد ان تغفر لي قال وكيف عرفت محمدا قال لما خلقتني ونفخت في الروح فتحت عيني فرأيت على ساق العرش لا اله الا الله محمد رسول الله فعلمت انه اكرم الخلق عليك حتى قرنت اسمه باسمك فقال نعم وغفر له بشفاعته.

(۲۴۱) حضرت آدمؑ کا دنیا میں بھیجنا خلافت کے طور پر تھا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ حضرت آدم علیہ السلام کو دنیا میں سزا کے طور پر بھیجا گیا تھا یا خلافت کے طور پر؟ آپ کی توبہ زمین پر نازل ہونے سے پہلے تام ہو چکی تھی یا اترنے کے بعد تام ہوئی؟ قرآن واحادیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً: حضرت آدم علیہ السلام کا دنیا میں تشریف لانا خلافت کے طور پر تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی پیدائش سے پہلے فرمایا: "واذ قال ربك للملئكة اني جاعل في الارض خليفة" الآية (البقرة:۳۰)

اور حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ زمین پر اترنے سے پہلے تام ہو چکی تھی، زمین پر اترنا رب تعالیٰ کی مشیت کے طور پر تھا جو پہلے سے طے تھا۔

السلام ایک باندی کے بطن سے پیدا ہوئے کیا یوں کہنا انبیاء کے حق میں ان کی تعظیم کے منافی نہیں ہے؟ جیسا کہ باندی کا بچہ کہنا خلاف مروت بلکہ انتہائی معیوب سمجھا جاتا ہے۔ امید ہے کہ اس سلسلے میں آپ تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... بصورت مسئولہ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ حضرت ہاجرہ ہی تھیں جو ایک ظالم بادشاہ کی باندی تھیں، جس نے حضرت سارہ کو ہدیہ کے طور پر دیا اور حضرت سارہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہدیہ کر دیا، باندی کے بطن سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔ البتہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا حضرت ہاجرہ کے بطن سے پیدا ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عظمت وعزت کا معیار تقویٰ اور اخلاص کو بتایا ہے، جس بندے کے دل میں جس قدر اللہ تعالیٰ کا خوف ہوگا وہ اسی قدر زیادہ عظمت وعزت والا ہوگا اور یہ بات طے شدہ ہے کہ اپنے زمانے کے اعتبار سے انبیاء سے بڑھ کر کوئی متقی نہیں ہو سکتا لہٰذا انبیاء ہی سب سے زیادہ شرافت والے ہوں گے، حاصل یہ کہ یہ کوئی منافی عظمت بات نہیں ہے۔

لما في القرآن الكريم: يٰأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقٰكُمْ الآية (الحجرات: ۱۳)

وفي البداية والنهاية (۱/۱۴۲): قالت سارة لابراهيم عليه السلام ان الرب قد احرمني الولد فادخل على امتي هذه لعل الله يرزقني منها ولدا فلما وهبتها له دخل بها ابراهيم عليه السلام فحين دخل بها حملت منه.

وفي المنتظم (۱/۱۵۴): قال ابن اسحاق وكانت هاجر جارية ذات هيئة فوهبتها سارة لابراهيم وقالت اني اراها وضيئة فخذها لعل الله ان يرزقك منها ولدا وكانت سارة قد منعت الولد فوقع عليها فولدت له اسماعيل.

(۲۲۴) حضرت ایوب علیہ السلام کی آزمائش کی ایک صورت

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ جب حضرت ایوب علیہ السلام بیمار ہوئے تھے تو بعض لوگوں سے سنا ہے کہ ان کو اس حد تک خارش ہوئی تھی کہ جسم مبارک میں کیڑے پیدا ہو گئے اور جسم کا گوشت گلنا شروع ہو گیا تھا۔ کیا یہ بات صحیح ہے اور کتب معتبرہ سے ثابت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں انبیاء پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش کے طور پر مختلف حالات آتے رہتے ہیں البتہ وہ حالت ایسی نہیں ہوتی کہ جس کی وجہ سے لوگ انبیاء سے متنفر ہو جائیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی آزمائش بھی مال اور اولاد کے ختم ہونے اور کسی درجے میں بیماری کے ساتھ ہوئی۔ اس کے علاوہ طرح طرح کی بیماریاں آپ کی طرف منسوب کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ انبیاء کی شان میں گستاخی ہے جس سے اجتناب واجب ہے۔

لمعانی روح المعانی (۲۳/۲۰۹): قال العلامة الآلوسی بعد ذکر اقوال عدیدة ... وکل هذه الاقوال عندی متضمنة ما لا یلیق بمنصب الانبیاء علیهم السلام. وذهب جمع الی ان النصب والعذاب لیسا ما کان له من المرض والالم او المرض وذهاب الاهل والمال بل امران عرضاله وهو مریض فاقد الاهل والمال.

وفی احکام القرآن للقرطبی (۱۵/۲۱۰): قال القرطبی بعد ذکر اقوال کثیرة متعلقة بمرض ایوب

قال ابن العربی القاضی ابوبکر رضی الله عنه. ولم یصح عن ایوب فی امره الا ما اخبرنا الله عنه فی کتابه آیتین الاولی قوله تعالی وایوب اذنادی ربه انی مسنی الضر والثانیة فی ص انی مسنی الشیطن بنصب وعذاب. واما النبی ﷺ فلم یصح عنه انه ذکره بحرف واحد الا قوله بینا ایوب یغتسل اذ خر علیه رجل من جراد ذهب الحدیث. واذلم یصح عنه فیه قرآن ولا سنة الا ما ذکرنا فمن الذی یوصل السامع الی ایوب خبره ام علی ای لسان سمعه؟ والاسرائیلیات مرفوضة عند العلماء علی البتات. فاعرض عن سطورها بصرک واصمم عن سماعها اذنیک، فانها لاتعطی فکرک الاخیالا ولاتزید فؤادک الاخبالا

(۲۴۵) حضرت خضر، الیاس اور یونس علیہم السلام

سوال۔۔۔ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے یا ولی؟ کیا وہ انسانوں سے پیدا ہوئے تھے یا فرشتوں سے؟ اگر زندہ ہیں تو ان کے قیام کی جگہ کہاں ہے؟ اسی طرح حضرت یونس علیہ السلام اور حضرت الیاس علیہ السلام کے بارے میں بھی مختصر تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً حضرت خضر علیہ السلام راجح قول کے مطابق نبی تھے اور انہیں انسانوں میں سے ہی پیدا کیا گیا۔ محققین محدثین اور اکثر مفسرین کے نزدیک ان کا انتقال ہو گیا ہے جبکہ صوفیاء کے نزدیک وہ زندہ ہیں۔

حضرت الیاس علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھے جنہیں بعلبک نامی بستی کی طرف مبعوث کیا گیا۔ یہ لوگ بعل نامی بت کی پوجا کرتے تھے۔ آپ نے انہیں ایک اللہ کی طرف بلایا تو قوم ان کی مخالفت پر اتر آئی اور بادشاہ وقت نے آپ کے قتل کا حکم دے دیا۔ آپ آبادی سے نکل کر ایک غار میں چلے گئے۔ بعد میں اس بادشاہ کا انتقال ہو گیا۔ آپ دس سال کے بعد تشریف لائے اور دوسرے بادشاہ کو دعوت دی تو وہ اور قوم مسلمان ہو گئی۔

اور حضرت یونس علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ کے نبی تھے جنہیں موصل کی بستی نینویٰ کی طرف بھیجا گیا۔ آپ نے ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی لیکن یہ لوگ اپنے کفر پر ڈٹے رہے۔ آپ ان سے عذاب الٰہی کا وعدہ کر کے تشریف لے گئے۔ بعد میں جب قوم پر

ہو اپ کی علامات ظاہر ہوئیں تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سچی توبہ کی اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ کو قبول کرلیا۔

لـمـا فـي احـكـام الـقـرآن للقرطبي (١١/٩ [illegible]) تحت آية فوجدا عبدا من عبادنا الآية والخضر نبي عند الجمهور وقيل هو عبد صالح غير نبي والآية تشهد بنبوته لان بواطن افعاله لاتكون الا بوحي وايضا فان الانسان لايتعلم ولايتبع الا من فوقه وليس يجوز ان يكون فوق النبي من ليس بنبي. وقيل كان ملكا امر الله والاول صحيح

وفي تفسير ابن كثير (٣/٩٣) وذكر ابن قتيبة في المعارف ان اسم الخضر بليا بن ملكان قالوا: وكان يكنى ابا العباس ويلقب بالخضر وكان من ابناء الملوك ذكره النووي في تهذيب الاسماء وحكى هو وغيره في كونه باقيا الى الآن ثم الى يوم القيمة قولين ومال هو وابن الصلاح الى بقائه وذكروا في ذلك حكايات وآثارا عن السلف وغيرهم وجاء ذكره في بعض الروايات ولايصح شيء من ذلك واشهرها حديث التعزية واسناده ضعيف ورجح آخرون من المحدثين وغيرهم خلاف ذلك واحتجوا بقوله تعالى وماجعلنا لبشر من قبلك الخلد وبقول النبي ﷺ يوم بدر اللهم ان تهلك هذه العصابة لاتعبد في الارض وبانه لم ينقل انه جاء رسول الله ﷺ ولاحضر عنده ولاقاتل معه ولو كان حيا لكان من اتباع النبي ﷺ واصحابه لانه عليه السلام كان مبعوثا الى جميع الثقلين.

وفي البداية والنهاية (١/٢٣٢): قال اهل التفسير بعث الله يونس عليه السلام الى اهل نينوى من ارض الموصل فدعاهم الى الله عزوجل فكذبوه وتمردوا على كفرهم وعنادهم فلما طال ذلك عليه من امرهم خرج من بين اظهرهم ووعدهم حلول العذاب بهم بعد ثلاث قال ابن مسعود ومجاهد وسعيد بن جبير وقتادة وغير واحد من السلف والخلف فلما خرج من بين ظهرانيهم وتحققوا نزول العذاب بهم قذف الله في قلوبهم التوبة والانابة وندموا على ماكان منهم الى نبيهم.

وفيها ايضا (١/٣١٣) الياس بن ياسين بن العازر بن العيزار بن هارون بن عمران قالوا وكان ارساله الى اهل بعلبك غربي دمشق فدعاهم الى الله عزوجل ان يتركوا عبادة صنم لهم كانوا يسمونه بعلا وقيل كانت امرأة اسمها بعل والاول اصح فكذبوه وخالفوه وارادوا قتله فيقال انه هرب منهم واختفى منهم عن كعب الاحبار انه قال ان الياس اختفى من ملك قومه في الغار الذي تحت الدم عشر سنين حتى اهلك الله الملك وولي غيره فاتاه الياس فعرض عليه الاسلام فاسلم واسلم من قومه خلق عظيم غير عشرة آلاف منهم فامر بهم فقتلوا عن آخرهم.

(۲۳۶) کیا حضرت یوسف علیہ السلام کا خوبصورت ہونا ثابت ہے؟

سوال ... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مولوی صاحب درس دے رہے تھے۔ دوران درس انہوں نے کہا کہ نہیں قرآن وحدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت یوسف علیہ السلام خوبصورت تھے۔ کیا یہ بات درست ہے؟ اگر یہ بات درست ہے تو آج تک ہم نے جو حسن کے چرچے سنے تھے ان کی کیا حیثیت ہے اور وہ کہاں سے ثابت ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً... حضرت یوسف علیہ السلام کا خوبصورت ہونا نصوص صریحہ سے ثابت ہے اور جو شخص یوں کہے کہ آپ کا خوبصورت ہونا ثابت نہیں یہ جہالت کی باتیں کرتا ہے۔

لقوله تعالى (يوسف: ۳۱) فلما رأينه أكبرنه وقطعن أيديهن وقلن حاش لله ما هذا بشرا إن هذا إلا ملك كريم۝

وفي تفسير ابن عباس (ص ۲۰۵): وقطعن أيديهن بالسكين من الدهشة والتحير مشغولين من حسن يوسف

وفي روح المعاني (۱۲: ۲۲۹): فلما رأينه أكبرنه أي أعظمنه ودهشن برؤية جماله الفائق الرائع الرائق فإن فضل جماله على جمال كل جميل كان كفضل القمر ليلة البدر على سائر الكواكب

وأخرج ابن جرير وغيره عن أبي سعيد الخدري عن النبي ﷺ أنه قال رأيت يوسف ليلة المعراج كالقمر ليلة البدر.

وفي المشكوة (ص ۵۲۸): عن أنس رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ قال أتيت بالبراق وذكر قصة المعراج وفيه فإذا أنا بيوسف إذا هو قد أعطي شطر الحسن

(۲۳۷) حضرت یوسف علیہ السلام کا زلیخا سے نکاح اور آپ کی اولاد

سوال ... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا زلیخا سے نکاح ہوا تھا اور آپ کی زلیخا سے اولاد بھی ہوئی تھی یا نہیں؟ تفصیل سے بیان کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً... کتب تفسیر وتاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ زلیخا کے شوہر کے انتقال کے بعد زلیخا کا نکاح حضرت یوسف علیہ السلام سے ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو زلیخا سے دو بیٹے بھی عنایت فرمائے۔

كما في البحر المحيط (۶/ ۲۹۱): وفوض الملك إليه أمره وعزل قطفير ثم مات بعد فزوجه الملك امرأته فلما دخل عليها قال أليس هذا خيرا مما طلبت؟ فوجدها عذراء لأن العزيز كان

لانها فولدت له ولدين: افرائيم ومنشا.

وفي احكام القرآن للقرطبي (۹/۲۱۳): قال ابن زيد كان فرعون ملك مصر خزائن كثيرة غير الطعام فسلم سلطانه كله اليه وهلك قطفير تلك الليالي فزوج الملك يوسف راعيل امرأة العزيز فلما دخل عليها قال اليس هذا خير مما كنت تريدين؟

وفي البداية والنهاية (۱/۲۰۲): وحكى الثعلبي انه عزل قطفير عن وظيفته وولاها يوسف وقيل انه لما مات زوجه امرأته زليخا فوجدها عذراء... فولدت ليوسف عليه السلام رجلين وهما افرائيم ومنشا.

(۲۲۸) کیا حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں؟ کیا حضرت خضر اور الیاس علیہما السلام حیات ہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں یا نہیں؟ اور کیا ابھی تک زندہ ہیں یا نہیں؟ اسی طرح حضرت الیاس علیہ السلام زندہ ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً: معتمد قول کے مطابق حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں اور صوفیہ کے نزدیک زندہ ہیں اسی طرح حضرت الیاس علیہ السلام بھی زندہ ہیں۔

لما في تفسير القرطبي (۱۱/۲۰): والخضر نبي عند الجمهور وقيل هو عبد صالح غير نبي والآية تشهد بنبوته لأن بواطن افعاله لا تكون الا بوحي وايضا فان الانسان لا يتعلم ولا يتبع الا من فوقه وليس يجوز ان يكون فوق النبي من ليس بنبي وقيل كان ملكا امر الله موسى ان ياخذ عنه مما حمله من علم الباطن والاول الصحيح والله اعلم.

وفي تفسير روح المعاني (۱۵/۳۲۸): ابقى الله تعالى بعد وفاته عليه السلام من الرسل الاحياء باجسادهم في هذه الدار اربعة ادريس والياس وعيسى والخضر عليهم السلام والثلاثة الاول متفق عليهم والاخير مختلف فيه عند غيرنا لا عندنا.

وفي مرقاة المفاتيح (۱۰/۱۱۶): قال النووي جمهور العلماء على انه حي موجود بين اظهرنا سيما عند الصوفية... قال الحميري المفسر وابو عمرو هو نبي... اذ لا يصح لاحد من الاولياء ان يقتل نفسا زكية بغير نفس اعتمادا على الوحي الالهامي بانه طبع كافرا... وفي الجامع الصغير روى الحارث عن انس الخضر في البحر والياس في البر يجتمعان كل ليلة عند الردم الذي بناه ذو القرنين... وفي الفتاوى الحديثية رواه ابن عدي في الكامل ان الياس والخضر عليهما الصلاة

والسلام يلتقيان في كل عام بالموسم

(۲۴۹) قبض روح کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تھپڑ مارنا

سوال ... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب حضرت عزرائیل علیہ السلام روح قبض کرنے کے لئے تشریف لائے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو تھپڑ مارا جس سے ان کی آنکھ ضائع ہوگئی۔ کیا یہ واقعہ درست ہے؟ بعض لوگ اس پر اعتراضات کرتے ہیں، کیا یہ واقعہ کسی صحیح حدیث سے ثابت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ... صورت مسئولہ میں قبض روح کے لئے آنے والے فرشتے کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تھپڑ مارنا احادیث سے ثابت ہے جو بالکل صحیح ہیں لہٰذا ان پر عقلی اعتبار سے اعتراضات کرنا صحیح نہیں ہے البتہ تھپڑ مارنا ثابت نہیں ہے جیسے کہ سوال میں ذکر کیا گیا ہے۔

لما في الصحيح للبخاري (۱/۴۸۴): عن ابي هريرة قال ارسل ملك الموت الى موسى فلما جاءه صكه فرجع الى ربه فقال ارسلتني الى عبد لا يريد الموت قال ارجع اليه فقل له يضع يده على متن ثور فله بما غطت يده بكل شعرة سنة قال اى رب ثم ماذا قال ثم الموت قال فالآن قال فسأل الله عزوجل ان يدنيه من الارض المقدسة رمية بحجر... الى آخر الحديث.

(۲۵۰) حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کے درمیان پیغمبروں کی تعداد

سوال ... کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے درمیان کتنے پیغمبر گزرے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً ... حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان چار ہزار (۴۰۰۰) پیغمبر گزرے ہیں جبکہ بعض حضرات کے نزدیک ستر ہزار گزرے ہیں۔

لما في تفسير روح المعاني (۱/۳۱۲): "ولقد آتينا موسى الكتاب" شروع في بيان بعض اخر ... "ثم ارسلنا رسلنا تترى" وكانوا الى زمن عيسى عليه السلام اربعة آلاف وقيل سبعين الفا وكلهم على شريعته عليه السلام.

وفي روح البيان (۱/۱۷۷): وما بين موسى وعيسى اربعة آلاف نبي وقيل سبعون الف نبي.

وفي حاشية الصاوي على الجلالين (۱/۳۳): وعدة الانبياء والرسل الذي بين موسى وعيسى سبعون الفا وقيل اربعة الآف.

(۲۵۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے پیروکار نے شہید کر دیا تھا یا زندہ آسمان پر اٹھائے گئے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ ان کے متبعین نے شہید کر دیا تھا کیسا ہے؟ اور وہ شہید ہونے کی بنا پر زندہ ہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً: صورت مسئولہ میں یہ عقیدہ رکھنا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے متبعین نے شہید کیا ہے اور وہ شہید ہونے کی بنا پر زندہ ہیں سراسر غلط اور قرآن وسنت کی صراحت کے خلاف ہے، بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح مع الجسد آسمانوں پر زندہ اٹھایا گیا ان کا دوبارہ نزول قرب قیامت کے وقت ہوگا اس کے بعد ان کو موت آئے گی۔

لما في القرآن الكريم: وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم الآية (النساء:١٥٧)

وفيه ايضا: إذ قال الله يعيسى إني متوفيك ورافعك إلي ومطهرك من الذين كفروا الآية (آل عمران:٥٥)

وفي التفسير المنير (٣/٢٠٣): وللمفسرين رأيان في تأويل هذه الآية إن في الآية تقديما وتأخيرا والتقدير إني رافعك إلي ومطهرك من الذين كفروا ومتوفيك بعد أن تنزل من السماء أي أنه رفعه إلى السماء حيا بجسمه وروحه وسينزل في آخر الزمان فيحكم بشريعة الاسلام ثم يميته الله وهذا ما دلت عليه الأحاديث النبوية الصحيحة۔

وفي الجامع لاحكام القرآن للقرطبي (٤/١٠٠): والصحيح أن الله تعالى رفعه إلى السماء من غير وفاة ولا نوم كما قال الحسن وابن زيد وهو اختيار الطبري وهو الصحيح عن ابن عباس وقاله الضحاك

وفي الصحيح لمسلم (١/٨٧): عن أبي هريرة رضي الله عنه أنه قال قال رسول الله ﷺ والله لينزلن ابن مريم حكما عادلا فليكسرن الصليب وليقتلن الخنزير وليضعن الجزية وليتركن القلاص الحديث

وفي فتح الملهم (٢/٢٨٥): وقال الحافظ ابن حجر في الفتح قال العلماء الحكمة في نزول عيسى عليه السلام دون غيره من الأنبياء الرد على اليهود في زعمهم أنهم قتلوه فبين الله تعالى كذبهم وأنه الذي يقتلهم أو نزوله لدنو أجله ليدفن في الأرض

(۲۵۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھانے کی وجہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مرزائی لاہوری سوال کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو

آسمان پر کیوں اٹھایا گیا؟ وہ وہاں کیا کرتے ہیں کیا کھاتے ہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔ آپ ان سوالات کے تسلی بخش جوابات عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ..... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھانے کی حکمت کو اللہ تعالیٰ نے بیان کرتے ہوئے فرمایا بل رفعه الله اليه وكان الله عزيزا حكيما ○ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں آسمان پر اٹھالیا اور اس کی حکمتیں وہ خوب بہتر طور پر جانتے ہیں۔ اس لئے ہمیں اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کیوں اٹھایا۔ وہ وہاں معلق ہیں اور اپنے کاموں کو بہتر طریقے سے جانتے ہیں۔ نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام انسانوں کی طرح کھاتے پیتے نہیں ہیں۔

لما في روح المعاني (۶/۱۲۰): قال قتادة رفع الله تعالى عيسى عليه السلام اليه فكساه الريش وألبسه النور وقطع عنه لذة المطعم والمشرب فطار مع الملائكة فهو معهم حول العرش فصار انسيا ملكيا سماويا ارضيا

وفي روح البيان (۲/۴۳): (اني متوفيك) عن الصفات النفسانية والاوصاف الحيوانية (ورافعك الي) بمجذبات العناية فمن لم يصر فانيا عما سوى الله تعالى لايكون له وصول الى مقام معرفة الله فعيسى لما رفع الى السماء صارت له حالة كحالة الملائكة في زوال الشهوات والغضب والاخلاق الذميمة.

(۲۵۳) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ایک سوال کا جواب

سوال ..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قرآن میں مذکور ہے "واوصاني بالصلاة والزكاة" الآية۔ اور یہ بات نص قطعی سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ وسلامت ہیں موجود ہیں۔ اب وہ زکوٰۃ کس طرح ادا کرتے ہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ..... سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے متعلق سوال کرنے سے پہلے اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ سوال میں کسی بھی طرح سے کوئی ایسی بات نہ ہو جو انبیاء کی شان کے خلاف ہو۔

سوال کا جواب یہ ہے کہ صرف زندہ رہنا وجوب زکوٰۃ کی شرط نہیں ہے بلکہ اس کے لئے دوسری شرائط بھی ہیں جن کا پایا جانا ضروری ہے مثلاً نصاب کا مالک ہونا، حولان حول (سال کا گزرنا) پایا جانا اور سب سے بڑھ کر مکلف ہونا۔ اب نصوص قطعیہ سے آپ کا آسمان پر اٹھایا جانا ثابت ہے اور نہ تو آپ کے مال ومتاع کو ساتھ اٹھانے کا ذکر نہیں ملتا اور جس عالم میں آپ زندہ ہیں وہ دارالعمل یا دارالتکلیف نہیں ہے۔ اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق یہ سوال بالکل غلط اور بے محل ہے۔

لما في قوله تعالى (النساء: ۱۵۷): وقولهم انا قتلنا المسيح عيسى ابن مريم رسول الله وما قتلوه

وما صلبوه ولكن شبه لهم وإن الذين اختلفوا فيه لفي شك منه ما لهم به من علم إلا اتباع الظن وما قتلوه يقيناً ۞ بل رفعه الله إليه وكان الله عزيزاً حكيماً ۞

وفي قوله تعالى (مريم: ۳۱): وأوصاني بالصلاة والزكاة ما دمت حياً ۞

وفي روح المعاني (۱۶/ ۹۰): وأنت تعلم أن الظاهر المتبادر من المدة المذكورة مدة كونه عليه السلام حياً في الدنيا على ما هو المعروف وذلك لا يشمل مدة كونه عليه السلام في السماء.

وفي أحكام القرآن للقرطبي (۱۱/ ۱۰۳): قال العلامة القرطبي تحت آية "وأوصاني بالصلوة والزكوة ما دمت حياً" أي لأؤديهما إذا أدركت التكليف وأمكنني أداؤهما على القول الأخير الصحيح

(۲۵۴) کتنے انبیاء زندہ ہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ کون کون سے انبیاء کرام زندہ ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات تو نصوص قطعیہ سے ثابت ہے اس کے علاوہ حضرت الیاس اور ادریس علیہما السلام زندہ ہیں۔ اور حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے کہ وہ زندہ ہیں یا نہیں؟ اس موضوع پر کافی کلام کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حیات اور ممات کے بارے میں سکوت اختیار کیا جائے اور کسی طرف سے کسی نبی کی طرف موت و حیات کو منسوب نہ کیا جائے۔

لما في قوله تعالى (النساء: ۱۵۷): وقولهم إنا قتلنا المسيح عيسى ابن مريم رسول الله وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم وإن الذين اختلفوا فيه لفي شك منه ما لهم به من علم إلا اتباع الظن وما قتلوه يقيناً ۞ بل رفعه الله إليه وكان الله عزيزاً حكيماً ۞

وفي أحكام القرآن للقرطبي (۱۱/ ۵۰): قال بعضهم: كان قد مرض وأحس الموت فبكى يا إلياس وعزتي لأؤخرنك إلى وقت لا يذكرني فيه ذاكر يعني يوم القيامة وقال عبد العزيز بن أبي رواد إن الياس والخضر عليهما السلام يصومان شهر رمضان في كل عام ببيت المقدس ويوافيان الموسم في كل عام

وفي تفسير روح المعاني (۸/ ۳۲۸): أبقى الله تعالى بعد وفاته عليه السلام من الرسل الأحياء بأجسادهم في هذه الدار أربعة إدريس وإلياس وعيسى والخضر عليهم السلام والثلاثة الأول متفق

علیهم والاخیر مختلف فیه عند غیرنا لاعندنا.

(٢٥٥) تحقیق عصمت انبیاء

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ انبیاء گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں اس سے کیا مراد ہے؟ کیا صغیرہ اور کبیرہ دونوں قسم کے گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں؟ اور یہ عصمت نبوت ملنے سے پہلے بھی ہوتی ہے یا نبوت کے بعد؟ نیز حضرت آدم علیہ السلام کے جسم میں روح ڈالتے ہی نبوت مل گئی تھی یا پھر زمین پر آنے کے بعد ملی تھی اگر جسم میں روح ڈالتے ہی مل گئی تھی تو جنت میں جس درخت سے منع کیا گیا اس کا کھانا گناہ کبیرہ تھا یا صغیرہ؟ نیز بعض لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ نبی نہیں تھے کیا یہ بات صحیح ہے؟ اگر صحیح نہیں تو پھر اس بات کے کہنے والوں کا کیا حکم ہے؟ براہ کرم مفصل انداز میں جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ..... انبیاء کرام راجح قول کے مطابق نبوت ملنے سے پہلے اور نبوت ملنے کے بعد صغائر اور کبائر دونوں سے معصوم ہوتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو نبوت زمین پر آنے کے بعد ملی ہے آپ کی نبوت کا انکار کرنے والا کافر ہے۔ رہی یہ بات کہ حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام نے اس درخت سے تناول فرمایا جس سے منع کیا گیا تھا۔ تو درحقیقت یہ نہ تو صغیرہ گناہ ہے اور نہ کبیرہ بلکہ یہ محض لغزش تھی، جو نسیان یا غلط فہمی کی بنیاد پر صادر ہوئی تھی اور "حسنات الابرار سیئات المقربین" (نیکوکاروں کی نیکیاں مقربین کے گناہوں کے برابر ہیں) کے قاعدے سے سرزنش کی گئی۔

لما في فيض الباري (٢/ ١١): وقد علمت سابقا ان الاشاعرة جوزوا الصغائر قبل البعثة ونفاها الماتريدية وقالوا بالعصمة قبلها وبعدها.

وفي النبراس (ص ٥٤٣): المذكور في كلام الشارح هو مذهب عامة المتكلمين وخالفهم جمهور جمع من العلماء فذهبوا الى العصمة عن الصغائر والكبائر قبل الوحي وبعده وهو مختار ابي المنتهى شارح الفقه الاكبر والشيخ عبدالحق المحدث الدهلوي . وقال الامام الشيخ ابو منصور الماتريدي الانبياء احق بالعصمة من الملائكة لان الامم مامورون بالاتباع للانبياء لا الملائكة واختار القاضي عياض عصمتهم بعد الوحي عن كل صغيرة وكبيرة ونسبه الى طائفة من المحققين وقال وقد اختلف في عصمتهم قبل النبوة والصحيح انشاء الله تعالى تنزيههم من كل عيب .

(ص ٥٤٣) وما كان بطريق التواتر فمصروف عن الظاهر كقول ابراهيم عليه السلام مشيرا الى الكواكب هذا ربي وتاويله ان همزة الاستفهام محذوفة والمعنى اهذا ربي بزعمكم ..... "ان امكن" المصرف عن الظاهر "والا" اي وان لم يمكن "فمحمول على ترك الاولى" نحو عصى ادم

رمه تقوى　　وقال غير واحد من الائمة سمى الله ترك الاولى منهم عصيانا لعظم منزلتهم كما قيل حسنات الابرار سيئات المقربين واستغفار الانبياء من ترك الاولى هضما لنفوسهم والانفليس من الذنب ولا عقاب عليه او كونه قبل البعثة كما قيل في اكل آدم عليه السلام الشجرة وكما قيل في اخوة يوسف عليه السلام على تقدير انهم انبياء لكن بعض العلماء صحح انهم ليسوا بانبياء.

وفي شرح الفقه الاكبر (ص ۵۶) والانبياء عليهم الصلاة والسلام كلهم اى جميعهم الشامل لرسلهم ومشاهيرهم وغيرهم اولهم آدم عليه الصلاة والسلام على ما ثبت بالكتاب والسنة واجماع الامة فما نقل عن بعض من انكار نبوته يكون كفرا　منزهون ان معصومون عن الصغائر والكبائر اى من جميع المعاصي والكفر خص لانه اكبر الكبائر　(ص ۵۸) ثم هذه العصمة ثابتة للانبياء قبل النبوة وبعدها على الاصح　وقد كانت منهم اى من بعض الانبياء قبل ظهور مراتب النبوة او بعد ثبوت مناقب الرسالة زلات اى تقصيرات وخطيئات اى عثرات بالنسبة الى مالهم من علي المقامات وسني الحالات كما وقع لآدم عليه الصلوة والسلام في اكله من الشجرة على وجه النسيان او ترك العزيمة واختيار الرخصة ظنا منه ان المراد بالشجرة المنهية المشار اليه بقوله تعالى ولا تقربا هذه الشجرة هي الشخصية لا الجنسية فاكل من الجنس لا من الشخص بناء على الحكمة الالهية ليظهر ضعف قدرة البشرية وقوة اقتضاء مغفرة الربوبية.

(۲۵۶) مہاتما بدھ اور گرونانک انبیاء میں سے تھے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض حضرات "ولکل قوم هاد" الآیۃ سے استدلال کرتے ہوئے مہاتما بدھ اور گرونانک کو نبی سمجھتے ہیں، کیا یہ بات صحیح ہے؟ قرآن و حدیث میں اس کا کوئی ثبوت موجود ہے کہ یہ نبی تھے؟ براہ کرم جواب دیں، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً: مذکورہ آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین کرام کی دو رائیں ہیں ایک یہ "ہاد" سے مراد خود باری تعالیٰ کی ذات گرامی ہے، اگر یہ تفسیر مراد ہو تو پھر یہ سوال سرے سے ختم ہو جاتا ہے اور اس صورت میں آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ "آپ ڈرانے والے ہیں کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں ہدایت سے سرفراز فرماتے ہیں" دوسری رائے یہ ہے کہ یہاں "ہاد" سے مراد صرف انبیاء کرام کی ذات گرامی ہی نہیں بلکہ انبیاء کے ساتھ ساتھ ان کے قاصدین بھی شامل ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ کوئی قطعہ اللہ کی دعوت دینے والوں سے خالی نہیں رہا، اس سے مراد صرف انبیاء نہیں بلکہ انبیاء کی طرف سے ان کے نائبین بھی ہو سکتے ہیں جو انبیاء کی دعوت کو لے کر دور دراز علاقوں تک پھیل گئے، لہٰذا اس آیت سے یہ استدلال کرنا کہ ہندوستان میں کوئی نہ کوئی نبی

ضروری پیدا ہوگا اور جب کسی اور کے تذکرے نہیں ملتے تو معاملہ مبہم ہوا اور کسی ایک نبی کے بارے میں کہہ دینا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی تھے البتہ ان کے متبعین بعد میں گمراہی میں مبتلا ہوگئے اس وجہ سے ان کی اتباع کرنے والے بت پرست یا دوسرے شرکیہ کاموں میں مبتلا ہوگئے، بلا دلیل ہے۔ خاص طور پر مذہب کی کتابوں میں ان کے نام انبیاء کی فہرست میں موجود نہیں ہیں لہٰذا ہم ان کے بارے میں یقینی طور پر نہیں کہہ سکتے کہ یہ انبیاء میں سے تھے یا نہیں اور مزید یہ کہ ہمیں اس فیصلے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ جن انبیاء کا اللہ تعالیٰ نے خود تذکرہ کیا ان پر ایمان لانا ضروری ہے اور جن کا نام نہیں لیا ان میں ہم صرف اس کے مکلف ہیں کہ اجمالی ایمان لائیں کہ اس کے علاوہ جتنے بھی انبیاء تھے ہم ان سب پر ایمان لاتے ہیں ان میں بیان شدہ یا کسی ایک کی صراحت کی ضرورت ہی نہیں۔

كما في قوله تعالى: ويقول الذين كفروا لولا انزل عليه آية من ربه انما انت منذر ولكل قوم هاد ○ (الرعد)

وفي التفسير الوسيط (۴/۳): ولكل قوم هاد اى نبي وداع الى الله يدعوهم بما يعطى من الآيات لا بما يريدون ويتحكمون وهذا قول ابن عباس ومجاهد وقتادة وقال سعيد بن جبير وعطية والضحاك الهادي هو الله عزوجل والمعنى انت منذر تنذر والله هادي كل قوم يهدي من يشاء.

وفي التفسير القرطبي (۵/۲۸۵): (انما انت منذر) اى معلم (ولكل قوم هاد) اى نبي يدعوهم الى الله وقيل الهادي الله اى عليك الانذار والله هادي كل قوم ان اراد هدايتهم.

وفي التفسير المنير (۱۳/۱۱۵): ولكل قوم هاد اى نبي يدعوهم الى الله وقيل الهادي الله اى عليك الانذار والله هادي كل قوم ان اراد هدايتهم.

(۲۵۷) امتیوں کا نبی کریم ﷺ کیلئے دعا مانگنا عصمت رسول ﷺ کے منافی نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے ساتھ ایک عیسائی لڑکا پڑھتا ہے گزشتہ دنوں اس نے مجھ سے سوال کیا کہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ ہمارے پیغمبر ﷺ تمام گناہوں سے معصوم اور تمام مخلوقات سے افضل و برتر ہیں اگر یہی بات ہے تو آپ سارے مسلمان ہر نماز میں اور ہر دعا میں ان کے لئے دعا کیوں مانگتے ہو؟ میرے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہ تھا براہ کرم آپ اس سوال کا ایسا جواب لکھ دیں کہ میں خود بھی مطمئن ہو جاؤں اور اسے بھی مطمئن کر سکوں؟ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً: مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ تمام گناہوں سے پاک اور تمام مخلوقات سے افضل ہیں باقی رہا یہ معاملہ کہ پھر آپ کیلئے نماز یا دعا کا اہتمام کیوں کیا جاتا ہے تو یہ دعا کا اہتمام آپ کی عظمت کے منافی نہیں کیونکہ

اول: یہ دعا آپ کے درجات کی بلندی کے لئے کی جاتی ہے گناہوں سے معافی کے لئے نہیں کی جاتی۔

قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ... جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا خون اور فضلات وغیرہ پاک ہیں آپ کے یہ خاصہ ثابت ہے۔

لما في المستدرك للحاكم (٣/٥٥٤) عن عامر بن عبدالله بن الزبير يحدث ان اباه حدثه انه اتى النبي صلى الله عليه وسلم وهو يحتجم فلما فرغ قال: "يا عبدالله اذهب بهذا الدم فاهرقه حيث لا يراك احد" فلما برزت عن رسول الله صلى الله عليه وسلم عمدت الى الدم فحسوته، فلما رجعت الى النبي صلى الله عليه وسلم قال: "ما صنعت يا عبدالله" قال جعلته في مكان ظننت انه خاف على الناس، قال: "لعلك شربته" قلت نعم. قال: ومن امرك ان تشرب الدم ويل لك من الناس وويل للناس منك

وفي عمدة القاري (٣/٣٥): وقال بعض شراح البخاري في بوله ودمه وجهان الاليق الطهارة وقد وردت احاديث كثيرة ان جماعة شربوا دم النبي عليه الصلاة والسلام رواه البزار والطبراني والحاكم والبيهقي وابو نعيم في الحلية ويروى عن علي رضي الله تعالى عنه انه شرب دم النبي عليه الصلاة والسلام وروى ايضا ان ام ايمن شربت بول النبي صلى الله عليه وسلم رواه الحاكم والدار قطني والطبراني ... قال بعضهم الحق ان حكم النبي عليه الصلاة والسلام كحكم جميع المكلفين في الاحكام التكليفية الا فيما يخص بدليل قلت يلزم من هذا ان يكون الناس مساوين للنبي عليه الصلاة والسلام ولا يقول بذلك الا جاهل غبي واين مرتبته من مراتب الناس ... ولا اعتقد انه لا يقاس عليه غيره وان قالوا غير ذالك فاذني عنه صماء.

وفي مرقاة المفاتيح (٢/١٠٠): ثم اختار كثيرون من اصحابنا طهارة فضلاته عليه الصلاة والسلام.

وفي الشامية (١/٣١٨): صحح بعض ائمة الشافعية طهارة بوله صلى الله عليه وسلم وسائر فضلاته وبه قال ابو حنيفة كما نقله في المواهب اللدنية عن شرح البخاري للعيني وصرح به البيري في شرح الاشباه وقال الحافظ ابن حجر: تظافرت الادلة على ذالك، وعد الائمة ذالك من خصائصه صلى الله عليه وسلم ونقل بعضهم عن شرح المشكوة لملا علي القاري انه اختاره كثير من اصحابنا واطال في تحقيقه في شرحه على الشمائل في باب ماجاء في تعطره عليه الصلاة والسلام اهـ.

(۲۵۹) آپ ﷺ کے فضلات (بول وبراز) بطور دوا استعمال کرنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات یعنی بول وبراز کے

بارے میں کیا اس کا استعمال بہ قصد اشفاء کیلئے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً ... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اس سوال کی کوئی ضرورت نہیں باوجود اس بات کے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات اکثر کے نزدیک پاک ہیں اور جو شخص ان کو شفاء، دوا اور تبرک کیلئے استعمال کرے تو وہ ایک اچھا کام کرے گا کیونکہ ناپاک چیز کا استعمال ضرورت کی وجہ سے جائز ہے تو پاک چیز کا استعمال دوا وغیرہ کیلئے بطریق اولیٰ جائز ہوگا ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔

دلائل المسئلة مرت سابقاً تحت السؤال السابق.

(۲۶۰) انبیاء اور دیگر مؤمنین کی حیات میں فرق

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں یا نہیں؟ آپ کے علاوہ دیگر مؤمنین اپنی قبروں میں زندہ ہیں یا نہیں؟ اگر زندہ نہیں ہیں تو یقیناً وہ سنتے بھی نہیں ہوں گے، اور اگر زندہ ہیں تو آپ ﷺ کی حیات اور دیگر مردوں کی حیات میں کیا فرق ہے؟ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیے۔

الجواب حامداً ومصلیاً ..... حضور ﷺ اپنی قبر اطہر میں زندہ ہیں۔ اسی طرح شہداء بھی زندہ ہوتے ہیں جیسا کہ خود نصوص قرآنیہ سے ثابت ہے۔ اور عام مؤمنین کو بھی ایک نوع کی حیات حاصل ہوتی ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ انبیاء اور عام مؤمنین کی زندگی میں کیا فرق ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ سب سے کم درجے کی حیات عام مؤمنین کو حاصل ہوتی ہے کہ وہ محض اللہ تعالیٰ کے انعامات کی لذت یا تعذیب کی تکلیف کو محسوس کر سکتے ہیں اور شہداء کی حیات ان سے بڑھ کر ہے اور انبیاء کی حیات سب سے بڑھ کر ہے۔ اس قدر فرق انبیاء اور عام مؤمنین کی حیات میں نصوص سے ثابت ہے البتہ یہ ایک فنی تعیین کہ ہر ایک کو کس قدر حیات حاصل ہے اس کی تعیین مشکل بلکہ ناممکن ہے۔

باقی رہا مردوں کے سننے کا مسئلہ تو اس کے دو حصے ہیں اول: حضور ﷺ سے متعلق، دوم: عام لوگوں سے متعلق۔ اول الذکر متفق علیہ مسئلہ ہے کہ آپ ﷺ سنتے ہیں اور دوسرے مسئلہ میں یعنی عام لوگوں کے بارے میں صحابہ کرام کے دور سے اختلاف چلا آ رہا ہے۔ بعض حضرات سننے کے قائل ہیں اور بعض نہ سننے کے قائل ہیں۔ ہمارے اکثر علماء دیوبند سماع کے قائل ہیں کیونکہ نصوص اس بارے میں زیادہ واضح ہیں۔

لما في الصحيح لمسلم (۲۶۸:۲): عن أنس بن مالك أن رسول الله ﷺ قال أتيت وفي رواية هداب مررت على موسى ليلة أسري بي عند الكثيب الأحمر وهو قائم يصلي في قبره.

وفي سنن أبي داود (۱۵۰:۱): عن أوس بن أوس قال قال رسول الله ﷺ إن من أفضل أيامكم يوم الجمعة ... فأكثروا علي من الصلوة فيه فإن صلوتكم معروضة علي قال قالوا يا رسول الله كيف تعرض صلاتنا عليك وقد أرمت قال يقولون بليت فقال إن الله عز وجل حرم على الأرض أجساد

الانبیاء

وفی المشکوٰۃ (ص ۸۷): عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی نائیا ابلغتہ۔

وفی فیض الباری (۶۴/۲): ونقل عن مالک رحمہ اللہ ان احترام النبی بعد وفاتہ ایضا کما کان فی حیاتہ۔ وفی البیھقی عن انس وصححہ ووافقہ الحافظ فی المجلد السادس ان الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون ...... ثم الحیاۃ فیھا مراتب لا یعدھا عاد ولا یحصیھا محصی ، فحیاۃ الانبیاء اعلیٰ واتم وحیاۃ الصحابۃ دونھا ثم وثم۔

وفی الصحیح للبخاری (۱۸۷/۱): عن انس عن النبی ﷺ قال العبد اذا وضع فی قبرہ وتولی وذھب اصحابہ حتی انہ یسمع قرع نعالھم اتاہ ملکان۔

(۲۶۱) جنات کی طرف مبعوث انبیاء

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح انسانوں میں یکے بعد دیگرے نبیاء کو مبعوث فرمایا کیا اسی طرح جنات میں بھی معاملہ رہا یا ان کے ہاں انبیاء مبعوث نہیں ہوتے تھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... نبی اکرم ﷺ سے قبل جنات کی طرف ان میں سے کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا۔ ہاں انبیاء کے رسول وقاصد جنات میں جا کر جنات کو دعوت دیتے رہے ہیں اور نبی کریم ﷺ انسانوں اور جنات دونوں کی طرف مبعوث ہوئے۔

لما فی الفتاوی الحدیثیۃ (ص ۹۶): ولم یبعث الیھم نبی قبل نبینا قطعا علی ماقالہ ابن حزم ای انما کانوا متطوعین بالایمان لموسی مثلا والدخول فی شریعتہ ۔وقال السبکی : لاشک انھم مکلفون فی الامم الماضیۃ کھذہ الامۃ اما بسماعھم من الرسول او من صادق عنہ۔

وفیھا ایضاً (ص ۹۶): وجمھور الخلف والسلف انہ لم یکن منھم رسول ولا نبی خلافا للضحاک ومعنی رسل منکم ای من مجموعکم وھم الانس والمراد بھم رسل الرسل۔

وفی لقط المرجان فی احکام الجان (ص ۴۲): جمھور العلماء سلفا وخلفا علی انہ لم یکن من الجن قط رسول ولا نبی کذا روی عن ابن عباس ومجاھد والکلبی وابی عبید۔

(۲۶۲) انبیاء علیہم السلام کے ختنے کی صورت

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر مشہور ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ

كما في البداية والنهاية (۵/۲۴۸): فاسنده علي الى صدره وعليه قميصه وكان العباس والفضل وقثم يقلبونه مع علي وكان اسامة بن زيد وصالح مولاه هما يصبان الماء وجعل علي يغسله.

وهكذا في السيرة النبوية لابن كثير (۴/۵۱۸)

وفي السيرة النبوية لابن هشام (۴/۳۴۱): ... ثم دخل الناس على رسول الله ﷺ يصلون عليه ارسالا دخل الرجال حتى اذا فرغوا ادخل النساء حتى اذا فرغ النساء ادخل الصبيان ولم يؤم الناس على رسول الله احد.

(وهكذا في البداية والنهاية (۵/۲۳۲) وقال في آخر البحث ... وهذا الصنيع وهو صلاتهم عليه فرادى لم يؤمهم احد عليه امر مجمع عليه لا خلاف فيه).

وفي البداية والنهاية (۲/۲۴۲): وهذا ما لا خلاف فيه انه ولد يوم الاثنين ... ثم الجمهور على ان ذلك كان في شهر ربيع الاول فقيل لليلتين خلتا منه ... وقيل لثمان خلون منه حكاه الحميدي عن ابن حزم ورواه مالك وعقيل ويونس بن يزيد وغيرهم عن الزهري عن محمد بن جبير بن مطعم ونقل ابن عبد البر عن اصحاب التاريخ انهم صححوه وقطع به الحافظ الكبير محمد بن موسى الخوارزمي ورجحه الحافظ ابو الخطاب بن دحية في كتابه التنوير في مولد البشير والنذير ... والصحيح عن ابن حزم الاول انه لثمان مضين كما نقله عنه الحميدي وهو اثبت.

وهكذا في السيرة النبوية لابن كثير (۱/۱۹۹)

وفي البداية والنهاية (۵/۲۲۳): قال محمد بن اسحاق توفي رسول الله ﷺ لاثنتي عشرة ليلة خلت من شهر ربيع الاول في اليوم الذي قدم فيه المدينة مهاجرا ... قال الواقدي وهو المثبت عندنا وجزم به محمد بن سعد كاتبه ... والمشهور قول ابن اسحاق والواقدي.

وفي المنتظم (۴/۲۲): توفي رسول الله ﷺ يوم الاثنين نصف النهار ... خلت من ربيع الاول منه احدى عشرة.

وفي تاريخ الطبري (۲/۲۵۵): عن عبد الله بن ابي بكر بن محمد بن عمرو بن حزم عن ابيه قال توفي رسول الله ﷺ في شهر ربيع الاول في ثنتي عشرة ليلة مضت من شهر ربيع الاول.

(۲۶۵) حضور ﷺ کی ولادت کس طرح ہوئی؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا نبی کریم ﷺ کی پیدائش اسی طریقہ پر ہوئی جیسا کہ

(۲۶۷) آپ ﷺ نور تھے یا بشر؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نبی کریم ﷺ نور تھے یا بشر؟ اگر کسی شخص کا عقیدہ ہو کہ آپ نور تھے تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً: نبی کریم ﷺ اپنی ذات کے اعتبار سے بشر تھے جس کا ذکر بار بار قرآن مقدس میں موجود ہے۔ لہذا اگر کوئی شخص آپ کی بشریت کا کلی طور پر انکار کرے اور آپ کے نور ہونے کا قائل ہو تو یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے اور اگر کسی تاویل کے ساتھ آپ کے نور ہونے کا قائل ہو تو صریح نصوص کی خلاف ورزی کی وجہ سے فاسق اور فاجر ہے۔

لقوله تعالى (المائدة: ۱۵): يا اهل الكتاب قد جاء كم رسولنا يبين لكم كثيرا مما كنتم تخفون من الكتاب ويعفوا عن كثير ط قد جاء كم من الله نور وكتاب مبين ۝

وفي تفسير ابن كثير (۲/۳۲): قد جاء كم من الله نور وكتاب مبين اى طرق النجاة والسلامة ومناهج الاستقامة.

وفيه ايضاً (۳/۱۰۳): قل انما انا بشر مثلكم يوحى الى الآية قل لهؤلاء المشركين المكذبين برسالتك اليهم انما انا بشر مثلكم فمن زعم اني كاذب فيأت بمثل ماجئت به فاني لا اعلم الغيب فيما اخبرتكم به من الماضي عما سألتم من قصة اصحاب الكهف . . . لولا ما اطلعني الله عليه

وفيها ايضاً (۳/۱۹۴): وقالوا ما لهذا الرسول يأكل الطعام ويمشي في الاسواق لولا انزل عليه ملك فيكون معه نذيرا . يخبر تعالى عن تعنت الكفار وعنادهم وتكذيبهم للحق بلا حجة ولا دليل منهم وانما تعللوا بقولهم (ما لهذا الرسول يأكل الطعام) يعنون كما نأكله ويحتاج اليه كما نحتاج اليه (ويمشي في الاسواق) اى يتردد فيها واليها طلبا للتكسب والتجارة (لولا انزل عليه ملك فيكون معه نذيرا) يقولون هلا انزل اليه ملك من عند الله فيكون له شاهدا على صدق ما يدعيه.

(۲۶۸) رسول اللہ ﷺ کا شق صدر

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے امام صاحب نے یہ بات بیان فرمائی کہ رسول اللہ ﷺ کے شق صدر کا تذکرہ قرآن میں موجود ہے۔ مولانا یہ بات میں نے پہلی دفعہ سنی ہے۔ آپ وضاحت فرمائیں تاکہ میرا یقین دور ہو جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً: ..... رسول اللہ ﷺ کے شق صدر کا تذکرہ قرآن مجید میں صراحۃً موجود نہیں ہے البتہ بعض حضرات مفسرین کی رائے کے مطابق
الم نشرح لک صدرک کا مطلب یہی ہے۔

قال اللہ تعالی (الانشراح ۱): الم نشرح لک صدرک ٥

لما فی تفسیر روح المعانی (۳۰/۲۲۲): وعن ابن عباس وجماعة انه اشارة الی شق صدره الشریف فی صباه علیه الصلاة والسلام.

وفی احکام القرآن للقرطبی (۲۰/۱۰۴): وفی الصحیح عن انس بن مالک عن مالک بن صعصعة رجل من قومه ان النبی ﷺ قال فبینا انا عند البیت بین النائم والیقظان اذ سمعت قائلا فاتیت بطست من ذهب فیها ماء زمزم فشرح صدری الی کذا وکذا.

وفی التفسیر المنیر (۳۰/۲۹۳): وقیل المراد بذلک شرح صدره لیلة الاسراء کما رواه الترمذی عن مالک بن صعصعة قال ابن کثیر ولکن لا منافاة فان من جملة شرح صدره الذی فعل بصدره لیلة الاسراء.

(۲۶۹) نبوت سے قبل طریقہ عبادت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء شرع متین اس بارے میں کہ حضور ﷺ نبوت سے پہلے کس شریعت کے مطابق عبادت کرتے تھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً: ..... اس بارے میں مختلف اقوال ہیں، بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ آپ نبوت سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کے مطابق عبادت کرتے تھے جبکہ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ آپ اپنی فکر و مراقبہ سے عبادت کرتے تھے۔

لما فی قوله تعالی (سورة النحل ۱۲۳): ثم اوحینا الیک ان اتبع ملة ابراهیم حنیفا وما کان من المشرکین ٥

وفی التفسیر المنیر (۱۴/۲۹۳): امر النبی باتباع ملة ابراهیم علیه السلام فی عقائد الشرع واصوله من الدعوة الی التوحید لله والتحلی بفضائل الاخلاق لا الاتباع فی الفروع.

وفی عمدة القاری (۱/۶۱): اختلف فیه علی ثمانیة اقوال احدها انه کان یتعبد بشریعة ابراهیم علیه السلام ..... الخامس قیل ما کان صفة تعبده اجیب بان ذلک کان بالتفکر والاعتبار کاعتبار ابیه ابراهیم علیه الصلوة والسلام

وفی سیرة النبی لابی الفداء (۱/۲۹۱): قبل شرع ابراهیم علیه السلام وهو الانسب الاقوی

مؤمني الجن لهم ثواب وعليهم عقاب فسألنا عن ثوابهم وعن مؤمنهم فقال على الاعراف وليسوا في الجنة فسألت وما الاعراف قال حائط الجنة تجري فيه الانهار وتنبت فيه الاشجار والاثمار. والله سبحانه اعلم بالصواب.

وفي كنز العمال (۱۱/۴۲۵): بعثت الى الاحمر والاسود.

وفي فتاوى الحديثية (ص ۱۶۶) ورسالة نبينا ﷺ اليهم قطعية فقد اجمع عليها المسلمون وقد استمعوا قراءة النبي ﷺ ببطن نخلة وكانوا تسعة كما صح عن ابن مسعود رضي الله عنه آذنته بهم شجرة وكانوا يهوداً وجاء عن عكرمة انهم كانوا اثني عشر الفاً اي في واقعة اخرى...

وفيه ايضاً (۱/۱۰۷): واعلم ان العلماء اتفقوا على ان كافرهم يعذب في الآخرة وعن ابي حنيفة وابي الزناد وليث بن ابي سليم ان مؤمنهم لا ثواب لهم الا النجاة من النار ثم يقال لهم كونوا تراباً مثل البهائم والصحيح الذي قاله ابن ابي ليلى والاوزاعي والشافعي واحمد واصحابهم رضي الله عنهم انهم يثابون على طاعاتهم ونقل عن ابي حنيفة واصحابه رضي الله عنه انهم يدخلون الجنة ونقله ابن البحر وعن الجمهور واستدلوا بقوله تعالى ولكل درجات مما عملوا فانه ذكر في الجن والانس فقط.

(۲۷۱) دیگر انبیاء علیہم السلام پر حضور ﷺ کی فضیلت کی وجہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کبھی کبھی میرے ذہن میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ اس کا جواب عنایت فرمائیں اور وہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کو جو دوسرے انبیاء پر فضیلت حاصل ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ مہربانی فرما کر جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً: صورتِ مسئولہ میں حضور ﷺ کی فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام انبیاء پر فضیلت دی ہے لہٰذا ہم اس کو ماننے کے پابند ہیں۔ رہی یہ بات کہ ایسا کیوں ہوا تو یہ ان امور میں سے ہے جن میں اللہ تعالیٰ جیسے چاہتے ہیں کرتے ہیں اس میں مخلوق کو "کیوں" کے سوال کا حق نہیں ہے۔

لقوله تعالى (البقرة: ۲۵۳): تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض منهم من كلم الله ورفع بعضهم درجات. الآية

والاسراء (۱): سبحن الذي اسرى بعبده ليلا من المسجد الحرام الى المسجد الاقصى الذي باركنا حوله لنريه من آياتنا انه هو السميع البصير.

وفی المشکوٰۃ (ص ۵۱۱): عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ انا سید ولد آدم یوم القیمۃ واول من ینشق عنہ القبر واول شافع واول مشفع.

وعن انس قال قال رسول اللہ ﷺ انا اکثر الانبیاء تبعا یوم القیمۃ وانا اول من یقرع باب الجنۃ.

(۲۷۲) کیا نبی ﷺ مختون پیدا ہوئے؟

سوال... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا حضور ﷺ مختون پیدا ہوئے تھے؟ ہمارے ہاں ۱۲ ربیع الاول کو جلسہ ہوا جس میں ایک صاحب نے تقریر کے دوران کہا کہ آپ ﷺ مختون پیدا ہوئے۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟ آپ ﷺ کے علاوہ دوسرے انبیاء میں سے بھی کوئی مختون پیدا ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... نبی کریم ﷺ کا مختون پیدا ہونا مختلف فیہ ہے، بعض حضرات نے مختون پیدا ہونے جبکہ دوسرے بعض حضرات نے غیر مختون پیدا ہونے کو ترجیح دی ہے اور آپ ﷺ کے علاوہ دیگر انبیاء کے مختون پیدا ہونے کا ذکر ملتا ہے، اور اگر نبی علیہ السلام کو غیر مختون پیدا ہونا بھی مان لیں تو اس کی وجہ سے آپ کی ذات گرامی میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا کیونکہ مختون پیدا ہونا انبیاء کی خصوصیت نہیں بلکہ باقی افراد امت میں سے بھی بہت سے افراد مختون پیدا ہوئے۔

لما فی فتح الملہم (۱/۳۱۸): وقد اختلف فی ختانہ ﷺ علی ثلاثۃ اقوال احدھا ولد مختونا مسرورا .. ولیس ھذا من خواصہ فان کثیرا من الناس یولد مختونا   القول الثانی انہ ختن یوم شق قلبہ الملائکۃ عند ظئرہ حلیمۃ   والقول الثالث ان جدہ عبدالمطلب ختنہ یوم سابعہ وصنع لہ مأدبۃ.

وفی المرقات (۲/۷): المختان   وھی من سنۃ الانبیاء کما سبق من لدن ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام الی زمن نبینا محمد ﷺ وروی ان آدم وشیثا ونوحا ...   ومحمد صلوات اللہ وسلامہ علیھم ولدوا مختونین.

وفی الدر المختار مع رد المحتار (۶/۷۵۱): وقد جمع السیوطی من ولد مختونا من الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام فقال:

وفی الرسل مختون لعمرک خلقۃ		ثمان وتسع طیبون اکارم
وھم زکریا شیث ادریس یوسف		وحنظلۃ عیسی وموسی وآدم
ونوح شعیب سام لوط وصالح		سلیمان یحیی ھود لیس خاتم

وفی الشامیۃ: وقد اختلف الرواۃ والحفاظ فی ولادۃ نبینا ﷺ ... قال بعض المحققین من الحفاظ الاشبہ بالصواب انہ لم یولد مختونا.

کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کو علم غیب عطائی حاصل تھا اور آپ مختار کل بھی ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ حضور ﷺ علم غیب جانتے تھے یا نہیں اور مختار کل تھے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً... حضور اکرم ﷺ نہ تو عالم الغیب تھے اور نہ ہی مختار کل تھے بلکہ یہ دونوں صفات اللہ تعالیٰ کی ہیں۔ نیز اگر یہ کہا جائے کہ آپ کو علم غیب عطائی حاصل تھا تو اول اس کیلئے کسی دلیل کی ضرورت ہے جس سے یہ معلوم ہو اور ایسی کوئی دلیل نہیں ہے۔ دوم جب خود عطائی کہہ دیا تو علم غیب نہ رہا کیونکہ علم غیب اس کو کہا جاتا ہے جو بغیر سبب اور واسطے کے حاصل ہو، جب عطا واسطہ بن گیا تو وہ غیب نہ رہا۔ چنانچہ علم غیب کو علم غیب عطائی کہنے والے کی جہالت کا پردہ چاک کرکے اس کی جہالت پر دلالت کرتا ہے۔

دلائل المسئلة مرت سابقا في رفع النزاع: ۵۳، ۵۷

(۲۷۶) حضور اکرم ﷺ کا اپنے اوپر درود پڑھنا

سوال... کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ زید کہتا ہے کہ درود پڑھنا صرف مسلمانوں پر لازم ہے خود نبی کریم ﷺ پر لازم نہ تھا۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً... صورت مسئولہ میں خود آپ ﷺ پر واجب نہیں تھا کہ اپنے اوپر درود و سلام بھیجیں اور یا ایها الذين آمنوا صلوا عليه الآية میں خطاب عام مومنین کو ہے۔

لما في البحر الرائق (۱/۳۴۲): وفي المجتبى معزيا الى خزانة الاكمل انه لا يجب على النبي ﷺ ان يصلي على نفسه.

وفي الدر المختار مع رد المحتار (۱/۵۱۸): لا يجب على النبي ﷺ ان يصلي على نفسه.

وفي الشامية: (لا يجب على النبي الخ) لانه غير مراد بخطاب صلوا ولا داخل تحت ضميره كما هو المتبادر من تركيب "صلوا عليه" وقال في النهر لا يجب عليه بناء على ان "يا ايها الذين آمنوا" لا يتناول الرسول بخلاف "يا ايها الناس" "يا عبادي" كما عرف في الاصول.

(۲۷۷) حضور ﷺ کا گریبان مبارک کس جانب تھا؟

سوال... کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ حضور ﷺ کا گریبان مبارک کس جانب تھا؟ اور آپ کے گریبان پر بٹن تھے یا نہیں؟ وضاحت مطلوب ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً... حضور ﷺ کا گریبان مبارک سینے پر تھا جیسا کہ آج کل رائج ہے اور اس پر بٹن بھی تھے۔

لما في المرقاة (۸/۲۳۴): عن معاوية بن قرة عن ابيه قال اتيت النبي ﷺ في رهط من مزينة فبايعوه

وانه لمطلق الازار فادخلت يدي في جيب قميصه فمسست الخاتم. (في جيب قميصه) قال السيوطي فيه ان جيب قميصه كان على الصدر كما هو المعتاد الآن فظن من لا علم عنده انه بدعة وليس كما ظن.

وفي عمدة القاري (٢١/٣٠٣): باب جيب القميص اي هذا باب في ذكر جيب القميص الكائن عند الصدر وكأنه اشار بهذا الى ما وقع في حديث الباب من قوله ويقول باصبعه هكذا في جيبه فان الظاهر انه كان لابس قميص وكان في طوقه فتحة الى صدره وعن هذا قال ابن بطال كان الجيب في ثياب السلف عند الصدر.

(۲۷۸) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین کا رنگ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ پیلے رنگ کے چپل پہنتے ہیں اور ان کو آپ علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے ہیں، کیا یہ بات ٹھیک ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً: احادیث مبارکہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مبارک کا ذکر ملتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مبارک (چپل) کے دو تسمے تھے اور نعلین مبارک ایسے چمڑے کے بنے ہوئے تھے جو بالوں سے صاف تھے۔ لیکن کتب احادیث اور سیرت کی کتابوں میں یہ بات تلاش کے باوجود نہیں مل سکی کہ نعلین مبارک کا رنگ کیا تھا؟ لہٰذا جب تک تحقیق سے یہ بات معلوم نہ ہوجائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مبارک کا رنگ پیلا تھا اس وقت تک پیلے رنگ کے جوتے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنے کی گنجائش نہیں۔

لما في الصحيح للبخاري (٢/٨٦٨): عن قتادة قال حدثنا انس ان نعل النبي ﷺ كان لها قبالان.

وفي الشمائل للترمذي (ص٦): عن ابن عباس قال كان لنعل رسول الله ﷺ قبالان مثنى شراكهما.

وفي مصنف ابن ابي شيبة (١٢/٢٣٤٥): عن يزيد بن ابي زياد قال رأيت نعل النبي ﷺ في المدينة مخصرة ملسنة لها عقب خارج

وفي حاشيته للشيخ محمد عوامة: المخصرتان: الضيقتان من وسطهما، ملسنة: كانت دقيقة على شكل اللسان.

وفي الصحيح للبخاري (١/٢١): ربعي بن حراش يقول سمعت عليا يقول قال النبي ﷺ لا تكذبوا علي فانه من كذب علي فليلج النار.

حدثنا المكي بن ابراهيم قال حدثنا يزيد بن ابي عبيد عن سلمة هو ابن الاكوع قال سمعت النبي

(۲۸۰) حضور علیہ السلام ﷺ کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم میں سے جب کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو باقی مسلمان اس کی جنازہ پڑھتے ہیں، اس کے لئے دعاء مغفرت کرتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا حضور ﷺ کی بھی نماز جنازہ پڑھی گئی؟ اگر آپ کی نماز جنازہ پڑھی گئی تو آپ کی نماز کس نے پڑھائی؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... حضور ﷺ کی نماز جنازہ ہوئی تھی لیکن مستقل امامت کسی نے نہیں کی بلکہ جنازہ حجرہ شریف میں رکھ دیا گیا تھا اور لوگ باری باری حجرہ شریف میں آتے اور انفرادی طور پر نماز جنازہ پڑھ کر چلے جاتے۔

لما فی شمائل الترمذی (صـ ۲۷): عن سالم بن عبید و کانت له صحبة روایة ...... قالوا یا صاحب رسول الله ﷺ أنصلی علی رسول الله ﷺ قال نعم قالوا و کیف قال یدخل قوم فیکبرون ویدعون ویصلون ثم یخرجون ثم یدخل قوم فیکبرون ویصلون ویدعون ثم یخرجون حتی یدخل الناس ......

وفی سنن ابن ماجة (صـ ۱۱۸): عن ابن عباس روایة ...... ثم دخل الناس علی رسول الله ﷺ ارسالا یصلون علیه حتی اذا فرغوا ادخلوا النساء حتی اذا فرغوا ادخلوا الصبیان ولم یؤم الناس علی رسول الله ﷺ احد.

وفی حاشیة النووی علی الصحیح لمسلم (۱/۳۱۲): والصحیح الذی علیه الجمهور انهم صلوا علیه فرادی فکان یدخل فوج یصلون فرادی ثم یخرجون ثم یدخل فوج اخر فیصلون کذلک ثم دخلت النساء بعد الرجال ثم الصبیان.

(۲۸۱) حیات النبی علیہ السلام ﷺ کا ثبوت کتاب وسنت سے

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حیات النبی ﷺ کا مسئلہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... حیات النبی کا ثبوت قرآن و حدیث سے ملتا ہے۔ قرآن کریم میں حیات النبی کا ثبوت اشارۃً ملتا ہے جبکہ احادیث میں حیات النبی کا ثبوت صراحۃً ملتا ہے اور اہل سنت والجماعت کا حیات النبی پر اتفاق بلکہ اجماع ہے۔

لما فی قوله تعالی (البقرة: ۱۵۴): ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل الله اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون ٥

من ربک فنودی فی القبر انه قد عمر ذلک

وهكذا ذكر هذه القصة بتغيير يسير في احكام القرآن للقرطبي (۵/۲۶۵) وفي تفسير ابن كثير (۱/۲۳۰)

وقال العلامة الآلوسي في روح المعاني (۲/۳۶) تحت آية ما ذكر محصله ان هذه الآية والاخبار المذكورة بعد تقييد سنن المراد منها اثبات الحياة في القبر بضرب من التاويل والمراد بتلك الحياة نوع من الحياة غير معقول لنا وهو فوق حياة الشهداء بكثير وحياة نبينا اكمل واتم من حياة سائرهم عليهم السلام وحديث ما من مسلم يسلم علي الارد الله تعالي علي روحي حتي ارد عليه السلام محمول علي انه تعالي خاص والتفات روحاني يحصل من الحضرة الشريفة النبوية الي عالم الغيب وتنزل الي عالم البشرية حتي يحصل عنه ذلك رد السلام وفيه توجيهات اخر مذكورة في محلها ثم ان تلك الحياة في القبر وان كانت يترتب عليها بعض مايترتب علي الحياة الدنيا المعروفة من الصلاة والاذان والاقامة ورد السلام المسموع ونحو ذلك الا انها لايترتب عليها كل مايمكن ان يترتب علي تلك الحياة المعروفة ولايحس بها ولايدركها كل احد فلو فرض انكشاف قبر النبي من الانبياء عليهم السلام لايري الناس النبي فيه الا كما يرون سائر الاموات الذي لم تاكل الارض اجسادهم

وفي الصحيح للبخاري (۱/۲۰) عن ابي موسي قال سئل النبي ﷺ عن اشياء كرهها فلما اكثر عليه غضب ثم قال سلوني عما شئتم وذكر الحديث

وفي احكام القرآن للتهانوي (۳/۲۰۰) وقد ذكره جماعة من العلماء ويشهد له صلوة موسي عليه السلام في قبره فان الصلوة تستدعي جسدا حيا وكذلك الصفات المذكورة في الانبياء ليلة الاسراء كلها صفات الاجسام ولايلزم من كونها حياة حقيقية ان تكون الابدان معها كما كانت في الدنيا مع الاحتياج الي الطعام والشراب وغير ذلك من صفات الاجسام التي تشاهدها بل يكون لها حكم اخر وما الادراكات كالعلم والسمع فلاشك ان ذلك ثابت لهم يعني الشهداء وسائر الموتي (شرح الصدور)

وفي الصحيح لمسلم (۲/۲۶۸) عن انس بن مالک ان رسول الله ﷺ قال اتيت وفي رواية هداب مررت علي موسي ليلة اسري بي عند الكثيب الاحمر وهو قائم يصلي

وفي سنن الدارمي (۱/۵۶) عن سعيد بن عبدالعزيز قال لما كان ايام الحرة لم يؤذن في مسجد

ثم تعبيرة ولعلها ليدل ان يكون هناك فرق حسي

وفي عمدة القاري (۲: ۱۸۵) (لايذيقك الله الموتتين) اراد بالموتتين الموت في الدنيا والموت في القبر وهما الموتتان المعروفتان المشهورتان فلذلك ذكرهما بالتعريف وهما الموتتان الواقعتان لكل احد غير الانبياء عليهم الصلوة والسلام فانهم لايموتون في قبورهم بل هم احياء واما سائر الخلق فانهم يموتون في قبورهم ثم يحيون يوم القيامة ومذهب اهل السنة والجماعة ان في القبر حياة وموتا فلابد من ذوق الموتتين لكل احد غير الانبياء.

وقال العلامة انور شاه الكشميري في فيض الباري (۲: ۱۴۳) نقل عن مالك رحمه الله احترام النبي بعد وفاته ايضا كما كان في حياته وفي البيهقي عن انس وصححه ووافقه الحافظ في المجلد السادس ان الانبياء احياء في قبورهم يصلون ثم الحياة فيها مراتب لايعدها عاد ولايحصيها محصي فحياة الانبياء اعلى واتم وحياة الصحابة دونها ثم وثم.

ويقول فيها ايضا (۲: ۴۷۳) والاحاديث في سمع الاموات قد بلغت مبلغ التواتر وفي حديث صححه ابو عمر وان احدا اذا سلم على الميت فانه يرد عليه ويعرفه ان كان يعرفه في الدنيا (بالمعنى) واخرجه ابن كثير ايضا وتردد فيه فالانكار في غير محله سيما اذا لم ينقل عن احد من السلف رحمهم الله تعالى فلابد بالتزام السماع في الجملة.

وفي اعلاء السنن (۱۰: ۵۰۵) ولاشك في حياته ﷺ بعد وفاته وكذا سائر الانبياء عليهم الصلوة والسلام احياء في قبورهم حياة اكمل من حياة الشهداء التي اخبر الله تعالى بها في كتابه العزيز ونبينا ﷺ سيد الانبياء وسيد الشهداء.

ويقول فيها ايضا (۱۰: ۵۱۲) عن داؤد بن ابي صالح قال اقبل مروان يوما فوجد رجلا واضعا وجهه على القبر فاخذ برقبته وقال اتدري ماتصنع قال نعم فاقبل عليه فاذا هو ابو ايوب الانصاري رضي الله عنه فقال جئت رسول الله ﷺ ولم آت الحجر سمعت رسول الله ﷺ يقول لاتبكوا على الدين اذا وليه اهله ولكن ابكوا عليه اذا وليه غير اهله اخرجه الحاكم وقال صحيح الاسناد واقره الذهبي في تلخيص المستدرك (۴: ۵۱۵) فقال صحيح.

وقوله عن داؤد بن ابي صالح الخ قلت موضع الاستدلال منه قول ابي ايوب جئت رسول الله ﷺ ولم آت الحجر فتأيد به حديث من زارني بعد وفاتي فكانما زارني في حياتي وثبت به ان حكم قوله تعالى ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما

باق بعد وفاته ﷺ لم ينقطع بها.

وذكر رواية ابی ایوب الانصاری فی مسند احمد بن حنبل (۵۸۹/۹)

ويقول العلامة العثمانی فی اعلاء السنن ايضا (۵۱۲/۱۰): اذا اختار الرجوع يستحب له ان يأتی القبر الشريف ويقول بعد السلام والدعاء، ودعناك يارسول الله غير مودع ولاسامعين بفرقتك. نسالك ان تسال الله تعالى ان لايقطع آثارنا من زيادة حرمك.

وقال الملاعلى القاری فی مناسك ملاعلى (۵۱۰): ثم فی تلك الساعة يطلب الشفاعة ای فی الدنيا بتوفيق الطاعة وفی الاخرة بغفران المعصية فيقول يارسول الله اسالك الشفاعة ثلاثا

وقال ايضا فی آخر بحث الزيارة (ص۵۱۲): من اراد الكمال ای ممن يسعه القال والحال فليقل اللهم أنه نهاية ماينبغی ان يساله السائلون وغاية ماينبغی ای يومله الاملون وحسن ای بصيغة الوصف ای يستحسن ان يقول كماقال اعرابی مقبول: اللهم انك قلت وانت اصدق القائلين ولوانهم اذظلموا انفسهم جاؤوك (ای تائبين) فاستغفروا الله واستغفرلهم الرسول (ای بالشفاعة لتردهم الى الطاعة) لوجدوا الله توابارحيما جئناك ای فقد أتيناك ظالمين لانفسنا مستغفرين من ذنوبنا ای مستشفعين بك الى ربنا (فاشفع لنا) الى ربك واساله ان يمن علينا بسائر طلباتنا ای مطلوباتنا ومسئولاتنا.

قال العلامة حسن شاه فی غنية الناسك (ص۳۸۰): وحسن ان يقول: يارسول الله قد قال سبحانه وتعالى وقوله الحق ولوانهم اذظلموا انفسهم جاؤوك فاستغفروا الله واستغفرلهم الرسول لوجدوا الله توابارحيما. فجئناك ظالمين لانفسنا مستغفين (مستغفرين) من ذنوبنا فاشفع لنا الى ربنا واساله ان يميتنا على سنتك وان يحشرنا فی زمرتك.

وفی الهندية فی آخر بحث الزيارة (۲۶۶/۱): ثم يقف عند رأسه كالاول ويقول اللهم انك قلت وقولك الحق ولوانهم اذظلموا انفسهم جاؤوك الاية وقد جئناك سامعين قولك طائعين امرك مستشفعين بنبيك اليك

وفی ردالمحتار (۱۵۱/۲): واماماسب الى الامام الاشعری امام اهل السنة والجماعة من انكار ثبوتها بعد الموت فهوافتراء وبهتان والمصرح به فی كتبه وكتب اصحابه خلاف مانسب اليه بعض اعدائه لان الانبياء عليهم الصلوة والسلام احياء فی قبورهم

قال السيوطی فی الحاوی للفتاوی (۱۴۷/۲): من الادلة فی ذلك وتواترت به الاخبار

وبعد صفحة يقول: قال البيهقي في كتاب الاعتقاد: الانبياء بعد ما قبضوا ردت اليهم ارواحهم فهم احياء عند ربهم كالشهداء، وقال القرطبي في التذكرة في حديث الصعقة نقلا عن شيخه: الموت ليس بعدم محض انما هو انتقال من حال الى حال ويدل على ذلك ان الشهداء بعد قتلهم وموتهم احياء يرزقون فرحين مستبشرين وهذه صفة الاحياء في الدنيا واذا كان هذا في الشهداء فالانبياء احق بذلك واولى ـــــ وبعد اسطر يقول ـــــ قال الاستاذ ابو منصور عبد القاهر بن طاهر البغدادي الفقيه الاصولي شيخ الشافعية في اجوبة مسائل الحاجرمين قال: المتكلمون المحققون من اصحابنا ان نبينا ﷺ حي بعد وفاته وانه يسر بطاعات امته ويحزن بمعاصي العصاة منهم وانه تبلغه صلاة من يصلي عليه من امته.

(۲۸۴) کیا انبیاء علیہم السلام کو حوریں ملیں گی/کیا آپ ﷺ ہمارے والد کی طرح ہیں؟

سوال ـــ کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ کہا جاتا ہے کہ جنت میں جانے کے بعد مومنوں کی خدمت کے لئے حوریں موجود ہوں گی، تو کیا نبی اکرم ﷺ اور دوسرے انبیاء کے لئے بھی حوریں ہوں گی یا نہیں؟

۲۔ حضور ﷺ کی ازواج مطہرات کو مومنوں کی ماں کہا جاتا ہے تو کیا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے باپ ہوئے یا نہیں؟

۳۔ میں نے سنا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کی وصیت کے مطابق ان کی نماز جنازہ پڑھا کر ان کے تابوت کو اونٹنی پر سوار کر کے صحرا میں چھوڑ دیا گیا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تابوت تو نہیں ملا لیکن ان کی اونٹنی مری ہوئی ملی، جہاں اونٹنی ملی وہاں ان کے عقیدت مندوں نے مزار بنا دیا تھا۔ کیا یہ بات درست ہے یا نہیں؟ اور اگر عراق میں بنایا گیا مزار فرضی ہے تو اہلسنت کے علماء اسے بچانے کے لئے کیوں سرگرم ہیں؟

۴۔ عراق میں بنائے گئے مزار میں واقعی حضرت علی رضی اللہ عنہ دفن ہیں یا نہیں؟

ان سوالات کے تسلی بخش جوابات عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ـــ صورت مسئولہ میں:

۱۔ جس طرح عام مومنین کے لئے حوریں ہوں گی اسی طرح انبیاء کے لئے بھی حوریں ہوں گی۔

۲۔ جس طرح تمام ازواج مطہرات مومنین کی مائیں ہیں۔ اسی طرح حضور ﷺ بلکہ تمام انبیاء امت کے باپ ہوتے ہیں اور آیت کریمہ ما کان محمد ابا احد من رجالکم الایۃ میں نفی صلب (حقیقی باپ) کے اعتبار سے ہے۔

۳،۴۔ یہ واقعہ جو آپ نے سنا ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد انہیں کوفہ میں اس وقت کے دارالامارۃ میں دفن کیا گیا تھا البتہ تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نجف میں جسے آج کل حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مزار سمجھا جاتا ہے یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نہیں

بلکہ حضرت مغیرہ بن شعبہ کا مزار ہے۔

لما في روح المعاني (۲۲/۳۳) تحت آية ما كان محمد ابا احد من رجالكم ولكن رسول الله الآية قال الراغب بعد ان قال الاب الوالد ما نصه: ويسمى كل من كان سببا في ايجاد شيء او صلاحه او ظهوره ابا ولذلك سمي النبي ﷺ ابا المؤمنين قال الله تعالى النبي اولى بالمؤمنين من انفسهم وازواجه امهاتهم وفي بعض القراءآت وهو اب لهم وروي انه عليه السلام قال لعلي كرم الله تعالى وجهه انا وانت ابوا هذه الامة وحاصله انه استدراك من نفي الابوة الحقيقية الشرعية التي تترتب عليها حرمة المصاهرة ونحوها الى اثبات الابوة المجازية اللغوية التي هي من شان الرسول عليه الصلوة والسلام

وفي المشكوة المصابيح (ص ۴۹۵) عن ابي هريرة رض قال قال رسول الله ﷺ وذكر الحديث بطوله ثم قال لكل امرئ منهم زوجتان من الحور العين

وفيها ايضا (ص ۴۹۶): عن ابي سعيد قال قال رسول الله ﷺ ادنى اهل الجنة الذي له ثمانون الف خادم واثنان وسبعون زوجة

وفي المرقات (ج ۱۰/ ۳۲۳): فدل على ان للواحد من اهل الجنة العدد الكثير من الحور العين

وفي البداية والنهاية (ج ۷/ ۳۲۲) ان عليا رض لما مات صلى عليه ابنه الحسن فكبر عليه تسع تكبيرات ودفن بدار الامارة بالكوفة خوفا عليه من الخوارج ان ينبشوا عن جثته هذا هو المشهور ومن قال انه حمل على راحلته فذهبت به فلا يدري اين ذهب فقد اخطأ وتكلف ما لا علم له به ولا يسيغه عقل ولا شرع وما يعتقده كثير من جهلة الروافض من ان قبره بمشهد النجف فلا دليل على ذلك ولا اصل له ويقال انما ذلك قبر المغيرة بن شعبة.

(۲۸۵) نبی علیہ السلام کی بعثت اور مؤمنین جنات کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نبی کریم ﷺ صرف انسانوں کی طرف مبعوث ہوئے تھے یا انسانوں اور جنات دونوں کی طرف؟ نیز جنات میں جو مؤمن ہیں کیا وہ بھی جنت میں داخل ہوں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً: نبی کریم ﷺ کی بعثت تمام انسانوں اور جنات کی طرف ہے اور جنات میں سے جو مؤمن ہیں وہ بھی انسانوں کی طرح جنت میں داخل ہوں گے۔

لما في قوله تعالى (الجن: ۱-۲): قل اوحي الي انه استمع نفر من الجن فقالوا انا سمعنا قرآنا

عجبا یهدی الی الرشد فآمنا به ولن نشرک بربنا احدا ... وانا منا الصالحون ومنا دون ذلک کنا طرائق قددا

وفی احکام القرآن للقرطبی (۱۶ : ۲۱۷): تحت آیة "یقومنا اجیبوا داعی الله وآمنوا به یغفر لکم من ذنوبکم ویجرکم من عذاب الیم" هذه الایة تدل علی ان الجن کالانس فی الامر والنهی والثواب والعقاب قال الحسن لیس لمؤمنی الجن ثواب غیر نجاتهم من النار ... وبه قال ابو حنیفة قال لیس ثواب الجن الا ان یجاروا من النار ثم یقال لهم کونوا ترابا مثل البهائم وقال آخرون انهم کمایعاقبون فی الاساءة یجازون فی الاحسان مثل الانس والیه ذهب مالک والشافعی وابن ابی لیلی وقد قال الضحاک الجن یدخلون الجنة ویاکلون ویشربون قال القشیری والصحیح ان هذا مما لم یقطع فیه بشیء والعلم عند الله.

وفی فتاوی الحدیثیة (ص ۱۰): واعلم ان العلماء اتفقوا علی ان کافرهم یعذب فی الآخرة وعن ابی حنیفة وابی الزناد ولیث بن ابی سلیم ان مؤمنهم لاثواب له الا النجاة من النار ...... والصحیح الذی قال ابن ابی لیلی والاوزاعی ومالک والشافعی واحمد واصحابهم رضی الله عنهم انهم یثابون علی طاعاتهم ونقل عن ابی حنیفة واصحابه رضی الله عنهم انهم یدخلون الجنة ونقله ابن حزم عن الجمهور واستدلوا بقوله ولکل درجات مما عملوا فانه ذکر بعد الجن والانس.

وفی روح المعانی (۲۶ : ۳۲): تحت آیة "یاقومنا اجیبوا داعی الله" الایة "وهذا ونحوه یدل علی ان الجن مکلفون ... وعن ابن عباس لهم ثواب وعلیهم عقاب یلتقون فی الجنة ویزدحمون علی ابوابها ... وقیل لاثواب لمطیعهم الا النجاة من النار فیقال لهم کونوا ترابا فیکونون ترابا وهذا مذهب لیث بن ابی سلیم وجماعة ونسب الی الامام ابی حنیفة رضی الله تعالی عنه وقال النسفی فی التیسیر: توقف ابو حنیفة فی ثواب الجن فی الجنة ونعیمهم لانه لااستحقاق للعبد علی الله تعالی ولم یقل بطریق الوعد فی حقهم الا المغفرة والاجارة من العذاب واما نعیم الجنة فموقوف علی الدلیل

قال النووی فی شرح صحیح مسلم: والصحیح انهم یدخلونها ویتنعمون فیها بالاکل والشرب وغیرهما وهذا مذهب الحسن البصری ومالک بن انس والضحاک وابن ابی لیلی وغیرهم.

(۲۸۲) کیا معجزات کے لئے تاریخی گواہی ضروری ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ معجزہ شق قمر کس سن میں واقع ہوا؟ مفسرین محدثین

﴿کتاب التفسیر و مایتعلق بالقرآن﴾

(تفسیر اور دیگر علوم قرآنی کے بیان میں)

(۲۹۰) ''مافی الارحام'' سے کیا مراد ہے؟

سوال ... کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قرآن پاک میں پانچ چیزوں کا ذکر کیا گیا کہ ان پانچ کا علم اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو نہیں دیا گیا جبکہ سائنسی تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ مافی الارحام (جو بچہ رحم کے اندر ہے) کے بارے میں معلوم ہو سکتا ہے تو آیت سے کیا مراد ہے؟ تفصیلی بحث جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً... بصورت مسئولہ میں مافی الارحام کی تفسیر پر اس اعتراض کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں:

۱ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غیب کے علم کی نفی کی ہے اور غیب کہا جاتا ہے ایسے علم کو جو بغیر اسباب کے حاصل ہو جبکہ آج کل کی تحقیق تو صرف اسباب کی محتاج ہے بلکہ اسباب کے بغیر ممکن ہی نہیں لہٰذا اسے غیب نہیں کہا جا سکتا۔

۲ ''ما'' عموم کے لئے استعمال ہوتا ہے جس میں صرف ذکورۃ و انوثۃ (لڑکا یا لڑکی ہونا) شامل نہیں بلکہ بچے کی عمر، رزق، شقی یا سعید ہونا تمام باتیں شامل ہیں اور ان کا علم کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔

۳ انسانی مادہ منویہ میں ہزاروں چھوٹے چھوٹے جرثومے ہوتے ہیں۔ جب مرد و عورت کے مادوں کا باہم ملاپ ہوتا ہے تو دونوں کے مادہ منویہ سے ہزاروں جرثومے وجود میں آتے ہیں۔ بعد از استقرار حمل مرد و عورت کے ہزاروں جرثوموں میں سے دونوں کے ایک ایک جرثومے سے لقوح پذیر ہو جاتا ہے، باقی جرثومے ضائع ہو جاتے ہیں۔ اب کون سے جرثومے سے بچہ پیدا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ اور جدید سائنس بھی اس کی تعیین سے قاصر ہے۔

اس کے علاوہ بھی چند ایک جوابات دیئے گئے ہیں جن کی قدر کافی ہیں۔

لما في التفسير المنير (۲۱/۹۷): (يعلم مافي الارحام) اى لايعلم احد الا الله مافي الارحام من خواص الجنين واحواله العارضة له من طبائع وصفات وذكورة وانوثة وتمام خلقه ونقصها، فان توصل العلماء بسبب تحليل الكيميائي لكون الجنين ذكرا او انثى فلا يعني ذلك غيبا وانما بواسطة التجربة وتظل احوال اخرى كثيرة مجهولة للعلماء لاتعلم الا بعد الولادة قال القرطبي وقد يعرف بطول التجارب اشياء من ذكورة الحمل وانوثته الى غير ذلك.

ہیں تو ایسے لوگوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً... اللہ تعالیٰ نے انسان کو اتنی عقل دی ہے کہ اگر اسے رسولوں کی دعوت نہ بھی پہنچی ہو تو اپنی عقل سے اللہ کو کائنات کے پیدا کرنے والے کا ادراک کر سکتی ہے، اور معجزات کی روشنی میں انبیاء کی تصدیق کی مکلف ہے۔ اب اس بات کے ذہن نشین ہو جانے کے بعد یہ سمجھئے کہ اگر کسی کو رسولوں کی دعوت نہ پہنچی ہو تو ان پر ایمان لانا ضروری ہوگا یا نہیں؟ تو ایسی جگہ مشکل ہے جہاں انبیاء کی دعوت نہ پہنچی ہو تاہم اگر فرض بھی کر لیں تو چونکہ انسانی عقل اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار بغیر رسولوں کی ہدایت کے کر سکتی ہے لہذا ایسے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا ضروری ہوگا یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک بنایا تو ان پر بھی عذاب ہوگا اگرچہ ان کی طرف کوئی رسول اور پیغمبر مبعوث نہ ہوا ہو۔ اس کی تائید صحیحین کی اس روایت سے ہوتی ہے جسے امام بخاری نے (۲/۹۸۶) پر ذکر کیا ہے

عن ابی سعید الخدری عن النبی ﷺ قال یقول اللہ تبارک وتعالیٰ یا آدم فیقول لبیک وسعدیک والخیر فی یدیک فیقول اخرج بعث النار قال وما بعث النار قال من کل الف تسعمائۃ وتسعۃ وتسعین فعندہ یشیب الصغیر وتضع کل ذات حمل حملہا وتری الناس سکاری وما ہم بسکاری ولکن عذاب اللہ شدید قالوا یا رسول اللہ وایّنا ذلک الواحد قال ابشروا فان منکم رجلا ومن یاجوج وماجوج الفا

(اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام سے فرمائیں گے کہ اے آدم! حضرت آدم علیہ السلام کہیں گے اے اللہ میں حاضر ہوں تمام بھلائیاں آپ کے قبضہ قدرت میں ہیں، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اپنی اولاد میں جہنم کا حصہ نکال لیں۔ وہ عرض کریں گے کہ جہنم کا حصہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے، اس وقت (خوف کی بناء پر) بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور حمل والیوں کے حمل گر جائیں گے اور آپ لوگوں کو دیکھیں گے کہ وہ ایسے ہو رہے ہوں گے جیسے کہ نشے میں ہیں حالانکہ وہ نشے میں نہیں ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب بڑا ہی سخت ہے (اللہ کے عذاب کے خوف سے ان کی یہ حالت ہوگی) صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ ایک کون ہوگا تو آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے لئے خوشخبری ہو تم میں سے ایک اور یاجوج ماجوج میں سے ہزار ہوں گے۔) اس سے استدلال یہ ہے کہ یاجوج ماجوج سد سکندری کی اوٹ میں رہنے والی شرک میں مبتلا انسانی مخلوق ہے حالانکہ ان کی طرف کوئی رسول اور پیغمبر مبعوث نہیں پھر بھی ان کو شرک کی بناء پر عذاب دیا جائے گا معلوم ہوا کہ مشرک قوم کی طرف اگرچہ کوئی رسول اور قاصد مبعوث نہ بھی ہو تب بھی شرک کی بناء پر ان کو عذاب دیا جائے گا۔

امام ابوحنیفہ نے اسی طرح کی روایت اور آیات سے استدلال کیا کہ اگر کسی شخص کو انبیاء کی دعوت نہ بھی پہنچی ہو تو بھی اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لانا ضروری ہوگا۔ باقی رہا یہ معاملہ کہ بعثت سے قبل عذاب کی نفی ہے کیا مراد ہے؟ تو اس سے مراد معاصی اور بداعمالیوں پر عذاب کی نفی ہے شرک کی صورت میں عذاب کی نفی نہیں ہے۔

بعض مفسرین نے اس آیت مبارکہ میں "رسولا" سے عقل کو بھی شامل کیا ہے یعنی یہاں جن رسولوں کی بعثت کا ذکر ہے ان میں عقل انسانی بھی داخل ہے کہ انبیاء کی بعثت کے بغیر بھی انسانی عقل جن اعمال افعال کا ادراک کر سکتی ہے ان کے ترک پر عذاب ہوگا۔

۲۔ نقل کے اعتبار سے کوئی ایسا مقام نہیں ہے جہاں دعوت نہ پہنچی ہو ہاں اگر کوئی ایسا مقام ہو جہاں کلی طور پر اسلامی احکامات کی دعوت نہ پہنچی ہو تو ان احکامات پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے انہیں عذاب نہیں ہوگا۔

لما في التفسير الكبير (۲۰ /۱۷۰): في الاية قولان: الاول ان تجرى الآية على ظاهرها ونقول العقل هو رسول الله الى الخلق بل هو رسول الذي لولاه لما تقررت رسالة أحد من الانبياء فالعقل هو رسول الاصلي فكان معنى الاية وما كنا معذبين حتى نبعث رسول العقل.

والثاني ان نخصص عموم الاية فنقول المراد وما كنا معذبين في الاعمال التي لاسبيل الى معرفة وجوبها الا بالشرع الا بعد مجئ الشرع.

وفي تفسير روح المعاني (۸/ ۳۹): قالوا ان العقل آلة للعلم بهما فيخلقه الله تعالى عقيب نظر العقل نظرا صحيحا واوجبوا الايمان بالله تعالى وتعظيمه وحرموا نسبة ما هو شنيع اليه سبحانه حتى روي عن ابي حنيفة رضي الله عنه انه قال لو لم يبعث الله تعالى رسولا لوجب على الخلق معرفته وقد صرح غير واحد من.

علماءهم بأن العقل حجة من حجج الله تعالى ويجب الاستدلال به قبل ورود الشرع واحتجوا في ذلك بما اخبر الله تعالى به عن ابراهيم من قوله لابيه وقومه "اني اراك وقومك في ضلال مبين" حيث قال ذلك ولم يقل أوحي الي ومن استدلاله بالنجوم ومعرفة الله تعالى بها وجعلها حجة على قومه وكذلك كل الرسل حاجوا قومهم بحجج العقل كما ينبئ عنه قوله تعالى "قالت رسلهم افي الله شك فاطر السموات والارض" الاية وبقوله تعالى "ومن يدع مع الله الها آخر لابرهان له به" الاية حيث لم يقل ومن يدع مع الله الها آخر بعدما أوحي اليه أو بلغته الدعوة.

وفي التفسير المظهري (۵/ ۴۲۲): قال ابو حنيفة رحمه الله الحاكم هو الله تعالى لكن العقل قد يدرك بعض ما وجب عليه وهو توحيد والتنزيهات والاقرار بالنبوة بعد مشاهدة المعجزات فهذه الامور غير متوقفة على الشرع والا لزم الدور لان الشرع يتوقف عليها فيجب على الانسان اتيان هذه الامور قبل بعثت الرسل ويعذب المشرك وان لم يبلغه الدعوة ويؤيد هذا القول مافي الصحيحين عن ابي سعيد الخدري الحديث

وجه الاستدلال ان ياجوج وماجوج رجال وراء السد لم يبعث فيهم رسول فلولا التعذيب على

الشرک قبل بعثة الرسل لما عذبت يأجوج ومأجوج

وفي المصفحة ۲۲۳: ان عدم التعذيب قبل البعثة مخصوص بالمعاصي دون الشرک حيث قال الله تعالى "ان الله لا يغفر ان يشرک به ويغفر ما دون ذلک لمن يشاء" فالتقدير ما كنا معذبين على المعاصي حتى نبعث رسولا يبين لهم ما يتقون وقيل المراد بالرسول اعم من البشر والعقل فان العقل ايضا رسول من الله يدرک به الخير والشر فما يدرکه العقل ويکفي في ادراکه من الواجبات يعذب الله العاقل عليها على عدم اتباعها.

(۲۹۳) "واهجرهم هجرا جميلا" سے رہبانیت ثابت ہوتی ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ کلام مقدس میں "واهجرهم هجرا جميلا" کا آیۃ میں ہجران جمیل سے کیا مراد ہے؟ کیا اس سے رہبانیت کا ثبوت نہیں ملتا؟ احادیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامدا ومصلیا... صورت مسئولہ سے قبل یہ سمجھئے کہ یہ آیت آیات قتال سے منسوخ ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ رسول اللہ سے مخاطب ہیں جب اسلام کا ابتدائی دور تھا اور کفار جب وقت آپ ﷺ اور مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے کی فکر میں رہتے تو آپ ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ آپ ان سے زیادہ فکر مند نہ ہوں اور نہ ہی انہیں جواب دینے کی ضرورت ہے بلکہ آپ اس معاملے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیں۔ بعد میں جب قتال وجہاد کی تمام آیات نازل ہو گئیں تو یہ آیت ان سے منسوخ ہو گئی۔ اگر اس کو منسوخ نہ بھی مانیں تو بھی اس سے رہبانیت کا ثبوت نہیں ملتا کیونکہ رہبانیت کہا جاتا ہے دنیا کی لذتوں کو ترک کر کے گوشہ نشینی اختیار کر لینا جبکہ اس آیت میں کفار کی تکالیف پر صبر کی تلقین کی گئی ہے۔

كما في تفسير روح المعاني (۲۰/۱۳۳): (واهجرهم هجرا جميلا) بان تجانبهم وتداريهم ولا تكافئهم وتكل امورهم الى ربهم كما يعرب عنه.

وفي تفسير لابن كثير (۴/۵۹۳): يقول تعالى آمرا رسوله ﷺ بالصبر على ما يقوله من كذبه من سفهاء قومه وان يهجرهم هجرا جميلا وهو الذي لا عتاب معه ثم قال له متهددا لكفار قومه ومتوعدا وهو العظيم الذي لا يقوم لغضبه شيء.

وفي احكام القرآن للقرطبي (۱۹/۴۵): (واهجرهم هجرا جميلا) أي لا تتعرض لهم ولا تشتغل بمكافاتهم فان في ذلك ترک الدعاء الى الله وكان هذا قبل الامر بالقتال ثم امر بعد بقتالهم وقتلهم فنسخت آية القتال ما كان قبلها من الترک.

وفي التفسير الكبير (۵/۲۲۱): الرهبانية ترهبهم في الجبال فارين من الفتنة في الدين مخلصين

انفسهم للعبادة ومتحملين كلفا زائدة على العبادات التي كانت واجبة عليهم من الخلوة واللباس الخشن والاعتزال عن النساء والتعبد في الغيران والكهوف.

وفي مشكوٰة المصابيح (ص ۲۲۲) عن ابن عباس رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا صرورة في الاسلام.

وفي مرقات المفاتيح (ج ۳ ص ۲) فقيل المراد بالصرورة التبتل وترك النكاح اي ليس في الاسلام بل هو في الرهبانية واصل الكلمة من الصر وهو الحبس.

(۲۹۴) علم الیقین اور عین الیقین میں فرق

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سورۃ التکاثر میں ایک جگہ علم الیقین کا لفظ آیا ہے اور دوسری جگہ عین الیقین کا لفظ آیا ہے۔ ان دونوں میں کیا فرق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً... علم الیقین اور عین الیقین کے فرق میں مختلف اقوال نقل کیے گئے ہیں جن کا آپس میں کوئی تضاد نہیں ہے۔

(۱) علم الیقین سے مراد ایسا علم ہے جو کسی دلیل کے ذریعے کسی چیز کی حقیقت تک پہنچا دے اور عین الیقین سے مراد ایسا علم ہے جو دلیل کے بعد اس کا مشاہدہ بھی ہو جانے تو یہ یقین جو پختہ ہوتا ہے جیسے ہر شخص جانتا ہے کہ اسے ایک نہ ایک دن موت آنی ہے یہ علم یقینی ہے اور جب موت کے وقت آخرت کے احوال نظر آنے لگتے ہیں تو یہ عین الیقین ہے۔

(۲) دوسرا مطلب یہ ہے کہ یہ آیات ان لوگوں کے بارے میں نازل کی گئی ہیں اور دوسری طرف یہ کہ تمہیں آخرت کا علم یقینی طور پر حاصل نہیں ہے۔ اگر تمہیں آخرت کے احوال کا یقینی علم حاصل ہوتا تو تمہیں اپنی آنکھوں سے جہنم کے احوال نظر آتے، گویا وہ منظر تمہارے سامنے ہوتے اور تم کبھی گناہ کے قریب نہ جاتے۔ لیکن چونکہ تمہیں یقین نہیں اس لئے تم دنیا کی رونق اور چکاچوند میں گم ہو اور آخرت سے غافل ہو۔

لقوله تعالى (التكاثر: ۵، ۶، ۷) كلا لو تعلمون علم اليقين ۝ لترون الجحيم ۝ ثم لترونها عين اليقين ۝

وفي روح المعاني (۲۲۸/۳۰): لو تعلمون علم اليقين اي لو تعلمون ما بين ايديكم علم الامر المتيقن اي كعلمكم ما تستيقنونه من الامور ثم لترونها عين اليقين اي الرؤية التي هي نفس اليقين فان الانكشاف بالرؤية والمشاهدة فوق سائر الانكشافات فهو احق بان يكون عين اليقين. وعلم اليقين بما اعطاه الدليل من ادراك الشي على ما هو عليه وعين اليقين بما اعطته المشاهدة والكشف وجعل وراء ذلك حق اليقين وقال على سبيل التمثيل علم كل عاقل بالموت علم اليقين واذا عاين الملائكة عليهم السلام فهو عين اليقين.

کئے گئے ہیں۔ چنانچہ ثانیہ بمعنی کا اعتبار کریں تو تقویٰ کو بعد میں ہی آنا چاہئے۔

كما في روح المعاني (٣٠/١٨٩): وقدم الفجور على التقوى لان الهامه بهذا المعنى من مبادئ تنجيسه وهو تخلية والتحلية مقدمة على التخلية وقيل قدم مراعاة للفواصل وضميرا الى ضمير النفس وقيل اشارة الى ان الملهم للنفس فجور وتقوى قد استعدت لهما فهي لها بحكم الاستعداد وقيل رعاية للفواصل.

(٢٩٨) تورات، زبور اور انجیل کا پڑھنا

سوال ... کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ مجھے کبھی کبھار تحقیق کی خواہش ہوتی ہے کہ دوسرے مذاہب کی کتابیں تورات، زبور اور انجیل کو پڑھوں۔ آپ بتلائیں کہ میرے لئے ان کتب کا پڑھنا صحیح ہے یا نہیں؟ نیز عوام وخواص کے اعتبار سے کوئی فرق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً ... بصورت مسئولہ میں آپ کے لئے تورات، زبور اور انجیل کا پڑھنا جائز نہیں اور اس میں عوام وخواص کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں۔ البتہ اگر کوئی شخص جو اسلامی احکام پر پوری دسترس رکھتا ہو اور وہ ان کتب کا مطالعہ اس غرض سے کرے تاکہ مخالفین کے اعتراضات کا جواب دے سکے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

كما في المشكوة (١/٣٢): عن جابر ان عمر بن الخطاب رضي الله عنه اتى رسول الله ﷺ بنسخة من التوراة فقال يا رسول الله هذه نسخة من التوراة فسكت فجعل يقرأ ووجه رسول الله ﷺ يتغير فقال ابوبكر ثكلتك الثواكل ما ترى بوجه رسول الله ﷺ فنظر عمر الى وجه رسول الله ﷺ فقال اعوذ بالله من غضب الله وغضب رسوله رضينا بالله ربا.

وفي الدر المختار مع رد المحتار ([illegible]): ويكره له قراءة توراة وانجيل وزبور.

وفي الشامية في آخر بحث الغسل: واختار سيدي عبد الغني ما في الخلاصة واطال في تقريره وقال: وقد نهينا عن النظر في شيء منها سواء نقلها الينا الكفار او من اسلم منهم.

(٢٩٩) قرآن مجید کے اوراق کی ہوا لگانا اور اسے چومنا

سوال ... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص قرآن مجید کھولتے وقت تلاوت سے پہلے پاس بیٹھے بچوں کو قرآن مجید کے اوراق کی ہوا لگائے یعنی تبرک کے لئے ایسا کرے تو ایسا کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ نیز قرآن مجید کو چومنا یا آنکھ پر لگانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً: صورت مسئولہ میں قرآن مقدس سے مذکورہ طریقے سے تبرک حاصل کرنا کہ بچوں کو قرآن مجید کے اوپر سے گزارا جائے یہ طریقہ سلف سے منقول نہیں ہے بلکہ یہ قرآن مقدس کی بے حرمتی ہے لہٰذا یہ طریقہ درست نہیں ہے۔ البتہ قرآن مجید کو چومنا تعظیم و اکرام کے سبب سے ثابت ہے لہٰذا چومنا یا آنکھوں سے لگانا نہ صرف جائز بلکہ امر مستحسن ہے۔

لما في الشامية (۶/۳۸۴): تقبيل المصحف قيل بدعة لكن روي عن عمر رضي الله عنه انه كان يأخذ المصحف كل غداة ويقبله ويقول عهد ربي ومنشور ربي عز وجل وكان عثمان رضي الله عنه يقبل المصحف ويمسحه على وجهه

(۳۰۰) آیات قرآنیہ، اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے نام کے کتبوں کو چومنا

سوال… کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہماری مسجد میں آیات قرآنیہ اور اللہ و رسول کے نام کے کتبے لگے ہوئے ہیں، ہم لوگ ان کو چومتے ہیں، یہ عمل شریعت میں جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً… آیات قرآنیہ، اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے ناموں کے کتبوں کو تعظیم کی وجہ سے چومنا جائز ہے لیکن اس کو لازم سمجھنا درست نہیں۔

لما في الدر المختار (۶/۳۸۴): وفي القنية في باب ما يتعلق بالمقابر تقبيل المصحف قيل بدعة لكن روي عن عمر رضي الله عنه انه كان يأخذ المصحف كل غداة ويقبله ويقول عهد ربي ومنشور ربي عز وجل وكان عثمان رضي الله عنه يقبل المصحف ويمسحه على وجهه.

(۳۰۱) قرآن مجید کے نقطے

سوال… کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قرآن مجید کے نقطے سب سے پہلے کس زمانے میں لگائے گئے اور کس نے لگائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً… قرآن مجید کے نقطے عبد الملک بن مروان کے دور میں حسن بصریؒ اور یحییٰ بن یعمرؒ نے حجاج بن یوسف کے حکم سے لگائے۔

كذا في احكام القرآن للقرطبي (۱/۶۳): واما شكل المصحف ونقطه فروي ان عبد الملك بن مروان امر به وعمله فتجرد لذلك الحجاج بواسط وجد فيه وزاد تحزيبه وامر وهو والي العراق الحسن ويحيى بن يعمر بذلك.

وفي البداية والنهاية (۹/۱۳۲): في ترجمة الحجاج وفي ايامه نقطت المصاحف

(۳۰۲) جس کمرے میں قرآن ہو وہاں اپنی بیوی سے مجامعت کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی کمرے میں قرآن مجید رکھا ہو اس میں اپنی بیوی سے جماعت کرنا کیسا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً: صورت مسئولہ میں ایسی صورت میں اپنی بیوی سے جماع کرنا جائز ہے۔

لما في الهندية (۵/۳۲۲): يجوز قربان المرأة في بيت فيه مصحف مستور كذا في القنية

وفي الدر المختار مع رد المحتار (۱/۱۷۸): يجوز قربان المرأة في بيت فيه مصحف مستور

وفي الشامية: (مستور) ظاهره عدم الجواز اذا لم يستر والاول وعبارة الخانية ولا بأس بالخلوة

والمجامعة في بيت فيه مصحف لأن بيوت المسلمين لا تخلو عن ذلك.

(۳۰۳) دینی کتب یا قرآن شریف کی موجودگی میں بیوی سے صحبت کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس گھر یا کمرے میں دینی کتب یا قرآن شریف موجود ہوں اس کمرے میں بیوی سے صحبت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً: صورت مسئولہ میں مسلمانوں کے گھروں میں عموماً چونکہ دینی کتب یا قرآن شریف موجود ہوتے ہیں اس لئے ان کی موجودگی میں صحبت جائز ہے البتہ بہتر یہ ہے کہ ان کو کسی کپڑے وغیرہ سے ڈھانک دیا جائے۔

والدلائل المستندة مرت سابقا تحت السؤال السابق

﴿کتاب مایتعلق بالحدیث﴾

(حدیث شریف سے متعلق سوالات)

(۳۰۴) وحی کی برکات سے محرومی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک روایت میں ہے "جب میری امت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دے گی وحی کی برکات سے محروم ہو جائے گی"۔ وحی کی برکات سے کیا مراد ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً: وحی کی برکات سے محرومی کا مطلب یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ترک کی بنا پر امت محمدیہ قرآن وحدیث کے علوم ومعارف سے محروم ہو جائے گی کیونکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر قرآن وسنت کے علوم کے احیاء کا ذریعہ ہے۔ جب امت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دے گی تو نتیجے کے طور پر قرآن وسنت کے علوم اور ان سے حاصل ہونے والے انوارات وبرکات سے محروم ہو جائے گی۔

لما فی کنز العمال (۳: ۸۳، رقم ۵۵۰۲): اذا عظمت امتی الدنیا نزعت منها هیبة الاسلام واذا ترکت الامر بالمعروف والنهی عن المنکر حرمت برکة الوحی واذا تسابت امتی سقطت من عین الله.

(۳۰۵) حجیت حدیث قرآن کی روشنی میں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ حجیت حدیث قرآن سے ثابت ہے۔ آپ چند ایسی آیات ذکر کریں جن سے حجیت حدیث کا ثبوت ملتا ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً: درج ذیل آیات سے حجیت حدیث کا ثبوت صراحۃً ملتا ہے۔

۱ قل اطیعوا الله والرسول فان تولوا فان الله لا یحب الکافرین ۝ (آل عمران: ۳۲)

۲ من یطع الرسول فقد اطاع الله ومن تولی فما ارسلنک علیهم حفیظا ۝ (النساء: ۸۰)

۳ فلیحذر الذین یخالفون عن امره ان تصیبهم فتنة او یصیبهم عذاب الیم ۝ (النور: ۶۳)

۴ وما کان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی الله ورسوله امرا ان یکون لهم الخیرة من امرهم ومن یعص الله ورسوله فقد ضل ضلالا مبینا ۝ (الاحزاب: ۳۶)

۵ قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله الآیة (آل عمران: ۳۱)

۶۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ الآية (النساء: ۵۹)

۷۔ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ الآية (الحشر: ۷)

۸۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ (النجم: ۳-۴)

(۳۰۶) قبورِ صحابہ کی زیارت اور حدیث لاتشدوا الرحال کا مطلب

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مشہور یہ ہے کہ افغانستان میں بعض صحابہ کرام کی قبور ہیں۔ اب اگر کوئی شخص ان کی زیارت کی نیت سے جاتا ہے تو یہ عمل صحیح ہے یا نہیں؟ نیز اس بات کی بھی وضاحت فرمادیں کہ یہ جو بعض روایات میں ہے کہ "تین مسجدوں کے علاوہ کہیں سفر نہ کیا جائے" اس روایت کا کیا مطلب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... صحابہ کی قبور کی زیارت کے لئے سفر کرنا جائز ہے اور وہ روایت مبارکہ جس میں تین مسجدوں کے علاوہ کی طرف سفر کرنے سے منع فرمایا گیا ہے یعنی "لاتشدوا الرحال الا الی ثلاثة مساجد" یہ صرف مساجد کی فضیلت وعظمت کے بیان کے لئے ہے کہ مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ ان تین مساجد کے علاوہ کسی مسجد کی زیارت یا حصول ثواب کے لئے اس کی طرف سفر نہ کیا جائے۔ باقی رہا یہ معاملہ کہ مساجد کے علاوہ کسی اور مقصد کے لئے سفر کیا جاسکتا ہے یا نہیں تو اس روایت میں اس کی نفی نہیں ہے۔ اور قبور کی زیارت متعدد روایات سے ثابت ہے لہٰذا ان قبور کی زیارت کرنا صحیح ہے۔

لما في المشكوة (ص ۶۸): عن ابي سعيد الخدري قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لاتشدوا الرحال الا الى ثلثة مساجد مسجد الحرام والمسجد الاقصى ومسجدي هذا متفق عليه.

وفي المرقات (۲/۴۰۹): (والمراد نفي فضيلة شدها وربطها ...... قيل نفي معناه نهي اى لاتشدوا الى غيرها لان ماسوى الثلاثة متساو في الرتبة غير متفاوت في الفضيلة وكان الترحل اليه ضائعا

وفي الاحياء ذهب بعض العلماء الى الاستدلال به على المنع من الرحلة لزيارة المشاهد وقبور العلماء والصالحين وماتبين لي ان الامر كذلك بل الزيارة مامور بها لخبر كنت نهيتكم عن زيارة القبور الافزوروها والحديث انما ورد نهيا عن الشد لغير الثلاثة من المساجد لتماثلها.

وفي الدر المختار مع رد المحتار (۲/۲۴۲): وبزيارة القبور ولو للنساء لحديث كنت نهيتكم عن زيارة القبور الافزوروها.

وفي الشامية: بعد بحث طويل ...... قلت استفيد منه ندب الزيارة وان بعد محلها وهل تندب الرحلة كما اعتيد ...... لم ار من صرح من ائمتنا ومنع منه بعض ائمة الشافعية الا لزيارته صلى الله عليه وسلم قياسا

عملی منع الرحلۃ لغیر المساجد الثلاث. وردہ الغزالی بوضوح الفرق فان ما عدا تلک المساجد مستویۃ فی الفضل فلا فائدۃ فی الرحلۃ الیہا واما الاولیاء فانہم متفاوتون فی القرب من اللہ تعالیٰ ونفع الزائر بحسب معارفہم واسرارہم.

(۳۰۷) وقت طلوع وغروب پر ایک اشکال وجواب

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر بیان کیا جاتا ہے کہ طلوع وغروب آفتاب کے وقت نماز پڑھنا مکروہ ہے اور وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ جب سورج طلوع یا غروب ہوتا ہے تو وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان ہوتا ہے اور ایسے اوقات میں نماز مکروہ ہے تاکہ شیطان کی عبادت کا شائبہ نہ ہو لیکن جب سائنس نے ترقی کے مدارج طے کرلئے تو یہ بات ثابت اور معلوم ہوئی کہ سورج ہر وقت کسی نہ کسی خطے میں طلوع یا غروب ہو رہا ہوتا ہے تو سورج ہر وقت شیطان کے دو سینگوں کے درمیان ہوتا ہے لہٰذا اس اعتبار سے کسی بھی وقت نماز پڑھنی جائز نہیں ہونی چاہئے۔ آپ تفصیل سے اس مسئلہ کا ایسا جواب عنایت فرمائیں جس سے تسلی ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عنایت فرمائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً ..... صورت مسئولہ میں یہ حکم ہر جگہ کے طلوع اور غروب کے اعتبار سے ہے کہ جب وہاں طلوع یا غروب ہو رہا ہو تو اس وقت نماز پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ یہ بات ہر شخص تسلیم کرتا ہے کہ سورج ہر لحظہ طلوع یا غروب ہو رہا ہے لیکن کوئی شخص یہ نہیں کہتا کہ ایک جگہ کے تمام اوقات طلوع یا غروب کے سمجھے جائیں گے بلکہ ایک جگہ کے اعتبار سے دن میں صرف ایک بار طلوع اور غروب سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح وہاں کے اعتبار سے مکروہ اوقات بھی وہی ہوں گے۔ یہ ایسا ہی ہے کہ جیسے لیلۃ القدر ایک ہی رات ہوتی ہے لیکن ایک جگہ رات ہونے سے ساری دنیا میں رات نہیں ہوتی بلکہ کسی جگہ دن ہوتا ہے تو لیلۃ القدر پوری دنیا میں کس طرح تسلیم کی جائے گی۔ اس کی صورت یہی ہوگی کہ جہاں جہاں اس مخصوص تاریخ کی رات آئے گی وہی لیلۃ القدر ہوگی۔ ٹھیک اسی طرح جہاں جہاں طلوع یا غروب ہو رہا ہو وہاں کراہت کا حکم آئے گا باقی جگہوں پر نہیں۔

(۳۰۸) گرگٹ کو مارنے پر ثواب

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر مشہور ہے کہ گرگٹ کو مارنے پر ثواب ملتا ہے کیا یہ بات صحیح ہے اور احادیث میں اسے مارنے پر ثواب کا ذکر موجود ہے؟ اور اس کی وجہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ..... صورت مسئولہ میں یہ بات صحیح ہے اور روایات سے ثابت ہے کہ گرگٹ کو مارنے پر ثواب ملتا ہے۔ جس کی ایک وجہ یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے آگ جلائی گئی تو اس نے اسے مزید بھڑکانے کی کوشش کی تھی۔ دوم یہ موذی جانوروں میں سے ہے جو انسان کے لئے نقصان دہ ہیں لہٰذا اسے مارنے کا حکم ہے۔

لما في الصحيح لمسلم (۲/۲۳۵): حدثنا ابوبكر بن ابي شيبة ... عن ام شريك ان النبي ﷺ امرها بقتل الاوزاغ وفي حديث ابن ابي شيبة امر.

وفي حاشية النووي: امر النبي ﷺ بقتله وحث عليه ورغب فيه لكونه من المؤذيات.

وفي المشكوة (ص ۳۶۱): عن ام شريك ان رسول الله ﷺ امر بقتل الوزغ وقال كان ينفخ على ابراهيم.

عن ابي هريرة رضي الله عنه ان رسول الله ﷺ قال من قتل وزغا في اول ضربة كتبت له مائة حسنة وفي الثانية دون ذلك وفي الثالثة دون ذلك

(۳۰۹) جذامی سے دور رہنے والی روایت کا مطلب

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا جذامی سے تعلقات ختم کر دینے چاہئیں حالانکہ وہ بھی تو مسلمان ہے، ہمارے ایک عزیز کہنے لگے کہ ایک روایت میں ہے کہ جذام والے شخص سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگا جاتا ہے لہٰذا ایسے شخص سے تعلقات نہیں رکھنے چاہئیں، وہ شخص جذام کی بیماری سے دوچار تھا ہمیں ان کے قریب بھی بالکل نہ جانا چاہئے، کیا یہ بات ٹھیک ہے؟ احادیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ..... ایک روایت میں نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ "لا عدویٰ" الحدیث جس کا مفہوم یہ ہے کہ ایک آدمی کا مرض دوسرے آدمی میں منتقل نہیں ہوتا ہاں اگر اللہ تعالیٰ نے بھی اس مرض میں مبتلا کرنا چاہا ہو تو یہ دوسرا مطلب ہے۔ اب اس کے بعد سوال میں ذکر کردہ روایت کا مطلب سمجھئے کہ اس روایت میں ایسے شخص کو جذامی سے دور رہنے کی تاکید کی جارہی ہے جو اپنے ضعف عقیدہ کی بنا پر یہ سمجھتا ہو کہ کسی مریض کے قریب جانے سے اس مرض کے اثرات منتقل ہوجاتے ہیں تو ایسے شخص سے کہا جارہا ہے کہ وہ جذامی کے قریب نہ جائے کیونکہ اگر اسے یہ مرض لاحق ہوگیا تو وہ اپنے ضعیف عقیدہ کی بنا پر یہ سمجھے گا کہ مجھے یہ مرض اس مریض کے ساتھ میل جول کی وجہ سے ہوا ہے ورنہ عام حالات میں ممانعت نہیں ہے کیونکہ روایات میں آتا ہے ایک موقع پر خود رسول اللہ ﷺ نے ایک جذامی کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک کیا اور اسے فرمایا اللہ پر اعتماد اور بھروسہ کرتے ہوئے کھاؤ۔ چنانچہ "سنن ابن ماجہ" (ص ۲۵۳) میں روایت موجود ہے۔

"عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه ان رسول الله ﷺ اخذ بيد رجل مجذوم فادخلها معه في القصعة ثم قال: كل ثقة بالله وتوكلا على الله"

اس سے بھی معلوم ہوا کہ جذامی سے قطع تعلق مقصود نہیں بلکہ فسادِ عقیدہ سے بچانے کے لئے یہ ارشاد فرمایا۔

لقوله تعالى: وما هم بضارين به من احد الا باذن الله الآية (البقرة: ۱۰۳)

ایک حدیث نظر سے گزری: من ترک الصلوة متعمدا فقد کفر۔ (ترجمہ) جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی اس نے کفر کیا۔ یہ پڑھ کر میں کافی پریشان ہوا کہ جتنے لوگ نماز نہیں پڑھتے کیا وہ سب کافر ہوں گے۔ کیا یہ واقعی حدیث ہے؟ اگر حدیث ہے تو اس کا مطلب یہی ہے جو ترجمہ سے واضح ہے یا کوئی اور مطلب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً: جی ہاں یہ صحیح حدیث ہے مگر علماء کے نزدیک یہ اپنے ظاہری معنی پر محمول نہیں ہے بلکہ علماء کرام اس میں کئی تاویلات کرتے ہیں۔

(۱) اس سے مراد وہ آدمی ہے جو ترک نماز کے وجوب کا منکر ہو۔

(۲) یہ مطلب ہے کہ نماز کا چھوڑنا ایک ایسا عمل ہے جو مسلمان کو کفر کی طرف لے جانے والا ہے۔

تحقیق بات یہ ہے کہ نماز کو سستی کی بنیاد پر چھوڑنے والا فاسق اور سخت گناہگار ہے اور اس کی سزا یہ ہے کہ اس کو جیل میں بند کیا جائے یہاں تک کہ توبہ کر لے یا مر جائے۔

لما في مرقاة المصابيح (۲/ ۲۵۳): والظاهر ان فعل الصلاة هو الحاجز بين العبد والكفر فقال القاضي يحتمل ان يؤول ترك الصلاة بالحد الواقع بينهما فمن تركها دخل الحد وحام حول الكفر ودنا منه او يقال المعنى ان ترك الصلاة وصلة بين العبد والكفر ... الى ان قال قلت: ... نعم الرأي رأي ابي حنيفة اذ الاقوال باقيها ضعيفة. ثم من التاويلات ان يكون مستحلا لتركها، او تركها يؤدي الكفر. فان المعصية بريد الكفر، او يخشى على تاركها ان يموت كافرا، او فعله شابه فعل الكافر.

وفي الدر المختار (۱/ ۳۵۲): (ويكفر جاحدها) لثبوتها بدليل قطعي (وتاركها عمدا مجانة) اي تكاسلا (فاسق) (يحبس حتى يصلي) قال في الشامي (قوله اي تكاسلا) تفسير مراد اهـ ح (قوله فحق الحق احق) لا يقال ان حقه تعالى مبني على المسامحة لانه لا تسامح في شيء من اركان الاسلام اهـ اسماعيل (قوله وقيل يضرب) قائله الامام المحبوبي ح عن المنح. وظاهر النهاية انه المذهب فانه قال. وقال اصحابنا في جماعة منهم الزهري لا يقتل بل يعزر ويحبس حتى يموت او يتوب.

وفي الروض الازهر في شرح فقه الاكبر (ص ۲۶۹): اما قوله ومن ترك الصلاة تهاونا اي استخفافا، لا تكاسلا فقد كفر اقول وهو احد تاويلات قوله عليه السلام من ترك صلاة متعمدا فقد كفر

وفي الفقه الاسلامي وادلته (۱/ ۶۵۸): واجمع المسلمون على ان من جحد وجوب الصلاة فهو كافر مرتد لثبوت فرضيتها بالادلة القطعية من القرآن والسنة والاجماع كما ابنت ومن تركها تكاسلا وتهاونا فهو فاسق عاص الا ان يكون قريب عهد بالاسلام ... الخ.

(۳۱۵) حجۃ الوداع کے موقع پر خلیفہ اول کا اعلان

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ اول مقرر فرمایا تھا۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً..... نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حجۃ الوداع سے واپسی کے موقع پر ایک جگہ موہب کے مجمع میں فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ اس سے شیعہ حضرات نے یہ استدلال کیا کہ اس روایت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خلیفہ اول ہونا ثابت ہوتا ہے۔ حالانکہ اس کا ترجمہ یہ ہے "جس کا میں مولیٰ ہوں علی اس کے مولیٰ ہیں"۔ اب مولیٰ کسے کہتے ہیں؟ تو مولیٰ مختلف معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جس کے مشہور معنی محبوب کے آتے ہیں یعنی "جس کو مجھ سے محبت ہوتی ہے علی بھی محبوب ہوں گے"۔ اس کے علاوہ دوست، مالک، آقا، مددگار، محبت کرنے والا، اتباع کرنے والا، بھائی، چچا زاد بھائی، پڑوسی وغیرہ کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ ان معانی میں سے کوئی بھی ایسا معنی نہیں جس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خلیفہ اول ہونا ثابت ہوتا ہو۔ لہٰذا اس روایت سے کسی طرح یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ اول ہوں گے۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ حضور ﷺ کی چند دنوں کی بیعت سے خلافت کی طرف اشارہ ہو رہا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں سے زیادہ سے زیادہ اشارۃً ہی ثابت کر سکتے ہیں لیکن ان روایات پر عمل کیوں نہ کیا جائے جن میں اشارہ نہیں بلکہ صراحت موجود ہے کہ "میرے بعد ابوبکر و عمر کی اتباع کرنا"۔ اگر اشارے سے خلافت ثابت ہو سکتی ہے جہاں زمانے کی بھی کوئی قید نہیں تو جہاں آپ نے خود اپنے بعد قابل اتباع ہونے کی صراحت کی ہے اس کا اعتبار کیوں نہ کیا جائے گا؟؟ بلکہ بعض روایات میں صراحت موجود ہے مثلاً حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ "ایک شخص نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ گویا آسمان سے ترازو اتارا گیا اور آپ علیہ السلام اور حضرت ابوبکر کا وزن کیا گیا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پلڑا بھاری ہو گیا۔ پھر حضرت ابوبکر و عمر کا وزن کیا گیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا پلڑا بھاری ہو گیا۔ پھر عمر و عثمان کا وزن کیا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پلڑا بھاری ہو گیا پھر اس کے بعد میزان اٹھا لیا گیا۔ آپ ﷺ کو یہ بات ناگوار گزری اور فرمایا کہ یہ نبوت کی خلافت ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ جسے چاہیں گے بادشاہت عطا فرمائیں گے۔

اس روایت میں صرف احتمال تھا اور یہاں صراحت ہے تو صراحت کو چھوڑ کر احتمالی صورت کو لے لینا ضد اور ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہے۔

اور اگر تسلیم کر لیں کہ اس سے خلافت ثابت ہو رہی ہے تو کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود اس معنی کو نہیں سمجھا تھا؟ اگر نہیں سمجھا تو آج کیسے سمجھ میں آ گیا اور اگر سمجھ لیا تھا تو پھر خاموش کیسے رہے جبکہ دوسروں کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوتی رہی اور آپ خود بھی اس بیعت میں شریک ہوئے۔ یہاں پر یہ بات بالکل واضح ہے کہ "آپ کو شاید یہ روایت نہ پہنچی ہو" کیونکہ اول تو حضور ﷺ نے آپ کے سامنے یہ ارشاد

فرمایا اور دوسری بات یہ کہ حضور ﷺ کی اس نصیحت کے بیان کرنے پر دوسرے صحابہ نے آپ کو مبارک باد دی۔ تو گویا سارے صحابہ اس روایت کے سننے کے بعد خاموش رہے اور کسی نے دوسروں کی بیعت کے وقت یہ نہیں کہا تھا کہ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت کے لئے نامزد کیا تھا۔

اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی خاموش رہے۔ اس کے جواب میں شیعہ حضرات کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تقیہ کر لیا تھا۔ اور یہ بات صحیح نہیں کہ آپ نے تقیہ کر رکھا تھا کیونکہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے خلافت کے لئے کسی کو متعین نہیں فرمایا اس لئے آپ خاموش رہے۔

اور اگر تسلیم بھی کر لیں کہ یہاں تو حضرت علی نے خوف سے تقیہ کر لیا تھا تو بعض دوسرے مواقع پر تقیہ کیوں اختیار نہیں کیا مثلاً جنگ صفین اور جمل کے موقع پر اگر تقیہ سے کام لیا جاتا کہ جو لوگ یہ چاہ رہے تھے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین کا بدلہ فوراً لیا جائے انہیں خاموش کرانے کے لئے ظاہری طور پر بدلہ کا عزم کر لیا جاتا اور حقیقت میں وہی کیا جاتا ہے جو اپنے دل میں تھا حالانکہ یہاں پر ایسا نہیں کیا گیا جبکہ خلافت کے موقع پر اگر اختلاف ہو بھی جاتا تو اتنی خونریزی نہ ہوتی جتنی ان جنگوں میں ہوئی ہے۔ یہاں کیوں تقیہ نہیں کیا گیا؟

اگر ساری باتوں سے قطع نظر بھی کر لیں تو بھی شیعہ حضرات کا یہ استدلال بالکل لغو معلوم ہوتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ شیعہ حضرات کے نزدیک امامت وخلافت کے ثبوت کے لئے تواتر شرط ہے حالانکہ یہ روایت آحاد میں سے ہے اور اس کی صحت بھی مختلف فیہ ہے۔ اس پر زور استدلال کے موقع پر انہوں نے اپنے اس اصول کو کیوں نظر انداز کر دیا ہے؟

حاصل یہ ہے کہ محض عناد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے جب اپنے مطلب کی روایات نہیں ملیں تو ان ہی روایات کو توڑ مروڑ کر عوام کو بے وقوف بنانے کے لئے پیش کر دیا گیا اور پھر اس ایک تحریف کو چھپانے کے لئے بیسیوں جھوٹ بولنے پڑے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت نصیب فرمائے۔

لما في المشكوة (ص۲۲۳): عن جابر بن عبد الله قال ... وذكر الحديث وفيه قدم علي من اليمن ببدن النبي ﷺ فقال له ماذا قلت حين فرضت الحج قال قلت اللهم اني اهل بما اهل به رسولك قال فان معي الهدي فلا تحل.

وفيها ايضاً (۲/۵۶۵): عن البراء بن عازب وزيد بن ارقم ان رسول الله ﷺ بغدير خم اخذ بيد علي فقال الستم تعلمون اني اولى بالمؤمنين من انفسهم قالوا بلى قال الستم تعلمون اني اولى بكل مؤمن من نفسه قالوا بلى فقال اللهم من كنت مولاه فعلي مولاه اللهم وال من والاه وعاد من عاداه فلقيه عمر بعد ذلك فقال له هنيئا يا ابن ابي طالب اصبحت وامسيت مولى كل مؤمن ومؤمنة.

وفيها ايضاً (ص۵۶۰): عن حذيفة قال قال رسول الله ﷺ اني لا ادري ما بقائي فيكم فاقتدوا بالذين من بعدي ابي بكر وعمر ... وعن ابي بكرة ان رجلا قال لرسول الله ﷺ رأيت كأن ميزانا نزل

من السماء فوزنت انت وابوبكر فرجحت انت ووزن ابوبكر وعمر فرجح ابوبكر ووزن عمر وعثمان فرجح عمر ثم رفع الميزان فاستاء لها رسول الله ﷺ يعني فساءه ذلك فقال خلافة نبوة ثم يؤتي الله الملك من يشاء.

وفي المرقات (۱۱/۳۴۹) تحت رواية البراء وزيد بن ارقم: تمسكت الشيعة انه من النص المصرح بخلافة علي رضي الله عنه حيث قالوا معنى المولى الاولى بالامامة والا لما احتاج الى جمعهم كذلك وهذه من اقوى شبههم ودفعها علماء اهل السنة بان المولى بمعنى المحبوب وهو كرم الله وجهه سيدنا وحبيبنا وله معان اخر تقدمت ومنه الناصر وامثاله فخرج عن كونه نصا فضلا عن ان يكون صريحا ولو سلم انه بمعنى الاولى بالامامة فالمراد به المآل والا لزم ان يكون هو الامام مع وجوده ﷺ فتعين ان يكون المقصود به حين يوجد عقد البيعة له فلا ينافيه تقديم الائمة الثلاثة عليه لانعقاد اجماع من يعتد به حتى من علي ثم سكوته عن الاحتجاج به الى ايام خلافته قاض على من له ادنى مسكة بانه علم منه انه لا نص فيه على خلافته عقب وفاته عليه السلام مع ان عليا كرم الله وجهه صرح نفسه بانه ﷺ لم ينص عليه ولا على غيره ثم هذا الحديث مع كونه آحادا مختلف في صحته فكيف ساغ للشيعة ان يخالفوا ما اتفقوا عليه من اشتراط التواتر في احاديث الامامة ما هذا الا تناقض صريح وتعارض قبيح

وفي المرقات (۱۱/۳۴۲) عن زيد بن ارقم ان النبي ﷺ قال من كنت مولاه فعلي مولاه قيل معناه من كنت تولاه فعلي تولاه وفي النهاية المولى يقع على جماعة كثيرة كالرب والمالك والسيد والمنعم والمعتق والناصر والمحب والتابع والجار وابن العم والحليف والعقيد والصهر والعبد والمعتق والمنعم عليه واكثرها قد جاءت في الاحاديث فيضاف كل واحد الى ما يقتضيه الحديث الوارد فيه وقوله من كنت مولاه يحمل على اكثر هذه الاسماء المذكورة قال الشافعي يعني بذلك ولاء الاسلام كقوله تعالى ذلك بان الله مولى الذين آمنوا وقول عمر لعلي اصبحت مولى كل مؤمن اي ولي كل مؤمن وقيل سبب ذلك ان اسامة قال لعلي لست مولاي انما مولاي رسول الله ﷺ فقال ﷺ من كنت مولاه فعلي مولاه قال الطيبي لا يستقيم ان تحمل الولاية على الامامة التي هي التصرف في امور المؤمنين لان المتصرف المستقل في حياته ﷺ هو هو لا غيره فيجب ان تحمل على المحبة وولاء الاسلام ونحوهما.

وليس هذا من الهجران المحرم وانما المحرم من ذلك ان يلتقيا فلا يسلم احدهما على صاحبه ولم يرد واحد منهما اتقيا وامتنعا من السلب ولو فعلا ذلك لم يكونا متهاجرين الا تكون النفوس مظهرة للعداوة والهجران وانما لازمت بيتها فعبر الراوي عن ذلك بالهجران وقد ذكر في كتاب الخمسين تاليف ابي حفص بن شاهين عن الشعبي ان ابابكر قال لفاطمة يابنت رسول الله ما خير عيش حياة اعيشها وانت علي ساخطة فان كان عندك من رسول الله ﷺ في ذلك عهد فانت الصادقة المصدقة المامونة على ماقلت قال فما قام ابوبكر حتى رضيت ورضي.

وفي فيض الباري (۴/ ۲۰۲): واما عدم كلام فاطمة اياه حتى ماتت فالمراد منه كلامها في امر فدك او انه لم يتفق له ذلك فلو سلمت موجدتها عليه فله العذر ايضا كما علمت اعني انه لم يهاجرها فان هاجرته فقد هجرته هي فلاطعن على ابي بكر بحال.

وفي الاصابة (۸/ ۲۶۶): والثبت في الصحيح عن عائشة ان فاطمة عاشت بعد النبي ﷺ ستة اشهر وقال الواقدي وهو ثبت: وروى الحميدي عن سفيان عن عمرو بن دينار انها بقيت بعده ثلاثة اشهر وقال غيره بعدها اربعة اشهر وقيل شهرين.

وفي البداية والنهاية (۲/ ۲۵۳): وتكلمت الرافضة في هذا المقام بجهل عظيم وتكلفوا ما لا علم لهم به وكذبوا بما لم يحيطوا بعلمه

"وورث سليمان داؤد" الآية (النمل: ۱۹) انما يعني بذلك في الملك والنبوة اي جعلناه قائما بعده فيما كان بيده من الملك وتدبير الرعايا والحكم بين بني اسرائيل وجعلناه نبيا كريما كابيه وكما جمع لابيه الملك والنبوة كذلك جعل ولده بعده وليس المراد بهذا وراثة المال لان داؤد كما ذكره كثير من المفسرين كان له اولاد كثيرون يقال مائة فلم اقتصر على ذكر سليمان من بينهم لو كان المراد وراثة المال؟ انما المراد وراثة القيام بعده في النبوة والملك ولهذا قال "وورث سليمان داؤد"

واما قصة زكريا عليه السلام فانه من الانبياء الكرام والدنيا كانت عنده احقر من ان يسال الله ولدا ليرثه في ماله وانما سال ولدا صالحا يرثه في النبوة والقيام بمصالح بني اسرائيل وحملهم على السداد ولهذا قال تعالى كهيعص ذكر رحمة ربك عبده زكريا اذنادى ربه نداءً خفيا قال رب اني وهن العظم مني واشتعل الرأس شيبا ولم أكن بدعائك رب شقيا واني خفت الموالي من ورائي وكانت امرأتي عاقرا فهب لي من لدنك وليا يرثني ويرث من آل يعقوب واجعله رب رضيا فقال

مرت دلائله في رقم السؤال ۲۶۷

(۳۱۹) اختلاف کے وقت نجات پانے والی جماعت

سوال ... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل امت مسلمہ میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے اور ہر جماعت کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ حق کے راستے پر ہے اور روایت میں آتی ہے کہ قیامت کے قریب ۷۳ فرقے ہوں گے ان میں سے ایک نجات پانے والا ہوگا۔ کیا اس کی کوئی نشانی وغیرہ ہے کیونکہ آج کل ہر جماعت اپنے بارے میں دعویٰ کرتی ہے کہ وہی حق جماعت ہے۔ براہ کرم بیان کر کے تسلی فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ...... صورت مسئولہ میں ایسی جماعت کی نشانی روایات میں یہ آئی ہے کہ جو رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کے طریقے پر چلنے والی ہو وہ نجات پانے والی ہے۔

لمافي المشكوة (ص ۳۰): عن عبدالله بن عمرو قال قال رسول الله ﷺ ليأتين على امتي كما اتى على بني اسرائيل حذو النعل بالنعل ... وان بني اسرائيل تفرقت على ثنتين وسبعين ملة وتفترق امتي على ثلث وسبعين ملة كلهم في النار الاملة واحدة قالوا من هي يا رسول الله قال ما انا عليه واصحابي

وهكذا بتغيير يسير نقل عن انس في مسند احمد بن حنبل (۳/۱۲۰)

(۳۲۰) کسی مسلمان کو کافر کہنا

سوال ... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک مسلمان شخص کسی دوسرے مسلمان کو کافر کہہ کر پکارتا ہے تو اس طرح کہنے والا کافر ہوگا یا نہیں اور یہ اس لئے پوچھ رہا ہوں کہ کل ہمارے ہاں ایک مولانا صاحب نے بیان کیا اور انہوں نے ایک روایت سنائی جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر دوسرے شخص کو کافر کہا اور وہ کافر نہ ہو تو یہ خود کافر ہو جائے گا۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ... کسی مسلمان کو کافر کہنا اگرچہ گناہ کبیرہ ہے لیکن اس طرح کہنے سے قائل کافر نہیں ہوگا۔

جہاں تک یہ بات کہ روایت میں ایسے شخص کو کافر کہا گیا ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ:

(۱) مذکورہ روایت کافر کہنے والے کے بارے میں ہے کہ اگر اسے حلال سمجھ کر کہے تو خود کافر ہو جائے گا۔ (۲) مسلمان کو کافر کہنے کا گناہ اس پر لوٹے گا (۳) یہ خوارج پر محمول ہے جو مسلمانوں کی تکفیر کرتے تھے (۴) مآل (انجام کار) کے اعتبار سے ایسے کہا گیا ہے کہ بار بار دوسرے کو کافر کہنے والے کے بارے میں خطرہ ہے کہ اس کا انجام ایسا ہی ہو جائے گا (۵) روایت سے مراد یہ ہے کہ دوسرے کو کافر کہنا ایسا ہے گویا کہ اپنے آپ کو کافر کہا جائے۔

روایت میں موجود الفاظ زوجتان کی تفسیر شراح حدیث نے نساء الدنیا سے کی ہے، جنتی کو دنیا کی دو عورتیں ملیں گی، اب رہی یہ بات کہ یہ عورتیں کیا جنتی کی اپنی ہی بیوی عورتیں ہوں گی جن سے دنیا میں نکاح ہوا تھا یا اس کے علاوہ ہوں گی؟ اس بارے میں کوئی صریح روایت نظر سے نہیں گزری، البتہ بعض روایات سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ دنیا میں جو عورت کسی مرد کے نکاح میں ہوگی چاہے ایک ہو، دو ہوں تین یا چار ہوں وہ اس کی جنت میں بیوی کے طور پر ہوں گی۔

اب رہا یہ اشکال کہ اوپر ذکر کردہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں عورتوں کی کثرت ہوگی جب کہ دوسری بعض روایات میں ہے کہ جہنم میں عورتوں کی کثرت ہوگی جیسا کہ عمران بن حصین کی روایت میں ہے

حدثنا عثمان بن الهيثم ... عن عمران عن النبي ﷺ قال اطلعت في الجنة فرأيت أكثر أهلها الفقراء واطلعت في النار فرأيت أكثر أهلها النساء. (أخرجه البخاري ٢/٩٨٣، والإمام أحمد في مسنده ٥/٤٢٩، والحافظ القرطبي في التذكرة ٢/٤٦٩، عن عمران بن حصين ان رسول الله ﷺ قال ان اقل ساكني الجنة النساء وهكذا في فتح الباري ٦/٣٢٩)

اس ظاہری تعارض کے کئی جوابات دیئے گئے ہیں

اول: علامہ ابن حجر اور علامہ عینی نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ جہنم میں عورتوں کی کثرت سے جنت میں عورتوں کی کثرت کی نفی نہیں ہوتی، کیونکہ آدم علیہ السلام کی اولاد میں عورتوں کی تعداد مردوں کے مقابلے میں زیادہ ہے لہٰذا ایسا ہو سکتا ہے کہ عورتیں جنت میں بھی زیادہ ہوں اور جہنم میں بھی۔

دوم: علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ یہ اختلاف دنیاوی عورتوں کے بارے میں ہے ورنہ جنس عورت جس میں جنت کی حوریں بھی شامل ہوں گی جنت میں زیادہ ہوں گی۔

سوم: اس بات کا امکان ہے کہ جنت میں عورتوں کی قلت اول مرحلے میں ہو ورنہ جب آخری فیصلہ ہو جائے گا تو اس کے بعد جنت میں عورتوں کی اکثریت ہوگی۔ نیز جنت میں جماع کا سلسلہ ہوگا یا نہیں تو کلام مقدس میں اشارۃً اور احادیث مبارکہ میں اس کا صراحتاً ثبوت ملتا ہے کہ جنت میں بھی جماع کا سلسلہ ہوگا۔

لما في القرآن الكريم: إنا أنشأناهن إنشاء فجعلناهن أبكارا عربا أترابا لأصحاب اليمين الآية (الواقعة: ٣٥ إلى ٣٨)

وفي التفسير المظهري (٩/١٦٣): (فجعلناهن أبكارا) عذارى كلما أتاهن أزواجهن وجدوهن عذارى

وفي المصنف لابن أبي شيبة (٧/٥٤): حدثنا وكيع ... عن زيد بن أرقم قال قال رسول الله ﷺ ان الرجل من أهل الجنة ليعطى قوة مائة رجل في الأكل والشرب والجماع والشهوة ... الحديث

نے اپنی سب سے زیادہ محبوب ترین زوجہ محترمہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے شوال میں ہی نکاح فرمایا اور شوال میں ہی رخصتی ہوئی۔

اب رہا یہ معاملہ کہ "لا نکاح بین العیدین" کا کیا مطلب ہے؟ تو اگر اس روایت کو صحیح بھی تسلیم کرلیں تو عیدین سے مراد عید الفطر اور عید الاضحیٰ نہیں بلکہ صلوٰۃ العید اور صلوٰۃ الجمعہ مراد ہیں اور یہ قاعدہ کلیہ نہیں بلکہ واقعہ جزئیہ ہے یعنی جمعہ کے دن آپ ﷺ نماز عید سے فارغ ہوئے تو کسی نے نکاح پڑھانے کی درخواست کی، سردیوں کے دن تھے جس میں دن چھوٹے ہوتے ہیں اس موقع پر آپ نے فرمایا "لا نکاح بین العیدین" کہ صلوٰۃ عید اور جمعہ کے درمیان نکاح نہیں اور یہ اس لئے فرمایا تاکہ جمعہ کا افضل وقت نکاح کی وجہ سے فوت نہ ہوجائے لہٰذا اس روایت سے عیدین کے درمیان شادی کے عدم جواز پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

لما في رد المحتار (۳/۸): قال في البزازية: والبناء والنكاح بين العيدين جائز وكره الزفاف والمختار انه لا يكره لانه عليه الصلوة والسلام تزوج بالصديقة في شوال وبنى بها فيه وتأويل قوله عليه الصلوة والسلام لا نكاح بين العيدين ان صح انه عليه الصلوة والسلام رجع عن صلوة العيد في اكثر ايام الشتاء يوم الجمعة فقاله حتى لا يفوته الرواح في الوقت الافضل الى الجمعة.

كما هو مصرح في الموضوعات الكبير (ص ۱۰۱): لولاك لما خلقت الافلاك قال الصغاني انه موضوع كذا في الخلاصة لكن معناه صحيح فقد روى الديلمي عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما مرفوعا اتاني جبريل فقال يامحمد لولاك ماخلقت الجنة ولولاك ماخلقت النار وفي رواية ابن عساكر لولاك ماخلقت الدنيا.

(۳۲۵) ''اختلاف العلماء رحمة'' کی تحقیق

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہ جو مشہور ہے کہ علماء کا اختلاف رحمت ہے۔ کیا یہ حدیث ہے یا کسی صحابی کا قول ہے یا بعض بزرگوں میں سے کسی کا قول ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً: یہ حدیث کے الفاظ ہیں اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

لما في الموضوعات الكبير (ص ۲۹): اختلاف امتي رحمة زعم كثير من الائمة انه لا اصل له لكن ذكره الخطابي في غريب الحديث مستطردا واشعر بان له اصلا عنده وقال السيوطي اخرجه نصر المقدسي في الحجة والبيهقي في الرسالة الاشعرية بغير سند واورده الحليمي والقاضي حسين وامام الحرمين وغيرهم ولعله خرج في بعض كتب الحفاظ التي لم تصل الينا والله اعلم انتهى وقال الزركشي اخرجه نصر المقدسي في كتاب الحجة مرفوعا.

وفي المقاصد الحسنة للسخاوي (ص ۲۶): اختلاف امتي رحمة للناس، وكثر السؤال عنه وزعم كثير من الائمة انه لا اصل له لكن ذكره الخطابي في غريب الحديث مستطردا وقال اعترض على هذا الحديث رجلان احدهما ماجن والآخر ملحد ... ثم تشاغل الخطابي برد هذا الكلام، ولم يقع في كلامه شفاء في عزو الحديث، ولكنه اشعر بان له اصلا عنده

(۳۲۶) ''لو بغى جبل على جبل لدك الباغي'' کی تحقیق

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حدیث لو بغى جبل على جبل لدك الباغي کتب حدیث میں موجود ہے یا نہیں؟ اگر موجود ہے تو یہ حدیث کس درجہ کی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً: یہ حدیث کتب احادیث میں موجود ہے لیکن ضعیف ہے۔

لما في المقاصد الحسنة (ص ۳۳): حديث لو بغى جبل على جبل لدك الباغي البخاري في الادب المفرد حدثنا ابو نعيم ... عن ابن عباس به موقوفا وهو عند البيهقي في الشعب من طريق

الاعمش عن ابي يحيى القتات به ورواه ابن مردويه من طريق قطبة عن الاعمش به مرفوعا ومن طريق الثوري عن الاعمش موقوفا، ورواه ابن المبارك في الزهد عن فطر عن ابي يحيى عن مجاهد مرسلا قال ابن ابي حاتم اختلف فيه على ابي يحيى القتات والموقوف اصح وفي الباب عن ابن عمر عند ابن مردويه وعن انس عند ابن حبان في الضعفاء في ترجمة احمد بن الفضل وقال انه كان يضع الحديث.

وفي تذكرة الموضوعات على هامش الموضوعات الكبير (ص۹۹): لو بغى جبل على جبل لجعله الله دكا فيه احمد بن محمد بن الفضل كان يضع الحديث.

(۳۲۷) ''اطلبوا العلم ولو بالصين'' کی تحقیق

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ "اطلبوا العلم ولو بالصين" (علم حاصل کرو چاہے چین جانا پڑے) کیا یہ حدیث ہے یا کسی کا مقولہ ہے، اگر حدیث ہے تو ضعیف ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً: بصورت مسئولہ میں یہ روایت ضعیف ہے بلکہ بعض حضرات نے اس پر موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے۔

لما في المقاصد الحسنة للسخاوي (ص۸۳): اطلبوا العلم ولو بالصين البيهقي في الشعب والخطيب في الرحلة وغيرها وابن عبد البر في جامع العلم والديلمي كلهم من حديث ابي عاتكة طريف بن سلمان وابن عبد البر وحده من حديث عبيد بن محمد عن ابن عيينة عن الزهري كلاهما عن انس مرفوعا به وهو ضعيف من وجهين بل قال ابن حبان انه باطل لا اصل له وذكره ابن الجوزي في الموضوعات.

(۳۲۸) تحقیق روایت ''العلماء ورثة الانبياء''

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اردو کی کتاب میں ایک حدیث لکھی ہے کہ علمائے کرام انبیاء کے وارث ہیں، اس روایت کے عربی الفاظ معلوم نہیں ہو سکے، آپ عربی الفاظ لکھ دیں اور اگر یہ روایت صحاح ستہ میں سے کسی کتاب میں موجود ہو تو اس کا حوالہ ذکر کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً: بصورت مسئولہ میں اس روایت کے الفاظ یہ ہیں:

ان العلماء ورثة الانبياء وان الانبياء لم يورثوا دينارا ولا درهما انما ورثوا العلم فمن اخذه اخذ بحظ وافر. (ابن ماجة ص:۲۰)

وهكذا في سنن ابي داؤد (۲/۵۲۱) وفي الجامع للترمذي (۲/۹۷)

(۳۲۹) یوم عاشوراء میں حدیث توسع (اہل وعیال پر فراوانی) کی تحقیق

سوال ... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عاشورا کے دن اپنے اہل وعیال پر فراوانی کی حدیث صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً ... عاشورہ کے دن اہل وعیال پر فراوانی کی حدیث صحیح ہے اوراس پر عمل کرنا جائز ہے۔

لما في المقاصد الحسنة (ص ۴۲۳): [۱۱۹۳] حديث: من وسع على عياله في يوم عاشوراء وسع الله عليه السنة كلها، الطبراني والبيهقي في الشعب وفضائل الاوقات وابو الشيخ عن ابن مسعود ... وقال ان اسانيده كلها ضعيفة ولكن اذا ضم بعضها الى بعض افاد قوة بل قال العراقي في اماليه: لحديث ابي هريرة طرق صحح بعضها ابن ناصر الحافظ.

وفي الدر المختار مع رد المحتار (۲/۴۱۸): حديث التوسعة على العيال يوم عاشوراء صحيح.

وفي الشامية: حديث التوسعة وهو من وسع على عياله يوم عاشوراء وسع الله عليه السنة كلها قال جابر جربته اربعين عاما فلم يتخلف حديث التوسعة ثابت صحيح كما قال الحافظ السيوطي في الدرر.

(۳۳۰) تحقیق روایت "کنت کنزا مخفیا الحدیث"

سوال ... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہ جو حدیث قدسی بیان کی جاتی ہے "کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لكي اعرف" یہ حدیث ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً ... بصورت مسئولہ میں اس کا حدیث قدسی کے طور پر ثبوت تو درکنار سند ضعیف سے بھی آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے البتہ معنی کے اعتبار سے اس کے معنی صحیح ہیں اور اس آیت کے قریب ہیں: وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون ٥

لما في المقاصد الحسنة للسخاوي (ص ۳۳۲): كنت كنزا لا اعرف فاحببت ان اعرف فخلقت خلقا فعرفتهم بي فعرفوني قال ابن تيمية: انه ليس من كلام النبي ﷺ ولا يعرف له سند صحيح ولا ضعيف وتبعه الزركشي وشيخنا

وفي الموضوعات الكبير (ص ۹۳): كنت كنزا لا اعرف فاحببت ان اعرف فخلقت خلقا فعرفتهم بي فعرفوني قال ابن تيمية ليس من كلام النبي ولا يعرف له سند صحيح ولا ضعيف وتبعه الزركشي

والعسقلانی لکن معناه صحیح مستفاد من قوله تعالیٰ ﴿وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون﴾ ای لیعرفون کما فسره ابن عباس۔

(۳۳۱) تحقیق روایت "کنت نبیا وآدم بین الماء والطین"

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہ حدیث بیان کی جاتی ہے "کنت نبیا وآدم بین الماء والطین" کیا یہ حدیث ثابت ہے یا نہیں؟ کتب معتبرہ کے حوالہ جات سے مستند واضح فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً: یہ روایت ان الفاظ سے تو ثابت نہیں لیکن دیگر روایات کے ہم معنی ہونے کی وجہ سے اس کا معنی صحیح ہے۔

لما فی المقاصد الحسنة للسخاوی (ص۳۲۳): واما الذی علی الالسنة بلفظ کنت نبیا وآدم بین الماء والطین فلم نقف علیه بهذا اللفظ فضلاً عن زیادة وکنت نبیا ولا آدم ولا ماء۔

وفی الموضوعات الکبیر (ص۹۲): کنت نبیا وآدم بین الماء والطین قال السخاوی لم نقف علیه وقال الزرکشی لا اصل له بهذا اللفظ ولکن فی الترمذی متی کنت نبیا قال وآدم بین الروح والجسد وفی صحیح ابن حبان والحاکم عن العرباض بن ساریة انی عند الله لمکتوب خاتم النبیین وان آدم لمنجدل فی طینته قال السیوطی وزاد العوام ولا ماء ولا طین ولا اصل له ایضا یعنی بحسب مبناه والا فهو صحیح باعتبار معناه لما تقدم۔

(۳۳۲) تحقیق "لهدم الکعبة حجرا حجرا أهون من قتل المسلم"

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس حدیث کے بارے میں جو زبان زد عام ہے "لهدم الکعبة حجرا حجرا اهون من قتل المسلم" (کعبۃ اللہ کی ایک ایک اینٹ گرا دینا کسی مسلمان کا خون بہانے سے کم تر ہے) کیا یہ حدیث ثابت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً: یہ روایت بایں الفاظ ثابت نہیں البتہ معناً صحیح ہے۔

لما فی المقاصد الحسنة (ص۳۳۳): لهدم الکعبة حجرا حجرا اهون من قتل المسلم لکن لم اقف علیه بهذا اللفظ ولکن فی معناه ما عند الطبرانی فی الصغیر عن انس رفعه: من آذی مسلما بغیر حق فکانما هدم بیت الله ونحوه عن غیر واحد من الصحابة۔

وفی الموضوعات الکبیر (ص۹۰): لهدم الکعبة حجرا حجرا اهون من قتل المسلم قال السخاوی لم اقف بهذا اللفظ ولکن فی معناه ما عند الطبرانی فی الصغیر عن انس رضی الله عنه رفعه من آذی

مسلم بغیر حق فکانما هدم بیت الله.

(٣٣٣) "انا مدینة العلم الخ" اس روایت کی تحقیق

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک روایت ہے کہ "ان النبی صلی الله علیه وسلم قال انا مدینة العلم وابوبکر اساسها وعمر حیطانها وعثمان سقفها وعلی بابها" (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کی بنیاد ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی دیواریں ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کی چھت ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے دروازے ہیں)۔ کیا یہ روایت ثابت ہے؟ اگر ہے تو کیا یہ ضعیف حدیث ہے یا صحیح؟ براہ کرم مفصل تحقیق سے جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً: صورت مسئولہ میں مذکورہ روایت کے بارے میں علماء کرام نے کلام کیا ہے، اور اس کے اکثر الفاظ ضعیف ہیں، لہٰذا اس روایت کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرکے بیان کرنے سے اجتناب کیا جائے۔

لما فی المقاصد الحسنة (ص: ١١١): عن ابن مسعود رفعه: انا مدینة العلم، وابوبکر اساسها، وعمر حیطانها، وعثمان سقفها، وعلی بابها

وعن انس مرفوعا: انا مدینة العلم، وعلی بابها ومعاویة حلقتها، وبالجملة فکلها ضعیفة والفاظ اکثرها رکیکة

وفی کشف الخفاء (١/٢٠٣): انا مدینة العلم، وابوبکر اساسها، وعمر حیطانها، وعثمان سقفها وعلی بابها وروی الدیلمی بلا اسناد عن ابن مسعود رفعه

وفی اللآلی المصنوعة فی الاحادیث (١/٣٣٠): کان ابو سعد اسماعیل بن المثنی الاسترابادی یعظ بدمشق فقام الیه رجل، فقال ایها الشیخ ماتقول فی قول النبی صلی الله علیه وسلم انا مدینة العلم وعلی بابها قال فاطرق لحظة ثم رفع راسه قال نعم لا یعرف هذا الحدیث علی التمام الا من کان صدرا فی الاسلام انما قال النبی صلی الله علیه وسلم انا مدینة العلم وابوبکر اساسها وعمر حیطانها وعثمان سقفها وعلی بابها قال فاستحسن الحاضرون ذلک وهو یردده ثم سالوه ان یخرج به اسناده فاغتنم ولم یخرجه لهم الخ

(٣٣٤) حدیث "الصلوۃ خلف عالم تقی" کی تحقیق

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگوں سے ایک روایت سنی ہے اس کی تحقیق مطلوب

ہے۔ روایت یہ ہے کہ متقی عالم کے پیچھے نماز پڑھنا ایسا ہے جیسا کہ کسی نبی کی اقتداء میں نماز پڑھنا، کیا یہ روایت صحیح ہے؟ بظاہر معروف نہیں
حدیث کی کتب میں اس کا ثبوت ہے یا نہیں؟ براہِ مہربانی تحقیق کر کے بتائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً صورتِ مسئولہ میں مذکورہ حدیث "من صلی خلف عالم تقی فکأنما صلی خلف نبی"
(ترجمہ: جس شخص نے متقی عالم کے پیچھے نماز پڑھی تو گویا اس نے نبی کے پیچھے نماز پڑھی) محدثین نے اس حدیث کے بارے میں کلام کیا
ہے، بعض حضرات نے بے اصل کہا، علامہ زیلعی نے نصب الرایہ میں اس حدیث کو غریب کہا، اور بعض شواہد بھی نقل کئے ہیں۔ اس وجہ
سے اس حدیث کی کچھ نہ کچھ اصل ملتی ہے۔

لما في المقاصد الحسنة للسخاوي (ص ۴۱۱): وما وقع في الهداية للحنفية بلفظ: من صلى خلف عالم تقي فكأنما صلى خلف نبي فلم أقف عليه بهذا اللفظ.

وفي الموضوعات الكبرى (ص ۱۳۰): وكذا قول صاحب الهداية لقوله عليه السلام: من صلى خلف تقي فكأنما صلى خلف نبي. غير معروف كما قال مخرجه. وقال السخاوي: لم أقف عليه بهذا اللفظ.

وفيه في مقام آخر (ص ۲۳۲): حديث "من صلى خلف عالم تقي فكأنما صلى خلف نبي". لا أصل له.

وفي نصب الراية (۲/۲۸): الحديث الحادي والستون: قال عليه السلام: من صلى خلف عالم تقي فكأنما صلى خلف نبي قلت غريب. وروى الطبراني في معجمه حدثنا محمد بن عثمان بن أبي شيبة ... قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن سركم أن تقبل صلوتكم فليؤمكم علماؤكم، فإنهم وفدكم فيما بينكم وبين ربكم. انتهى. ورواه الحاكم في المستدرك في كتاب الفضائل، عن يحيى بن يعلى به سندا ومتنا إلا أنه قال: فليؤمكم خياركم. وسكت عنه. وروى الدار قطني، ثم البيهقي في سننهما الخ.

وفي البناية (۲/۳۱۳): لقوله عليه الصلاة والسلام "من صلى خلف عالم تقي فكأنما صلى خلف نبي" هذا الحديث غريب ليس في كتب الحديث. لكن روى الطبراني ما في معناه من حديث يزيد بن أبي زياد الغنوي قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن سركم أن تقبل صلاتكم فليؤمكم علماؤكم فإنهم وفدكم فيما بينكم وبين ربكم. رواه الحاكم في مستدركه في فضائل الأعمال عن يحيى بن يعلى به سندا ومتنا. إلا أنه قال فليؤمكم خياركم وسكت عنه وروى الدار قطني ثم البيهقي في سننهما عن ابن عمر قال قال رسول الله اجعلوا أئمتكم خياركم فإنهم وفدكم فيما بينكم وبين الله تعالى. قال البيهقي إسناده ضعيف. وقال ابن القطان فيه الحسين بن نصير لا يعرف.

اللہ نے بشر کو رسول بنایا ہے)

اسی طرح جب کفار نے انبیاء کے ہاتھ پر معجزات کی شکل میں آیاتِ قدرت کا مشاہدہ کیا تو انہوں نے انبیاء کے بارے میں طرح طرح کی تاویلیں اور باتیں کرنی شروع کر دیں تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ الآية [الكهف ۱۱۰]

(ترجمہ: آپ فرمادیجئے کہ میں تو تم ہی جیسا بشر ہوں تمہارے جیسا، میری طرف یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے)

یہ تو چند نمونے آیات کے تھے جس میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی بشریت کو بیان فرمایا، اس کے علاوہ احادیث میں بھی خود آپ ﷺ کی صراحت موجود ہے کہ آپ ظاہری اعتبار سے بشر ہی تھے چنانچہ "بخاری شریف" (۱/۳۳۲) پر یہ روایت موجود ہے۔

حدثني عروة بن الزبير ان زينب بنت ام سلمة اخبرته ان ام سلمة زوج النبي ﷺ اخبرتها عن رسول الله ﷺ انه سمع خصومة بباب حجرته فخرج اليهم فقال انما انا بشر وانه ياتيني الخصم فلعل بعضكم ان يكون ابلغ من بعض فاحسب انه قد صدق واقضي له بذلك فمن قضيت له بحق مسلم فانما هي قطعة من النار فليأخذها او فليتركها.

یعنی ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کے بارے میں بتلایا ہے کہ آپ نے حجرے کے دروازے پر جھگڑے کی آواز سنی تو آپ ان کی طرف نکلے اور ان سے فرمایا (یعنی فیصلے کے وقت) کہ میں بشر ہوں اور میرے پاس جھگڑنے کے لئے لوگ آتے ہیں تو ہو سکتا ہے کہ کوئی ایک فریق دوسرے سے زیادہ اپنی بات کو واضح انداز میں بیان کر سکے اور میں اس کو سچا سمجھ کر اس کیلئے فیصلہ کر دوں لہٰذا جس کے لئے میں دوسرے کے حق کا فیصلہ کر دوں تو یہ آگ کا ایک ٹکڑا ہے چاہے تو وہ لے لے اور چاہے تو چھوڑ دے۔

اب اس صراحت کے بعد بھی اگر کوئی آپ ﷺ سے بشریت کی نفی کرے کہ جب قرآن وسنت میں بالکل واضح اور صاف الفاظ سے بشریت کو بیان کیا گیا تو ایسے شخص کیلئے صرف دعا ہی کی جا سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ہدایت عطا فرمادیں۔ آمین

۳۔ نور اور بشر میں افضل کون ہے؟ اگر نور سے مراد فرشتے ہیں کہ فرشتوں اور انسانوں میں افضل کون ہے؟ تو ملا علی قاری نے نقل کیا ہے کہ خواص فرشتے عام اولیاء اور علماء سے افضل ہیں اور عام فرشتے عام مومنین سے افضل ہیں البتہ انبیاء کو عام وخاص دونوں طرح کے فرشتوں پر فضیلت حاصل ہے، اسی طرح خاص اولیاء کو عام فرشتوں پر فضیلت حاصل ہے۔

اور اگر مطلق نور اور بشر مراد ہو کہ ان میں کون افضل ہے تو علی الاطلاق بشر ہی کو افضلیت حاصل ہے اس صورت میں یہ صرف فرشتے ہی نہیں بلکہ تمام مخلوقات سے افضل ہے یہی وجہ ہے کہ اسے اشرف المخلوقات کہا جاتا ہے جس کی ایک قرآنی دلیل بشر کی تخلیق کے بعد فرشتوں سے سجدہ کروانا، فرشتوں کے سامنے اس کا امتحان اور اس کی تمام پر فوقیت، اللہ تعالیٰ کا اسے اپنا خلیفہ بنانا، اور خلافت والی فضیلت ایسی ہے کہ اگر بشر کی کوئی اور فضیلت نہ بھی ہوتی تو تنہا اس کی ساری مخلوقات پر فضیلت کے لئے کافی تھی۔

كما في التفسير الكبير (۶/۱۹۴) تحت قوله تعالى "قد جاءكم من الله نور وكتاب مبين" وفيه اقوال الاول

ان المراد بالنور محمد وبالكتاب القرآن والثاني ان المراد بالنور الاسلام وبالكتاب القرآن الثالث النور والكتاب هو القرآن وهذا ضعيف لان العطف يوجب المغايرة بين المعطوف والمعطوف عليه وتسمية محمد والاسلام والقرآن بالنور ظاهرة لان النور الظاهر هو الذي يتقوى به البصر على ادراك الاشياء الظاهرة والنور الباطن ايضا هو الذي تتقوى به البصيرة على ادراك الحقائق والمعقولات.

وفي جامع العقائد (ص ۲۹۳) منها تفضيل الملائكة فخواصهم افضل بعد الانبياء عليهم السلام من عموم الاولياء والعلماء رحمهم الله وافضلهم جبرائيل عليه السلام كما في حديث رواه الطبراني وعامة الملائكة افضل من عامة المؤمنين لكونهم معصومين والملائكة معصومون.

هكذا في شرح فقه الاكبر (ص ۱۱۶)

﴿باب ما یتعلق بالصحابۃ﴾

(صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے متعلق سوالات)

(٣٣٩) مرض الوفات میں نمازیں کس نے اور کتنی پڑھائیں؟

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آپ ﷺ نے مرض الوفات میں صحابہ کو نماز کون پڑھاتا رہا، اور کتنی نمازیں ایسی تھیں کہ بیماری کی وجہ سے آپ نماز پڑھانے نہ آ سکے اور دوسرے کسی صحابی نے وہ نمازیں پڑھائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔ حضور ﷺ کے مرض الوفات میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ صحابہ کو نماز پڑھاتے رہے اور آپ نے نبی کریم ﷺ کی بیماری کے ایام میں صحابہ کو سترہ نمازیں پڑھائیں۔

لما فی الصحیح للبخاری (١/٩٣): حدثنا اسحاق بن نصر قال ثنا ...... عن ابی موسیٰ قال مرض النبی ﷺ فاشتد مرضہ فقال مروا ابابکر فلیصل بالناس ...... فاتاہ الرسول فصلی بالناس فی حیاۃ النبی ﷺ۔

وفی فیض الباری (٢/٢٠٥): فقال البیہقی انہ لم یشہد سبع عشر صلوات احدہا عشاء یوم الخمیس واخری فجر یوم الاثنین۔

وفی البدایۃ والنہایۃ (٥/٢٠٢): وقال الزہری عن ابی بکر عن ابی سبرۃ ان ابابکر صلی بہم سبع عشرۃ صلاۃ۔

(٣٤٠) حضور ﷺ نے نماز میں کن کن صحابہ کی اقتدا کی؟

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کن کن صحابہ کی اقتداء میں نماز ادا فرمائی، بحوالہ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:۔ نبی نے اپنی امت میں سے کسی نیک آدمی کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے کما فی روایۃ ابن سعد نقلہا العلامۃ شیخ الاسلام شبیر احمد العثمانی رحمہ اللہ فی الفتح (٣/٢٤٧)۔

چنانچہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے بھی دو صحابہ کی اقتداء میں نماز ادا فرمائی ہے، البتہ دونوں موقع پر آپ علیہ السلام مسبوق تھے، ایک حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں فجر کے روز جمعرات غزوہ تبوک سے واپسی کے موقع پر فجر کی دوسری رکعت ادا

وفیہا ایضا (ص ۵۵۴): عن عمر بن الخطاب قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول سألت ربی عن اختلاف اصحابی من بعدی فاوحی الی یا محمد ان اصحابک عندی بمنزلۃ النجوم فی السماء بعضھا اقوی من بعض ولکل نور فمن اخذ بشیء مما ھم علیہ من اختلافھم فھو عندی علی ھدی قال وقال رسول اللہ ﷺ اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم

وفیہا ایضا (ص ۵۶۰): عن حذیفۃ قال قال رسول اللہ ﷺ انی لا ادری ما بقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر۔

(۳۴۳) کیا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی؟

سوال… کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت سعد بن عبادہ نے حضرت صدیق اکبر کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی تھی یا نہیں؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً… صورت مسئولہ میں حضرت سعد بن عبادہ نے حضرت ابو بکر صدیق سے بیعت نہیں کی تھی بلکہ اس وقت شام چلے گئے تھے وہاں فاروق اعظم کے دور خلافت میں انتقال فرما گئے۔

لما فی الصحیح للبخاری (۱/۵۱۸): فاخذ عمر بیدہ فبایعہ وبایعہ الناس فقال قائل قتلتم سعد بن عبادۃ قال عمر قتلہ اللہ.

وعلی حاشیہ: قولہ قتلتم سعد ای کدتم تقتلونہ وقیل ھو کنایۃ عن الاعراض والخذلان .وقولہ قتلہ اللہ اخبار عما قدر اللہ من اھمالہ وعدم صیرورتہ خلیفۃ او دعاء علیہ لتخلفہ عن بیعۃ الصدیق ویروی انہ خرج بعد تخلفہ الی الشام ومات بھا فی خلافۃ عمر — فتح ومجمع البحار

وفی البدایۃ والنہایۃ (۵/۲۴۷): وقد ذکرہ ابو عمر بن عبدالبر ما ذکرہ غیر واحد من علماء التاریخ انہ (سعد بن عبادۃ) تخلف عن بیعۃ الصدیق حتی خرج الی الشام فمات بقریۃ من حوران قال وقیل فی اول خلافۃ عمر

(۳۴۴) سیف اللہ کا لقب

سوال… کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سیف اللہ سابقہ امتوں میں اور اس امت میں کسے کہا گیا ہے اور کن انبیاء علیہم السلام نے یہ لقب دیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً… سابقہ امتوں کے بارے میں تو معلوم نہ ہو سکا البتہ اس امت میں حضرت خالد بن ولید کو نبی کریم ﷺ نے

سیف من سیوف اللہ فرمایا تھا۔

لما في الصحيح للبخاري (۱/ ۵۳۱): عن انس ان النبي ﷺ نعى زيدا وجعفر وابن رواحة للناس قبل ان ياتيهم خبرهم فقال اخذ الراية زيد فاصيب ثم اخذها جعفر فاصيب ثم اخذ ابن رواحة فاصيب وعيناه تذرفان حتى اخذ سيف من سيوف الله حتى فتح الله عليهم

وفي عمدة القاري تحت هذه الرواية (۶/ ۲۴۵): اراد بسيف خالد بن وليد ومن يومئذ سمي سيف الله وقد اخرج ابن حبان والحاكم من حديث عبدالله بن ابي اوفى قال قال رسول الله ﷺ لا تؤذوا خالدا فانه سيف من سيوف الله صبه الله تعالى على الكفار.

(۳۴۵) عشرہ مبشرہ میں شامل صحابہ ﷺ کے نام

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عشرہ مبشرہ میں کون کون سے صحابہ شامل ہیں، ان کے نام تحریر کریں اور اگر ان کے بارے میں کوئی روایت ہو تو وہ بھی بحوالہ تحریر کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً: عشرہ مبشرہ کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (۲) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (۳) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (۴) حضرت علی رضی اللہ عنہ (۵) حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ (۶) حضرت زبیر رضی اللہ عنہ (۷) حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ (۸) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ (۹) حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ (۱۰) حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ۔

لما في الجامع للترمذي (۲/ ۲۱۵): حدثنا صالح بن مسمار ... ان سعيد بن زيد حدثه في نفر ان رسول الله ﷺ قال عشرة في الجنة ابوبكر في الجنة وعمر في الجنة وعلي في الجنة وعثمان في الجنة والزبير وطلحة وعبدالرحمن وابو عبيدة وسعد بن ابي وقاص قال فعد هؤلاء التسعة وسكت عن العاشر فقال القوم ننشدك بالله يا ابا الاعور من العاشر قال نشدتموني بالله ابو الاعور في الجنة قال هو سعيد بن زيد بن عمرو بن نفيل.

وهكذا بعضه يسير في ابن ماجة (ص ۱۳)

(۳۴۶) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا کاتب وحی ہونا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کاتب وحی تھے اور جن روایات سے ان کا کاتب وحی ہونا ثابت ہے انکی تحریر کریں۔

كما في المرقات (١١/ ٣٣٠): وقد اختلفوا في التفضيل بين عائشة وخديجة وفاطمة قال الاكمل روي عن ابي حنيفة ان عائشة بعد خديجة افضل نساء العالمين. اقول لهذا يحتمل تساوي خديجة وعائشة تكون الاولى من القدماء السوابق والثانية من الفضلاء اللواحق. وقال الحافظ ابن حجر فاطمة افضل من خديجة وعائشة بالاجماع ثم خديجة ثم عائشة وقال السيوطي في النقاية وشرحها ونعتقد ان افضل النساء مريم وفاطمة. روى الترمذي وصححه "حسبك من نساء العالمين مريم بنت عمران وخديجة بنت خويلد وفاطمة بنت محمد ﷺ وآسية امرأة فرعون" (الى ان قال) ثم قال السيوطي وافضل امهات المؤمنين خديجة وعائشة قال ﷺ "كمل من الرجال كثير ولم يكمل من النساء الا مريم وآسية وخديجة وفضل عائشة على النساء كفضل الثريد على سائر الطعام" وفي لفظ "الا ثلاث" وفي التفضيل بينهما اقوال ثالثها الوقف.

وفي الدر المختار مع رد المحتار (٣/ ٩٣): شرف العلم فوق شرف النسب والمال (الى ان قال) ولذا قيل ان عائشة افضل من فاطمة رضي الله عنها ذكره القهستاني.

وفي الشامية: اي تكون شرف العلم اقوى قيل ان عائشة افضل لكثرة علمها وظاهره انه لا يقال ان فاطمة افضل من جهة النسب لان الكلام مسوق لبيان ان شرف العلم اقوى من شرف النسب لكن قد يقال باخراج فاطمة رضي الله عنها من ذلك لتحقق البضعية فيها بلا واسطة ولذا قال الامام مالك انها بضعة منه ﷺ ولا افضل على بضعة منه احدا. ولا يلزم من هذا الاطلاق انها افضل والا لزم تفضيل سائر بناته ﷺ حتى على عائشة بل على الخلفاء الاربعة وهو خلاف الاجماع كما بسطه ابن حجر في الفتاوى الحديثية وحينئذ فما نقل عن اكثر العلماء من تفضيل عائشة محمول على بعض الجهات كالعلم وكونها في الجنة مع النبي ﷺ وفاطمة مع علي وقيل ان فاطمة افضل ويمكن ارجاعه الى الاول وقيل الوقف لتعارض الادلة.

(٣٥٩) سرورِ کونین علیہ ﷺ کی زیارت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا حضور ﷺ کی زیارت خواب میں ممکن ہے یا نہیں اور اگر حضور ﷺ کو ناپسندیدہ حالت میں دیکھیں تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً: صورت مسئولہ میں خواب میں حضور ﷺ کی زیارت ممکن ہے اور حضور ﷺ کو ناپسندیدہ حالت میں دیکھنا دیکھنے والے کی ناپسندیدہ حالت پر دلالت کرتا ہے۔

لما في الصحيح للبخاري (١/٢١): عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي ﷺ قال تسموا باسمي ولا تكتنوا بكنيتي ومن رآني في المنام فقد رآني فإن الشيطان لا يتمثل في صورتي.

وفي عمدة القاري تحت هذه الرواية ([illegible]): إن رآه حسن الهيئة حسن الأقوال والأفعال مقبلا على الرائي كان خيرا له وإن رآه على خلاف ذلك كان شرا له ولا يلحق النبي ﷺ من ذلك شيء.

وفي فيض الباري (١/٢٠٢): والحاصل أن رؤياه ﷺ قد تكون كرامة من الله تعالى وهو بشرى للمرئي حقيقة وقد تكون على طور تحديث النفس فهذا أيضا نوع إشارة وإن كانت ضعيفة ولذا يشترك فيها الصالح والطالح.

وفي الحاوي للفتاوى (٢/٢٥٦): ورؤية الأنبياء والملائكة وسماع كلامهم ممكن للمؤمن كرامة وللكافر عقوبة.

(٣٦٠) بیداری میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض صوفیاء سے منقول ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم حالت بیداری میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کرتے ہیں کیا یہ بات حقیقتاً صوفیاء سے منقول ہے کیا ایسا ہو سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً: صورت مسئولہ میں نبی کریم ﷺ کی بیداری میں زیارت ممکن ہے بلکہ بعض حضرات سے ایسا منقول بھی ہے۔

لما في الحاوي للفتاوى (٢/٢٥٥): أخرج البخاري ومسلم وأبو داود عن أبي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ من رآني في المنام فسيراني في اليقظة ولا يتمثل الشيطان بي. قال العلماء اختلفوا في معنى قوله فسيراني في اليقظة فقيل معناه فسيراني في القيامة وتعقب بأنه لا فائدة في هذا التخصيص لأن كل أمته يرونه يوم القيامة من رآه منهم ومن لم يره وقيل المراد من آمن به في حياته ولم يره لكونه حينئذ غائبا عنه فيكون مبشرا له أنه لا بد أن يراه في اليقظة قبل موته. وقال قوم هو

علی ظاہرہ فمن راہ فی النوم فلابد ان یراہ فی الیقظۃ۔

وفیہ ایضاً (ص۲۵۸): ورؤیۃ الانبیاء والملائکۃ وسماع کلامھم ممکن للمومن کرامۃ وللکافر عقوبۃ قال ابن الحاج فی المدخل رؤیۃ النبی ﷺ فی الیقظۃ باب ضیق وقل من یقع لہ ذلک الامر کان علی صفۃ عزیز وجودھا فی ھذا الزمان بل علمت عالما مع انا لاننکر من یقع لہ ھذا من الاکابر الذین حفظھم اللہ فی ظواھرھم وبواطنھم۔

وایضاً فیہ (ص۲۵۹): قال الشیخ عبدالقادر الکیلانی رأیت رسول اللہ ﷺ قبل الظہر ... وذکر القصۃ۔

وفی (ص۲۶۰): وحکی عن بعض الاولیاء انہ حضر مجلس فقیہ فروی ذلک الفقیہ حدیثا فقال لہ الولی ھذا الحدیث باطل فقال الفقیہ: ومن این لک ھذا فقال ھذا النبی ﷺ واقف علی رأسک ویقول انی لم اقل ھذا الحدیث وکشف للفقیہ فرآہ۔ واللہ اعلم بالصواب

(۳۶۱) بیداری میں زیارت سے کیا مراد ہے؟

سوال ... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک دیوبندی عالم نے تقریر کے دوران یہ کلمات کہے کہ "بعض خوش نصیب بندے ایسے ہیں کہ جنہیں دنیا میں بیداری میں نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوتی ہے" کیا یہ ممکن ہے اور اس طرح کا جملہ کہنا صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو اس سے کیا مراد ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً صورت مسئولہ میں حضور ﷺ کی بیداری کی حالت میں زیارت ممکن ہے اگرچہ ہمارے اس دور میں ایسے اللہ والے خال خال ہی ہیں لیکن یہ کوئی بعید اور ناممکن بات نہیں کہ قادر مطلق ذات کرامت کے طور پر کسی کو اس طرح زیارت نصیب فرمائیں اور واقعی یہ سعادت مندی اور خوش نصیبی کی بات ہے۔ اور زیارت سے مراد رؤیت بصری (ظاہری آنکھوں سے دیکھنا) ہی ہے۔

دلائل المسئلۃ مرت تحت السؤال السابق

(۳۶۲) خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے

سوال ... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ "خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے" یہ صرف مؤمنین کے لئے ہے یا کافر کا خواب بھی ایسا ہے۔ یا دونوں میں کوئی فرق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً صورت مسئولہ میں صرف مؤمن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے اور کافر بھی خواب دیکھتے ہیں لیکن ان کا شریعت میں کوئی اعتبار نہیں۔

الاحتلام منه جائز ﷺ وليس هو من تلاعب الشيطان بل هو فيض زيادة المني يخرج في وقت.

وفي رد المحتار (۱/۳۱۱): وقد يؤيد ما صححه في الخانية بما صح عن عائشة رضي الله عنها كنت احك المني من ثوب رسول الله ﷺ وهو يصلي ولا خفاء انه كان من جماع لان الانبياء لا تحتلم.

(۳۱۵) روضۂ اطہر کی زیارت واجب ہے یا سنت؟ حرمین شریفین میں افضل کونسا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام درج ذیل مسائل کے بارے میں کہ:

(۱) مکہ مکرمہ افضل ہے یا مدینہ منورہ؟ (۲) مکہ کی طرح مدینہ بھی حرم محترم ہے یا نہیں؟ (۳) آپ ﷺ کے ساتھ لگی ہوئی مٹی افضل ہے یا عرش معلی؟ (۴) قبر شریف کی زیارت کرنا واجب ہے یا سنت؟ نیز عورتیں بھی زیارت کر سکتی ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً: صورت مسئولہ میں: (۱) مکہ مکرمہ افضل ہے (۲) مدینہ منورہ مکہ مکرمہ کی طرح حرم محترم نہیں (۳) آپ علیہ السلام کے جسد اطہر کے ساتھ لگی ہوئی مٹی عرش وکرسی سے افضل ہے (۴) روضۂ اطہر کی زیارت مستحب ہے نیز عورتیں بھی زیارت کر سکتی ہیں۔

لما في الدر المختار (۲/۶۲۶): لا حرم للمدينة عندنا ومكة افضل منها على الراجح الا ما ضم اعضاءه عليه الصلوة والسلام فانه افضل مطلقا حتى من الكعبة والعرش والكرسي وزيارة قبره مندوبة بل قيل واجبة لمن له سعة.

وفي الطحطاوي (۱/۵۱۱): اعلم انه ليس للمدينة حرم عندنا

وفي رد المحتار (۲/۶۲۶): (قوله الا) قال في اللباب: والخلاف فيما عدا موضع القبر المقدس، فما ضم اعضاءه الشريفة فهو افضل بقاع الارض بالاجماع . في شرح اللباب: وهل تستحب زيارة قبره ﷺ للنساء الصحيح نعم بلا كراهة بشروطها على ما صرح به بعض العلماء.

﴿کتاب مایتعلق بالتصوف والسلوک﴾

(تصوف اور سلوک کے بارے میں)

(۳۶۶) کیا عشقِ مجازی عشقِ حقیقی کا ذریعہ ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض صوفی حضرات فرماتے ہیں عشقِ حقیقی تک پہنچنے کا ذریعہ عشقِ مجازی ہے کیونکہ اس میں دل نرم ہو جاتا ہے اور جب دل نرم ہو جائے تو اس میں اللہ کا عشق جلد نفوذ کر جاتا ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟ اگر صحیح نہیں تو ایسے کہنے والے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً: ایسے لوگ فاسق اور اللہ رب العزت پر جھوٹ باندھنے والے ہیں کیونکہ یہ تو نفس کا گناہ و تکمیل کا ذریعہ بن جاتے ہیں جب کہ عشقِ مجازی تو حسین دوشیزاؤں اور امرد لڑکوں کے چہروں کی طرف شہوت کے طور پر لطف اندوز ہونے کا ایک بہانہ ہے۔ جس کی شریعت میں قطعاً اجازت نہیں نیز عشقِ مجازی میں مبتلا شخص یقینی طور پر اس گناہ میں مبتلا ہوگا تو کیونکر عشقِ مجازی جائز ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے جاہل صوفیوں سے محفوظ رکھے۔

لما في الهندية (۵/۳۳۰): والغلام اذا بلغ مبلغ الرجال ولم يكن صبيحا فحكمه حكم الرجال وان كان صبيحا فحكمه حكم النساء وهو عورة من قرنه الى قدمه لايحل النظر اليه عن شهوة.

وفي الشامية (۶/۳۶۵): قال في الهندية والغلام اذا بلغ ... قال السلف: اللوطيون اصناف: صنف ينظرون وصنف يصافحون وصنف يعملون وفيه اشارة الى انه لو علم منه الشهوة او ظن او شك حرم النظر.

(۳۶۷) غائبانہ بیعت کی شرعی حیثیت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ شریعت میں غائبانہ بیعت کی کیا حیثیت ہے؟ جائز ہے یا نہیں؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً: صورتِ مسئولہ میں غائبانہ بیعت جائز ہے۔

لقوله تعالى (الفتح: ۱۰): ان الذين يبايعونك انما يبايعون الله يد الله فوق ايديهم. الآية

وفي روح المعاني (۲۶/۱۰۶): وصح انه ﷺ ضرب بيده اليمنى على يده الاخرى وقال هذه بيعة عثمان ولما سمع المشركون بالبيعة خافوا وبعثوا عثمان

وفي تفسير ابن كثير (۴/۱۹۸): عن انس بن مالك رضي الله عنه قال: لما امر رسول الله ﷺ ببيعة الرضوان كان عثمان بن عفان رضي الله عنه رسول رسول الله ﷺ الى اهل مكة فبايع الناس فقال رسول الله ﷺ اللهم ان عثمان في حاجة الله وحاجة رسوله فضرب باحدى يديه على الاخرى.

وفي احكام القرآن للقرطبي (۱۶/۲۷۴): وهي بيعة الرضوان تحت الشجرة التي اخبر الله تعالى انه رضي عن المبايعين لرسول الله ﷺ تحتها ... وضرب رسول الله ﷺ بيمينه على شماله لعثمان فهو كمن شهدها.

(۳۶۸) قبر پر سورۃ الم نشرح سے فیض کا حصول

سوال... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض صوفی حضرات بزرگوں کی قبر پر بیٹھ کر سورۃ الم نشرح پڑھتے ہیں اور آنکھیں بند کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے ہمارا سینہ کھلتا ہے اور بزرگوں سے فیض حاصل ہوتا ہے اس بات کی کوئی اصل موجود ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً ... مذکورہ ہیئت کے ساتھ سورۃ الم نشرح پڑھ کر بزرگوں کی قبر سے فیض حاصل کرنے کی کوئی اصل معتمد کتابوں میں تلاش بسیار کے باوجود نہیں مل سکی۔ البتہ فی نفسہ اولیاء اللہ کی قبور سے فیوضات کا حاصل ہونا ممکن ہے جیسا کہ بعض بزرگوں سے منقول بھی ہے چنانچہ اگر صاحب قبر کے بارے میں شرکیہ عقائد نہ ہوں (مثلاً تمام چیزوں کا جاننے والا اور متصرف ہونا وغیرہ) اور کسی کے تجربہ سے ایسی ہیئت اختیار کرنے سے فیض حاصل بھی ہو جاتا ہو تو ان حضرات کیلئے یہ صورت اختیار کرنا جائز ہے لیکن عام آدمیوں کیلئے اس سے اجتناب کرنا بہتر ہے تاکہ عقائد خراب نہ ہوں۔ لیکن اگر صاحب قبر کے بارے میں عالم الغیب اور متصرف ہونے یا مستقل بالذات ہونے کا عقیدہ یا اسی طرح دیگر شرکیہ عقائد ہوں تو اس طرح فیض حاصل کرنا ناجائز وحرام ہوگا۔

لما في روح المعاني (۳۰/۱۶۶): "بسم الله الرحمن الرحيم ألم نشرح لك صدرك" الشرح في الاصل الفسح والتوسعة وشاع استعماله في الايضاح ومنه شرح الكتاب اذا اوضحه ولما ان فسح الشيء وبسطه مستلزم لاظهار باطنه وما خفي منه وكذا شاع في سرور النفس حتى لو قيل انه حقيقة عرفية فيه لم يبعد ... وكذا اذا تعلق بالصدر الذي هو محل القلب وربما يؤذن ذلك بسعة القلب.

وفيه ايضا (۶/۱۲۴): يايها الذين امنوا اتقوا الله وابتغوا اليه الوسيلة الاية واستدل بعض الناس بهذه الاية على مشروعية الاستغاثة بالصالحين وجعلهم وسيلة بين الله تعالى وبين العباد والقسم على الله

صرف چار ہیں ان کی حقیقت یہ ہے کہ مختلف طبائع کے لحاظ سے رذائل کو دور کرنے کے مختلف طریقے اور شرعی لحاظ سے روحانی علاج کے مختلف طریقے ہیں جو مختلف مشائخؒ کی طرف منسوب ہیں۔ ان سب طرق وسلاسل کا مقصود ایک ہے۔

نیز آج کل مروجہ قوالی اور عرس وغیرہ کسی بھی سلسلے میں داخل نہیں بلکہ یہ ناجائز امور ہیں جن کی نسبت ان سلاسل میں سے کسی کی طرف کرنا قطعاً صحیح نہیں ہے۔

لما في قوله تعالى (آل عمران: ۱۶۴): لقد من الله على المؤمنين اذ بعث فيهم رسولا من انفسهم يتلوا عليهم آياته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة الآية

والممتحنة: ۱۲: يا ايها النبي اذا جاءك المؤمنات يبايعنك على ان لا يشركن بالله شيئا ولا يسرقن ولا يزنين ولا يقتلن اولادهن الآية.

والتوبة: ۱۱۹: يا ايها الذين آمنوا اتقوا الله وكونوا مع الصادقين ٥

وفي احكام القرآن للتهانوي (۵/۵۵): اعلم ان الله تعالى اجرى سنة ان يضبط الامور الخفية المضمرة في النفوس بافعال واقوال ظاهرة ينصبها مقامه كما ان التصديق بالله ورسوله واليوم الآخر خفي فاقيم الاقرار مقامه فكذلك التوبة والعزيمة على ترك المعاصي والتمسك بحبل التقوى خفي فاقيمت البيعة مقامه

وفيها ايضا (۵/۵۸): ولا باس ان يلقنه فيقول اخترت الطريقة النقشبندية او القادرية او الجشتية او الشيخ محي الدين عبدالقادر جيلاني او الشيخ محي الدين السنجري.

(۳۷۰) تصوف میں مختلف مدارج کی تقسیم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ صوفیاء کرام جو مختلف مدارج بیان کرتے ہیں کہ یہ پاس انفاس ہے، نظر بر قدم، ہوش در دم، وقوف زمانی، وقوف عددی، وقوف قلبی، مراقبات کے مختلف مدارج ان سب کی حقیقت کیا ہے؟ قرآن وحدیث یا خیر القرون سے اس کی کوئی اصل یا نظیر پیش کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً.....صورت مسئولہ میں مراقبات ومدارج کے مطلق وجود پر بے شمار نصوص دلالت کرتے ہیں البتہ اس اطلاق سے ہٹ کر مختلف اعتبار سے تقسیم اور ان کے نام صوفیاء کرام اپنے ذوق کے مطابق تجویز کرتے ہیں۔

لما في فيض الباري (۱/۱۵۰): واعلم ان لفظ احسان شامل لجميع انواع البر من الاذكار والاشغال وغيرها والاذكار يقال لاوراد مسنونة وماذكره المشائخ من الضربات والكيفيات يقال لها الاشغال

وفی فتاوی الحدیثیة (ص ۲۳۷) وورد فی احادیث مایبین فی فضل التفکر والمراد به فضل ذلک حدیث ابی الشیخ فی العظمة تفکر ساعة خیر من عبادة ستین سنة وحدیثه ایضا تفکروا فی کل شیٔ ولاتفکروا فی ذات اللہ الخ　تفکروا فی الخلق الخ تفکروا فی آلاء اللہ الخ　وقد بین اللہ تعالی انه لایصلح للتفکر فی خلق السموات والارض الا اولو الالباب والعقول.

(۳۷۱) بیعت پر ایک شبہ کا جواب

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر علماء ومشائخ بیعت کی اہمیت پر زور دیتے ہیں اس طرح ہمارے اسلاف کی کتابیں بیعت کی اہمیت اور متعلقہ امور سے بھری ہوئی ہیں جن میں اس بات کو اہمیت کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے کہ ہر شخص کے لئے کسی کو شیخ بنایا جائے۔ حالانکہ صاحب خلاصہ نے ج ۴/ص ۳۷۸ پر لکھا ہے کہ "ومن اتخذ شیخا للهدایة فهو ضال لان الهادی هو الله تعالی" (اور جو شخص ہدایت حاصل کرنے کے لئے کسی شیخ کا دامن تھامے وہ گمراہ ہے کیونکہ ہدایت دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے)۔ اب دونوں اقوال میں تطبیق کس طرح ہوگی؟ کافی وشافی جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً: علماء ومشائخ میں مروجہ بیعت تو نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ جس طرح آپ نے صحابہ سے جہاد وغیرہ پر بیعت لی اسی طرح گناہوں کے ترک کرنے اور دیگر امور پر بھی آپ سے بیعت ثابت ہے۔

صاحب خلاصہ کے مندرجہ بالا قول کا مطلب یہ ہے کہ "جو شخص ہدایت کو بالذات شیخ کی طرف منسوب کرے وہ گمراہ ہے۔"

اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ صاحب خلاصہ نے اس جملے کے بعد بطور استشہاد یہ آیت مبارکہ بھی پیش کی ہے کہ انک لاتهدی من احببت الایة۔ جس میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ کا کام صرف اللہ تعالیٰ کے احکامات کو پہنچانا ہے ہدایت دینا آپ کے بس میں نہیں بلکہ ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ اسی طرح شیخ تزکیہ اور باطنی علوم کے لئے واسطہ ہے۔ ہدایت دینا اس کے بس میں نہیں۔ جب کہ آگے صاحب خلاصہ نے خود مجاہدے کو ہدایت کا مقدمہ قرار دیا ہے گویا ظاہری سبب اور واسطہ ہے۔

حاصل یہ کہ صاحب خلاصہ کی عبارت سے علماء ومشائخ کی مروجہ بیعت پر اعتراض وارد نہیں ہوتا بلکہ صاحب خلاصہ نے صرف ایک غلطی پر تنبیہ کی ہے۔

لما فی خلاصة الفتاوی (۴/۳۷۸) قال رحمه الله ومن اتخذ شیخا للهدایة فهو ضال لان الهادی هو الله تعالی لقوله تعالی انک لاتهدی من احببت ولکن الله یهدی من یشاء الایة والاتخاذ للارشاد ممنوع لعلمه بورود الشرع واما علم المکاشفة فلا یحصل بالتعلیم والتعلم وانما یحصل بالمجاهدة التی جعلها المقدمة للهدایة.

(۳۷۲) قطب اور غوث کا وجود

سوال ... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہ جو مشہور ہے کہ دنیا میں قطب ہوتا ہے، غوث ہوتا ہے، کیا شریعت مطہرہ میں اس کا ثبوت موجود ہے یا نہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ... صورت مسئولہ میں قطب اور غوث کے وجود پر کئی احادیث دال ہیں اگرچہ ان پر بعض حضرات نے کلام کیا ہے لیکن کثرت طرق کی وجہ سے یہ قابل اعتماد ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ امت نے ان روایات کو قبول کیا ہے جو ان کے ثبوت کی مستقل اور قوی دلیل ہے۔

لما فی مسند احمد بن حنبل (۱/۱۰۸): حدثنا عبد اللہ ... حدثنی شریح یعنی ابن عبید قال: ذکر اهل الشام عند علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وهو بالعراق فقالوا: العنهم یا امیر المؤمنین قال لا انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الابدال یکونون بالشام وهم اربعون رجلا کلما مات رجل ابدل اللہ مکانه رجلا یسقی بهم الغیث وینتصر بهم علی الاعداء ویصرف عن اهل الشام بهم العذاب

وفیه ایضا (۵/۳۲۲): حدثنا عبد اللہ ... عن عبادة بن صامت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال الابدال فی هذه الامة ثلاثون مثل ابراهیم خلیل الرحمن عز وجل کلما مات رجل ابدل اللہ تبارک وتعالی مکانه رجلا.

وفی فتاوی الحدیثیة (ص۲۳۲) وسئل متعنا اللہ به: ما عدة رجال الغیب وما الدلیل علی وجودهم فاجاب بقوله رجال الغیب سموا بذلک لعدم معرفتهم اکثر الناس لهم وراسهم قطب الغوث الفرد الجامع جعله اللہ دائرا فی الآفاق الاربعة ارکان الدنیا کدوران الفلک فی افق السماء ... والابدال وهم سبعة علی الاصح وقیل ثلاثون ... وسیاتی حدیث انهم اربعون وحدیث انهم ثلاثون وکل منهم یعکر علی قوله الاصح انهم سبعة.

(۳۷۳) ابدال کا وجود اور ان کا تصرف

سوال ... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ابدال کا اس کائنات میں کہیں وجود ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی عطاء سے اس کائنات میں تصرف کرتے ہیں؟ نیز کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ کسی وقت سارے ابدال اس دنیا سے ختم ہو جائیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ... کائنات میں ابدال کا وجود پایا جاتا ہے اور کوئی وقت ایسا نہیں گزرتا جب کائنات ان کے وجود سے خالی ہو، یہ

الجواب حامداً ومصلیاً: ذکر قلبی شرعاً ثابت ہے۔

لما فی احکام القرآن للتھانوی (۱۰۹/۱) ذکر القلب الذی هو الفکر فی دلائل الله تعالی وصفاته وآیاته وبیناته وکلما ازددت فیها فکرا ازددت طمانینة وسکونا وهذا هو افضل الذکر لأن سائر الاذکار انما یصح ویثبت حکمها بثبوته

وفی المرقات (۵/۳۴۶) عن انس قال قال رسول الله ﷺ اذا مررتم بریاض الجنة فارتعوا قالوا وما ریاض الجنة قال حلق الذکر

قال العلامة الملا علی القاری تحت هذه الروایة: قال النووی رحمه الله واعلم انه کما یستحب الذکر یستحب الجلوس فی حلق اهله وقد یکون بالقلب وقد یکون باللسان والافضل منهما ما کان بالقلب واللسان جمیعا فان اقتصر علی احدهما فالقلب افضل۔

(۳۷۶) رجال الغیب کی حقیقت اور ان کی تعداد

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے ایک بھائی اکثر رجال الغیب کا تذکرہ کرتے ہیں آپ ان کی حقیقت اور تعداد کے بارے میں بتا دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً: رجال الغیب سے ایسے افراد مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ولی اور نیک بندوں میں شامل ہیں اور ان کے حالات عام لوگوں پر ظاہر نہیں ہوتے اس لئے ان کی تعداد معلوم نہیں ہو سکی۔

لما فی الفتاوی الحدیثیة (ص ۲۳۲) وسئل نفع الله به ما عدة رجال الغیب وما الدلیل علی وجودهم؟ فاجاب بقوله: رجال الغیب سموا بذلک لعدم معرفة اکثر الناس لهم، ورأسهم القطب المعروف الفرد الجامع جعله الله دائرا فی الآفاق الاربعة ارکان الدنیا کدوران الفلک فی افق السماء وقد ستر الله احواله عن الخاصة والعامة.

﴿کتاب التوسل والتبرک﴾

(وسیلہ اور تبرکات سے متعلق سوالات)

(۳۷۷) وسیلہ کی شرعی حیثیت

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ وسیلہ کا شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً: شرعاً وسیلہ جائز ہے۔ (تفصیل سوال نمبر ۳۷۸ پر ملاحظہ ہو)

لقوله تعالى (المائدة: ۳۵) يايها الذين آمنوا اتقوا الله وابتغوا اليه الوسيلة وجاهدوا في سبيله لعلكم تفلحون ٥

وفي احكام القرآن للقرطبي (۶/۱۵۹) الوسيلة هي القربة ..... فالاصل الطلب والوسيلة القربة التي ينبغي ان يطلب بها.

وفي روح المعاني (۶/۲۸) قال العلامة الآلوسي بعد بحث طويل وبعد هذا كله لاترى باسا في التوسل الى الله تعالى بجاه النبي ﷺ عند الله تعالى حيا وميتا ..... ان التوسل بجاه غير النبي ﷺ لاباس به ايضا.

وفي الصحيح للبخاري (۱/۱۳۷) حدثنا الحسن بن محمد ..... عن انس بن مالك ان عمر بن الخطاب ؓ كان اذا قحطوا استسقى بالعباس بن عبدالمطلب ؓ فقال اللهم انا كنا نتوسل اليك بنبينا ﷺ فتسقينا وانا نتوسل اليك بعم نبينا فاسقنا قال فيسقون.

(۳۷۸) توسل بالانبیاء والاولیاء

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ توسل بالانبیاء والاولیاء جائز ہے یا نہیں؟ نیز توسل بالاحیاء والاموات اور توسل بالذوات والاعمال میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً: توسل بالاحیاء ہو یا اموات، ذوات سے ہو یا اعمال سے، اپنے اعمال سے ہو یا غیر کے اعمال سے، ان کی حقیقت اور ان سب صورتوں کا مرجع توسل برحمۃ اللہ ہے یعنی خدا کو "فلاں مقبول بندہ پر جو رحمت ہے اس کے توسل سے دعا کرتا ہوں" یا "فلاں

نیک عمل یا اپنا یا غیر کا جو محض آپ کی رحمت اور توفیق سے ہے اس کے توسل سے دعا کرتا ہوں"۔ امر چونکہ توسل بحرمت اللہ کے جواز جگہ ارتی للتعین ہوتے ہیں کوئی شبہ نہیں ہے لہذا یہ سب صورتیں جائز ہیں۔ نیز اس اعتبار سے توسل بالاحیاء والاموات اور توسل بالذوات والاعمال میں کوئی فرق نہیں ہے۔

لما في روح المعاني (۱/۳۲۰): "وكانوا من قبل يستفتحون على الذين كفروا" نزلت في بني قريظة والنضير كانوا يستفتحون على الاوس والخزرج برسول الله ﷺ قبل مبعثه قاله ابن عباس رضي الله عنهما و قتادة والسدي يطلبون من الله تعالى أن ينصرهم به على المشركين. كما روى السدي انهم كانوا اذا اشتد الحرب بينهم وبين المشركين اخرجوا التوراة ووضعوا بين ايديهم على موضع ذكر النبي ﷺ وقالوا اللهم انا نسألك بحق نبيك الذي وعدتنا ان تبعثه في آخر الزمان ان تنصرنا اليوم على عدونا فينصرون

وفي الصحيح لمسلم (۲/۳۵۳): عن عبدالله بن عمر عن رسول الله ﷺ انه قال بينما ثلثة نفر يتمشون اخذهم المطر فأووا الى غار في جبل فانحطت على فم غارهم صخرة من الجبال فانطبقت عليهم فقال بعضهم لبعض انظروا اعمالا عملتموها صالحة لله فادعوا الله تعالى بها لعله يفرجها عنكم فقال احدهم اللهم انه كان لي والدان شيخان كبيران وامرأتي ولي صبية صغار ارعى عليهم فاذا ارحت عليهم حلبت فبدأت بوالدي فسقيتهما قبل بني واني نأى بي ذات يوم الشجر فلم آت حتى امسيت فوجدتهما قد ناما فحلبت كما كنت احلب فجئت بالحلاب فقمت عند رؤسهما اكره ان اوقظهما من نومهما واكره ان اسقي الصبية قبلهما والصبية يتضاغون عند قدمي فلم يزل ذلك دابي ودأبهم حتى طلع الفجر فان كنت تعلم اني فعلت ذلك ابتغاء وجهك فافرج لنا منها فرجة نرى منها السماء ففرج الله منها فرجة فرأوا منها السماء. وقال الآخر اللهم انه كانت لي ابنة عم احببتها كاشد مايحب الرجال النساء وطلبت اليها نفسها فابت حتى آتيها بمائة دينار فتعبت حتى جمعت مائة دينار فجئتها بها فلما وقعت بين رجليها قالت يا عبدالله اتق الله ولاتفتح الخاتم الابحقها فقمت عنها فان كنت تعلم اني فعلت ذلك ابتغاء وجهك فافرج لنا منها فرجة ففرج لهم. وقال الآخر اللهم اني كنت استاجرت اجيرا بفرق ارز فلما قضى عمله قال اعطني حقي فعرضت عليه فرقه فرغب عنه فلم ازل ازرعه حتى جمعت منه بقرا ورعاتها فجاءني فقال اتق الله ولا تظلمني حقي قلت اذهب الى تلك البقر ورعاتها فخذها فقال اتق الله ولاتستهزئ بي فقلت اني لا استهزئ بك خذ ذلك البقر ورعاتها فاخذه فذهب به فان كنت تعلم اني فعلت ذلك ابتغاء وجهك فافرج لنا مابقي ففرج الله مابقي.

الجواب حامداً ومصلیاً... کعبہ یا خانہ کعبہ کے غلاف اور دیگر تبرکات کا بوسہ لینا شرعاً جائز ہے۔

لما فی الدر المختار مع رد المحتار (۲/۵۲۲): وقبل العتبة تعظیما للکعبة ووضع صدره ووجهه علی الملتزم وتشبث بالأستار ساعة کالمستشفع بها.

وفی الشامیة: (وقبل العتبة) أی ثم قبل العتبة المرتفعة عن الأرض (وتشبث) أی تعلق کما یتعلق عبد ذلیل بطرف ثوب لمولی جلیل.

(۳۸۱) کیا حضرت عمرؓ کے درخت کاٹنے سے تبرک بآثار الصالحین کی نفی ہوتی ہے؟

سوال ... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضور ﷺ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر جس درخت کے نیچے بیٹھ کر بیعت لی تھی حضرت عمرؓ نے اس درخت کو کٹوا دیا تھا، حضرت عمرؓ کے اس فعل سے تبرک بآثار الصالحین کی نفی ہوتی ہے۔ کیا تبرک بآثار الصالحین ناجائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ... صورت مسئولہ میں حضرت عمرؓ کے اس فعل سے تبرک بآثار الصالحین کی نفی نہیں ہوتی اس لئے کہ حضرت عمرؓ نے بیعت رضوان والا درخت نہیں بلکہ دوسرا درخت کٹوایا تھا۔ کیونکہ صحیح بخاری کی روایت ہے کہ جب صحابہ کرام دوسرے سال حج کے لئے جا رہے تھے تو وہاں درخت کو متعین نہ کر سکے کہ کون سا ہے۔ خود حضرت عمرؓ بھی بھول گئے تھے کہ وہ درخت کون سا ہے کیونکہ تفسیر طبری کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ جب جا رہے تھے تو انہوں نے اس درخت کے متعلق سوال کیا۔ بعض نے کہا کہ "یہاں ہے" اور بعض نے کہا کہ "یہاں ہے"۔ اگر متعین ہوتا تو سوال کی ضرورت نہ تھی لہٰذا بیعت رضوان والا نہیں بلکہ کوئی اور درخت کٹوایا تھا۔

اور اگر مان لیا جائے کہ وہی درخت کٹوایا تھا تو اس کی وجہ تبرک بآثار الصالحین کی نفی نہیں تھی بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ لوگوں نے وہاں نماز پڑھنی شروع کردی تھی اب اس بات کا اندیشہ تھا کہ کوئی اس کو سجدہ گاہ نہ بنالیں اور اسے مؤثر حقیقی سمجھنے لگیں، اس فتنے سے بچانے کے لئے حضرت عمرؓ نے اس کو کٹوا دیا۔

لما فی تفسیر الطبری (۲۶/۱۱۲): ان عمر بن الخطاب رضی الله عنه مر بذلک المکان بعد ان ذهبت الشجرة فقال این کانت فجعل بعضهم یقول هنا وبعضهم یقول هنا.

وفی تفسیر روح البیان (جزء ۲۶، المجلد ۹/ص ۳۳): یقول الفقیر یمکن التوفیق بین الروایتین بانهم لما عمیت علیهم ذهبوا یصلون تحت شجرة علی ظن انها هی شجرة البیعة فامر عمر رضی الله عنه بقطعها

وفی الصحیح للبخاری (۲/۵۹۹): فقال سعید حدثنی ابی انه کان فیمن بایع رسول الله ﷺ تحت الشجرة قال فلما خرجنا من العام المقبل نسیناها فلم نقدر علیها فقال سعید ان اصحاب محمد ﷺ لم یعلموها وعلمتموها انتم فانتم اعلم.

وفي عمدة القاري (۳/۲۲۳): قال النووي سبب خفائها أن لا يفتتن الناس بها لما جرى تحتها من الخير ونزول الرضوان والسكينة وغير ذلك فلو بقيت ظاهرة معلومة لخيف تعظيم الأعراب والجهال إياها وعبادتهم إياها وكان خفاؤها رحمة من الله تعالى.

(۳۸۲) بحق فلاں وغیرہ کے الفاظ کا حکم

سوال: ... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دعا کرتے وقت "بحق جبرائیل یا بحق فلاں (مقصد نیک ہو) حاجت روائی" کہنا کیسا ہے؟ جبکہ میں نے سنا ہے کہ فقہاء احناف کی کتابوں میں اس طرح کے الفاظ پر کراہت ذکر کی گئی ہے اور بعض اسلاف مثلاً مجدد الف ثانیؒ وغیرہ سے بحق بنی فاطمہ کے الفاظ منقول ہیں۔ آپ حضرات دونوں باتوں میں تطبیق بیان فرمائیں نیز بعض حضرات کہتے ہیں کہ عوام کرنے کی تو فساد عقیدہ کا خطرہ ہے آپ یہ بھی بتائیں اس میں فساد عقیدہ کا خطرہ کس طرح ہے؟ براہ مہربانی مدلل انداز میں جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً: ... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، انبیاء کرام علیہم السلام، صحابہ کرامؓ اور دیگر اللہ کے نیک بندوں کے طفیل اور وسیلے سے دعا مانگنا جائز ہے جس کی صورت یہ ہے کہ اے اللہ! اپنے ان نیک اور مقبول بندوں کے طفیل میری یہ دعا قبول فرما، یا میری فلاں مراد پوری فرما دے، مگر یہ عقیدہ نہ رکھا جائے کہ توسل کے بغیر دعا کی جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو سنتے ہی نہیں، نیز یہ عقیدہ رکھا جائے کہ انبیاء کے وسیلے سے دعا کی جائے تو اس کو ماننا اللہ تعالیٰ کے ذمہ لازم ہو جاتا ہے، نہیں! بلکہ یہ سمجھنا چاہئے کہ ان اللہ کے نیک بندوں کے طفیل سے جو دعا کی جائے گی اس کی قبولیت کی زیادہ امید ہے۔

رہی یہ بات کہ حنفی کی کتابوں میں جو مسئلہ لکھا ہے کہ: ويكره أن يقول في دعائه بحق فلان، أو بحق أنبيائك ورسلك لأنه لا حق للمخلوق على الخالق. (ترجمہ: اور مکروہ ہے کہ اپنی دعا میں یوں کہے کہ یا اللہ! بحق فلاں یا بحق اپنے نبیوں اور رسولوں کے مجھے فلاں چیز عطا فرما، کیونکہ مخلوق کا کوئی حق خالق کے ذمہ نہیں)۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو دعا ان حضرات کے وسیلے سے کی جائے گی اس کا پورا کرنا اللہ تعالیٰ پر لازم اور واجب ہو جائے گا تو یہ توسل جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ کسی مخلوق کا کوئی حق واجب نہیں، البتہ بحق فلاں سے مراد اس کریم ذات کی طرف سے جس کو جو کچھ عطا کیا جاتا ہے وہ محض فضل واحسان ہے تو یہ بات جائز ہے، یا بحق فلاں سے مراد وسیلۂ انبیاء کے طفیل دعا قبول فرما تو یہ بھی جائز ہے، البتہ چونکہ عوام ان دونوں باتوں کے درمیان فرق نہیں سمجھتے اس لئے ان جیسے الفاظ سے وسیلہ کرنے کو مکروہ کہا ہے اور چونکہ عوام "بحق فلاں" سے یہ سمجھتے ہیں کہ بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر واجب ہے، اور یہی فساد عقیدہ ہے جبکہ اکابرین ان باتوں میں صحیح اور غلط کا فرق سمجھتے ہیں اس لئے ان سے اس طرح کا توسل کرنا منقول ہے۔

لما في القرآن الكريم (سورة المائدة: ۳۵): يايها الذين آمنوا اتقوا الله وابتغوا اليه الوسيلة وجاهدوا

في سبيله لعلكم تفلحون.

وفي صحيح البخاري (۱/۱۳۷): عن أنس بن مالك، أن عمر بن الخطابؓ كان إذا قحطوا استسقى بالعباس بن عبدالمطلبؓ فقال اللهم إنا كنا نتوسل إليك بنبينا ﷺ فتسقينا وإنا نتوسل إليك بعم نبينا فاسقنا قال فيسقون.

وفي كنز العمال (۳/۱۷۹): ابغوني في ضعفائكم فإنما ترزقون و تنصرون بضعفائكم.

وفي المهند على المفند (ص۲۹-۳۰): عندنا وعند مشايخنا يجوز التوسل في الدعوات بالأنبياء والصالحين من الأولياء والشهداء والصديقين في حيوتهم وبعد وفاتهم بأن يقول في دعائه اللهم إني أتوسل إليك بفلان أن تجيب دعوتي وتقضي حاجتي إلى غير ذلك كما صرح به شيخنا ومولانا الشاه محمد اسحاق الدهلوي ثم المهاجر المكي ثم بينه في فتاواه شيخنا ومولانا رشيد احمد الجنجوهي رحمة الله عليهما وفي هذا الزمان شائعة مستفيضة بأيدي الناس.

وفي الدر المختار مع حاشيته (۶/۳۹۷): وكره قوله (بحق رسلك وأنبيائك وأوليائك) أو بحق البيت لأنه لا حق للخلق على الخالق تعالى ولو قال لآخر بحق الله أو بالله أن تفعل كذا لا يلزمه ذلك وإن كان الأولى فعله درر.

(قوله: لأنه لا حق للخلق على الخالق) قد يقال إنه لا حق لهم وجوباً على الله تعالى، لكن الله سبحانه وتعالى جعل لهم حقا من فضله او يراد بالحق الحرمة والعظمة، فيكون من باب الوسيلة　وفي اليعقوبية: يحتمل أن يكون الحق مصدر الاصفة مشبهة فالمعنى بحقية رسلك فلا منع فليتأمل اهـ أي المعنى بكونهم حقا لا بكونهم مستحقين.

أقول: لكن هذه كلها احتمالات مخالفة لظاهر المتبادر من هذا اللفظ.

(۳۸۳) موئے مبارک سے برکت کا حصول

سوال: ..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل ہمارے بعض مکاتب فکر والے کسی خاص موقع پر یہ کرتے ہیں کہ کسی برتن میں بال رکھ کر اس میں پانی ملاتے رہتے ہیں اور لوگ اس کو تبرک سے پیتے رہتے ہیں کہ یہ حضور ﷺ کا بال مبارک ہے اور اس سے شفا ہوگی۔ کیا لوگوں کا اس طرح سے موئے مبارک کو دھو کر پانی پینا شریعت کی رو سے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً..... صورت مسئولہ میں اگر اس موئے مبارک کی ایسی سند موجود ہے جس کی بنا پر یہ یقین یا ظن غالب ہو جائے کہ واقعی یہ آپ ﷺ کا موئے مبارک ہے تو پھر اس طرح پینا باعث خیر وبرکت اور ظاہری وباطنی امراض سے شفا کا سبب ہے لیکن اگر اس کی کوئی سند

الجواب حامداً ومصلیاً: بزرگانِ دین کے تبرکات سے برکت حاصل کرنا شرعاً ثابت ہے۔

لما في الصحيح للبخاري (۱/۳۱): قال ابو موسى دعا النبي ﷺ بقدح فيه ماء فغسل يديه ووجهه فيه ومج فيه ثم قال لهما اشربا منه وافرغا على وجوهكما ونحوركما.

وفيه ايضاً (۱/۳۷۸): قال عروة عن المسور ومروان خرج رسول الله ﷺ زمن الحديبية فذكر الحديث ... وما تنخم النبي ﷺ نخامة الا وقعت في كف رجل منهم فدلك بها وجهه وجلده.

وفي سنن ابي داؤد (۲/۱۸۵): عن اسامة بن زيد قال خرج رسول الله ﷺ يعود عبدالله ... فلما مات اتاه ابنه فقال يا نبي الله ان عبدالله ابن ابي قد مات فاعطني قميصك اكفنه فيه فنزع رسول الله قميصه فاعطاه اياه.

وفي المشكوة (ص۲۳۲): عن انس ان النبي ﷺ اتى منى فاتى الجمرة ... ثم دعا بالحلاق وناول الحالق شقه الايمن فحلقه ثم دعا ابا طلحة الانصاري فاعطاه اياه ثم ناول الشق الايسر فقال احلق فحلقه فاعطاه ابا طلحة فقال اقسمه بين الناس.

(۳۸۶) نعلین مبارک سے تبرک کا حصول

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے زمانے میں نعلین مبارک کا جو نقش حضور ﷺ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے یہ صحیح ہے یا نہیں؟ اور ان نعلین سے تبرک کے حصول کا اعتقاد رکھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً: ہمارے زمانے میں مروّج نقش تو نعلین مبارک ہی کا ہے، روایات وغیرہ سے نعلین مبارک کا نقش ایسا ہی معلوم ہوتا ہے البتہ اس نقش سے تبرک کا حصول صحیح نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ آثارِ صالحین سے جو تبرک ثابت ہے وہ اس طور پر ہے کہ انہوں نے اس شی کو استعمال کیا ہو یا ان سے مس ہوا ہو چنانچہ صحابہ نے حضور ﷺ کی ایسی اشیاء کو تبرک کے حصول کے لئے باقی رکھا جبکہ ہمارے پاس یہ نقش صرف ان نعلین کی صورت ہے جس سے تبرک کا حصول صحیح نہیں ہے۔

لما في الشمائل للترمذي (ص۷): عن ابن عباس قال كان لنعل رسول الله ﷺ قبالان مثنى شراكهما حدثنا احمد بن منيع ثنا عيسى بن طهمان قال اخرج الينا انس بن مالك نعلين جرداوين لهما قبالان قال فحدثني ثابت بعد عن انس انهما كانتا نعلي رسول الله ﷺ

(۳۸۷) وسیلے کے جواز وعدم جواز کی تفصیل

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ لوگوں کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ اولیاء اللہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں

﴿کتاب الاسماء والالقاب﴾

(ناموں اور القابات کے بارے میں)

(۳۸۸) کسی شخص کی تعظیم کیلئے لفظ اقدس استعمال کرنے کا حکم

سوال ..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اپنے استاذ کیلئے یا کسی اور کیلئے لفظ اقدس استعمال کرنا کیسا ہے؟ مثلاً حضرت اقدس وغیرہ حالانکہ اقدس اللہ رب العزت کی صفت اور یہ صیغہ تفضیل کا صیغہ بھی ہے۔ لہٰذا انسانوں کیلئے اس کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ براہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ..... ایسے اسماء جو اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے ساتھ خاص ہیں ان کے ساتھ کسی کا نام رکھنا اور کسی کو لقب دینا وغیرہ جائز نہیں ہے۔ جیسے رحمٰن، القدوس وغیرہ۔ البتہ وہ اسماء جو مشترک ہوں یعنی جن کا استعمال اللہ تعالیٰ اور بندوں دونوں کے لئے ہوتا ہو ان سے نام رکھنا اور کسی کو لقب دینا وغیرہ جائز ہے۔ لہٰذا اقدس، اعلیٰ حضرت وغیرہ کا لقب اپنے استاذ یا بزرگ کے لئے استعمال کرنا جائز ہے۔ کیونکہ ان سے جو مراد بندوں کے بارے میں لی جاتی ہے وہ مراد اللہ تعالیٰ کے بارے میں نہیں ہوتی۔

لما فی القرآن الکریم (سورۃ التوبۃ: ۱۲۸): لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رءوف رحیم.

وفی الهندیة (۵/ ۳۶۲): التسمیة باسم یوجد فی کتاب الله تعالی کالعلی والکبیر والرشید والبدیع جائزة لأنه من الأسماء المشترکة ویراد فی حق العباد غیر ما یراد فی حق الله تعالی، والتسمیة باسم لم یذکره الله تعالی فی عباده ولا ذکره رسول الله صلی الله علیه وسلم ولا استعمله المسلمون، تکلموا فیه والأولی أن لا یفعل.

وفی الدر المختار (۶/ ۴۱۷): وجاز التسمیة بعلی ورشید من الأسماء المشترکة ویراد فی حقنا غیر ما یراد فی حق الله تعالی لکن التسمیة بغیر ذلک فی زماننا أولی لأن العوام یصغرونها عند النداء.

(۳۸۹) عبد محمد نام رکھنا / آپ ﷺ کے نام پر کسی سے کوئی چیز لینا

سوال ..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کا نام عبد محمد ہے۔ کیا اس طرح کا نام رکھنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ نیز محمد ﷺ کے نام پر کھانا مانگنے والے کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

اعتبار نہیں کی گئی تحقیق ذات و صفات کے معنی صحیح ہے تو اس میں تمام کا کوئی عیب نہیں۔

لما فی روح المعانی (۹/ ۱۲۰ الی ۱۲۳): وقال الیہ القاضی ابوبکر لشیوع اطلاق نحو خدا
وتنکری من غیر تنکیر فکان اجماعا ورد بان الاجماع کاف فی الاذن الشرعی اذا ثبت
والمختار عندی عدم توقف اطلاق الاسماء المشتقۃ الراجعۃ الی نوع من الصفات الثبوتیۃ والفعلیۃ
وکذا الصفات السلبیۃ علیہ تعالی علی التوقیف الخاص بل یصح الاطلاق بدونہ لکن بعد التحری
التام وبذل الوسع فیما ہو نص فی التعظیم والتحفظ الی الغایۃ عما یوھم ادنی نقص معاذ اللہ تعالی فی
حقہ سبحانہ لانا ماذونون بتعظیم اللہ تعالی بالاقوال والافعال ولم یحد لنا حد فیہ فمتی کان فی
الاطلاق تعظیم لہ عزوجل کان ماذونا بہ والتکلیف منوط بالوسع

وفی شرح العقائد (ص ۹): واذا ورد بالشرع باطلاق اسم بلغۃ فہو اذن باطلاق ما یرادفہ من تلک
اللغۃ او من لغۃ اخری

وفی النبراس (ص ۱۴۳): قال بعض المحققین لا نزاع فی جواز اطلاق اسمائہ الاعلام الموضوعۃ
فی اللغات کخدائی بالفارسیۃ وتنکری بالترکیۃ

(۳۹۲) لفظ خدا اللہ تعالیٰ کے لئے بولنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ لفظ خدا اللہ تعالیٰ کے ذاتی وصفاتی نام میں سے نہیں تو پھر اللہ
تعالیٰ کے لئے استعمال درست کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً: لفظ "خدا" اگرچہ اللہ تعالیٰ کے ذاتی یا صفاتی ناموں میں شامل نہیں لیکن اس لفظ کے اطلاق کی صحت پر اتفاق
ہو چکا ہے لہٰذا اس کا اطلاق صحیح ہے۔

لما فی روح المعانی (۹/ ۱۲۱): ان اسماء اللہ تعالی توقیفیۃ یراعی فیہا الکتاب والسنۃ والاجماع
فکل اسم ورد فی ہذہ الاصول جاز اطلاقہ علیہ جل شانہ ومالم یرد فیہا لا یجوز اطلاقہ وان صح
معناہ وقال الیہ القاضی ابوبکر لشیوع اطلاق نحو خدا وتنکری من غیر تنکیر فکان
اجماعا.

وفی النبراس (ص ۱۴۳): واذا ورد فی الشرع باطلاق اسم بلغۃ کلفظ اللہ فہو اذن باطلاق ما یرادفہ
من تلک اللغۃ او من لغۃ اخری کاسم خدا بالفارسیۃ
وعلی ہذا فیہ کاسم خدا ان المسلمین اجمعوا علی جواز اطلاقہ.

اب آیا یہ پانی استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر ان کی دعوت وکردار سے لوگوں کو متنبہ کر دیا جائے اور ضرورت کی وجہ سے اس پانی کو استعمال کیا جائے تو جائز ہوگا یا نہیں؟ دلائل شرعیہ کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً: کفار کا مسلمانوں کے ساتھ تعاون یا امداد اگر محض انسانی ہمدردی کی بنیاد پر ہو کسی مذموم مقصد کا اس میں دخل نہ ہو تو اس قسم کا تعاون اور امداد حاصل کرنا مسلمانوں کے لئے جائز ہے۔ ہاں اگر کفار امداد وخیرخواہی کی آڑ میں اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کا ارادہ رکھتے ہوں اور اسلامی قوت کو مغلوب کرنے کا ناپاک منصوبہ بنائے بیٹھے ہوں تو اس صورت میں کفار سے کسی قسم کا تعاون اور امداد حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔

چنانچہ صورت مسئولہ میں پائپ لائن سے فائدہ حاصل کرنا اس شرط پر جائز ہے کہ مسلمان اپنے عقیدہ سے پختہ ہوں اور ایمان واعمال کے ہر قسم کے مذموم اثرات سے باخبر ہو کر محفوظ ہوں، اگر ایسا نہ ہو تو پائپ لائن سے فائدہ حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔

لما في قوله تعالى (آل عمران: ۲۸) لا يتخذ المؤمنون الكافرين أولياء من دون المؤمنين ۔ الآية

وفي روح المعاني (۳/۲۰۳): قال العلامة الآلوسي بعد بحث طويل تحت هذه الآية . وذكر بعضهم جواز الاستعانة بشرط الحاجة والوثوق امابدونها فلاتجوز بعض المحققين ذكر ان الاستعانة المنهي عنها انماهي استعانة الذليل بالعزيز واما اذا كانت من باب الاستعانة العزيز بالذليل فقد اذن لنا بها.

وفي الهندية (۵/۳۴۸): لا بأس بان يكون بين المسلم والذمي معاملة اذا كان مما لابد منه.

(۳۹۶) آغاخانیوں سے میل جول رکھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آغاخانی مسلمان ہیں یا نہیں؟ اگر مسلمان نہیں ہیں تو ان سے میل جول رکھنا کیسا ہے؟ مکمل تفصیل سے ان کے عقائد وغیرہ بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً: آغاخانی اسماعیلی فرقہ شیعیت کی غالی فرقہ ہے اور ان کے عقائد کی روشنی میں ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی ان کا کوئی اسلام معتبر ہے۔ ذیل میں اس زندیق فرقہ کے عقائد انہی کی کتابوں سے نقل کئے جاتے ہیں۔

۱۔ آغاخانی فرقہ کا کلمہ "اشهد ان لا اله الا الله محمد رسول الله واشهد ان امير المؤمنين على ولى الله" ہے۔
(اسماعیلی تعلیمات)

۲۔ آغاخانی فرقہ اللہ تعالیٰ کے بجائے امام کی عبادت کرتے ہیں۔ (گنان برہم پرکاش ص:۲۹۷)

۳۔ یہ لوگ حضور ﷺ کو حضرت علی کی بیوی بتاتے ہیں۔ (گنان مومن چیتاونی ص ۱۳۳)

۴۔ ان کا سلام یا علی مدد اور سلام کا جواب بھی یا علی مدد ہے۔ (مخلصین والا درسی کتاب)

يستحلون عقائد النصيرية والاسماعيلية الذين يلقبون بالقرامطة والباطنية الذين ذكرهم صاحب المواقف. ونقل عن علماء المذاهب الاربعة انه لايحل اقرارهم في ديار الاسلام بجزية ولاغيرها ولاتحل مناكحتهم ولاذبائحهم

(۳۹۷) ''تمام اختیارات اللہ کے پاس ہیں'' کیا یہ جبریہ کا عقیدہ ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تبلیغی جماعت والے جو اپنے بیانات میں یہ کہتے ہیں کہ ''تمام اختیارات صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں انسان اپنی مرضی سے کچھ نہیں کرسکتا'' کیا یہ فرقہ جبریہ کا عقیدہ نہیں ہے؟ ان دونوں کے عقائد میں کیا فرق ہے؟ دلائل سے وضاحت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً: صورت مسئولہ میں جبریہ کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان مجبور محض ہے وہ اپنی مرضی سے کچھ نہیں کرسکتا اور تبلیغی جماعت کا عقیدہ وہی ہے جو اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔ باقی رہا یہ کہنا کہ تمام اختیارات صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں انسان اپنی مرضی سے کچھ نہیں کرسکتا اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کا سارا نظام اللہ تعالیٰ اکیلے چلا رہے ہیں۔ اس میں کوئی اور شریک نہیں اور یہ وہ بات نہیں جو جبریہ کا عقیدہ ہے۔

لما في شرح الفقه الاكبر (ص ۲۲): زعمت الجبرية ان لافعل للعبد كسبا ولاخلقا وان حركاته بمنزلة حركات الجمادات لاقدرة عليها لامؤثرة ولاكاسبة في مقام الاعتبار ولا قصد ولاارادة ولااختيار.

وفي رد المحتار (۲۹۹/۱): الجبرية الخالصة يقولون ان العبد بمنزلة الجمادات وان الله تعالى لايعلم الشئ قبل وقوعه

(۳۹۸) عقیدہ بداء کی حقیقت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ روافض کے ہاں جو عقیدہ بداء ہے اس کی تشریح کریں اور اہل سنت کے ہاں ایسے عقیدے والے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً: صورت مسئولہ میں روافض کے ہاں عقیدہ بداء کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک کام کرنے کے بعد اس فیصلے میں تبدیلی کردیتے ہیں کیونکہ پہلا کام (العیاذ باللہ) غلط ہوتا ہے۔ اہل سنت والجماعت کے نزدیک جو شخص اس عقیدے کا قائل ہو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

لما في قوله تعالى (ق: ۲۹): ما يبدل القول لدي وما انا بظلام للعبيد

في روح المعاني ( ) ما يبدل القول لدي ... وفي لدي على ما قال الامام وجهان: الاول ان يكون متعلقا بالقول اي ما يبدل القول الذي عندي. الثاني ان يكون متعلقا بالفعل قبل اي لا يقع التبديل عندي.

وفي النبراس (ص) والارادة صفة ازلية قائمة بذاته ... والدليل ما ذكرنا الآيات الناطقة باثبات صفة الارادة والمشية كقوله تعالى يفعل الله ما يشاء ويحكم ما يريد.

وفي الهندية ( ) يكفر اذا وصف الله تعالى بما لا يليق به او سخر باسم من اسمائه ... او نسبه الى الجهل او العجز او النقص

وفي شرح اصول الكافي (ص) البدا في العلم وهو ان يظهر له خلاف ما اراد وحكم والبدأ في الامر وهو ان يامر بشيء ويامر بعده بخلاف ذلك ... وبعد بحث طويل ... عن ابي عبدالله قال في هذه الآية يمحو الله ما يشاء ويثبت قال فقال هل يمحو الا ما كان ثابتا وهل يثبت الا ما لم يكن.

الشرح ارادعليه السلام الاستدلال على وقوع البدأ بنص قرآني ... عن ابي عبدالله قال ما بعث الله نبيا حتى ياخذ عليه ثلث خصال الاقرار بالعبودية وخلع الانداد وان الله يفعل من يشاء ويؤخر من يشاء

الشرح ... الثالث ان يعتقدوا ان الله هو فاعل مختار يصح عنه ان يتجدد ارادته وله ان يريد شيئا ويريد ضده ويفعل من يشاء ويفعل خلافه

وفي الملل والنحل ( ) هي مذهب المختار انه يجوز البداء على الله تعالى والبداء له معان: البدء في العلم وهو انه يظهر له خلاف ما علم ولا اظن عاقلا يعتقد هذا الاعتقاد. والبدأ في الارادة وهو ان يظهر له صواب على خلاف ما اراد وحكم والبدأ في الامر وهو ان يامر بشيء ثم يامر بشيء آخر بعده بخلاف ذلك.

(۳۹۹) بوہری اور آغا خانی شریعت کی نظر میں

سوال: ... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آجکل ایک فرقہ جو اپنے آپ کو بوہری کے نام سے موسوم کرتا ہے لیکن بعض معاملات میں مسلمانوں سے بالکل الگ ہیں اسی طرح آغا خانی۔ شریعت میں ان کا کیا حکم ہے؟ ان کے ساتھ معاملات ... بیاہ شادی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً ... بوہری فرقہ اور آغا خانی دونوں دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ اسلام ...

مسلمانوں کے دشمن ہیں لہٰذا ان کے ساتھ کسی طرح کا معاملہ یعنی دین اور لین دین جائز نہیں ہے۔ ان کے ساتھ نکاح کرنا اور ان کا ذبیحہ بھی حرام ہے۔

للشهرستاني الملل والنحل (۱/ ۲۲۷). قال ابو الفتح محمد بن عبد الكريم في بيان عقائد الاسماعيلية. قالوا: وبعد اسماعيل محمد بن اسماعيل السابع التام وانما تم دور السبعة به ثم ابتدائي منه بالائمة المستورين الذين كانوا يسيرون في البلاد سرا ويظهرون الدعاة جهرا.

قالوا: ولن تخلو الارض قط من امام حي قائم اما ظاهر مكشوف واما باطن مستور فاذا كان الامام ظاهرا جاز ان يكون حجته مستورا . وبعد صفحة بقول فقالوا في البارى تعالى انا لا نقول هو موجود ولا لا موجود ولا عالم ولا جاهل ولا قادر ولا عاجز

وفي رد المحتار (۳/ ۲۳۳): يعلم مما هنا حكم الدروز والتيامنة فانهم في البلاد الشامية يظهرون الاسلام والصوم والصلاة مع انهم يعتقدون تناسخ الارواح وحل الخمر والزنا وان الالوهية تظهر في شخص بعد شخص . وذكر فيها انهم ينتحلون عقائد النصرانية والاسماعيلية الذي يلقبون بالقرامطة والباطنية الذين ذكرهم صاحب المواقف ونقل عن علماء المذاهب الاربعة انه لا يحل اقرارهم في ديار الاسلام بجزية ولا غيرها ولا تحل مناكحتهم ولا ذبائحهم.

وفي اللجنة الدائمة (۲/ ۲۷۴ الى ۲۷۷): س: كبير علماء بوهرة يصر على انه يجب على اتباعه ان يقدموا له سجدة كلما يزورونه.

ج: السجود نوع من انواع العبادة التي امر الله بها لنفسه خاصة وقربة من القرب التي يجب ان يتوجه العبد بها الى الله وحده . فكلا الفريقين التابع والمتبوع كافر بالله خارج بذلك عن ملة الاسلام والعياذ بالله

س: كبير علماء بوهرة يدعي انه المالك الكلي للروح والايمان. العقائد الدينية نائبة عن اتباعه.

ج: اذا كان كبير علماء بوهرة يدعي ما ذكر فدعواه باطلة سواء اراد به ايدعيه من ملك الروح والايمان، ان الارواح والقلوب بيده يصرفها كيف يشاء فيهديها الايمان او يضلها عن سواء السبيل

س: ويدعي انه المالك الكلي لجميع املاك الوقف وانه غير محاسب على جميع الصدقات وعوائد على الارض.

ج: . . واما انه: وهي دعوى انه الله في الارض، فكفر صراح ومن ادعى ذلك فهو طاغوت

يدعوا إلى تأليه نفسه وعبادته وبطلان ذلك معلوم من الإسلام بالضرورة.

وفي آخر البحث: إذا كان الواقع من كبير علماء بوهرة وأتباعه وما وصفت في أسئلتك فهم كفرة لا يؤمنون بأصول الإسلام ولا يهتدون بهدي كتاب الله وسنة رسوله ﷺ ولا يستبعد منهم أن يضطهدوا الصادقين في إيمانهم بالله وكتابه وبرسوله ﷺ وسنته، كما اضطهد الكفار في كل أمة رسل الله الذين أرسلهم سبحانه إليهم لهدايتهم.

(۴۰۰) حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے متعلق پاکستانی خاتون ڈاکٹر رفعت حسن کا خودساختہ نظریہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ امریکہ میں پاکستانی خواتین کی کانفرنس کے موقع پر پاکستانی اسکالر خاتون ڈاکٹر رفعت حسن نے کہا کہ "قرآن پاک میں کہیں ذکر نہیں کہ حواء کو حضرت آدم کی پسلی سے پیدا کیا گیا، لفظ آدم عبرانی زبان کا لفظ ہے جو عربی میں مستعار لیا گیا، اس لفظ کا مادہ "ادم" ہے اور اس کے لفظی معنی زمین کے ہیں، آدم ہرگز کسی مذکر انسان کا نام نہیں۔
قرآن مجید میں تین مرتبہ تخلیق انسان کا ذکر آیا ہے مگر اس میں کہیں اس بات کی نشاندہی نہیں کہ مرد کو عورت سے پہلے تخلیق کیا گیا۔

جناب مفتی صاحب! ڈاکٹر رفعت حسن نے اپنے مقالے میں جو کچھ کہا ہے وہ بہت اہم ہے انہوں نے قرآن پاک میں موجود بعض مقامات خصوصاً تخلیق آدم پر اختلافی نکات اٹھائے ہیں بلکہ تخلیق آدم کے حوالے سے ایک بالکل نیا نظریہ پیش کیا ہے جو اب تک قرآن پاک، حدیث رسول اور دوسری مذہبی کتب سے بالکل مختلف ہے لہٰذا میں چاہوں گا کہ ضیاء شاہد نے امریکہ سے ڈاکٹر رفعت حسن کے مذکورہ مقالے کا جو حصہ رپورٹ کیا ہے اس پر صاحبان علم آگے آئیں اور صحیح بات مسلمانوں کے سامنے واضح کریں، کیونکہ ڈاکٹر رفعت حسن جو پاکستان میں ایک انسٹیٹیوٹ کی سربراہی کیلئے بلائی جا رہی ہے اگر وہ قرآنی تعلیمات کی نفی کر رہی ہیں تو ان کا جواب دینا چاہیے۔

الجواب حامداً ومصلیاً: سب سے پہلے یہ ذہن نشین رہے کہ کلام مقدس اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت کیلئے نازل فرمائی، یہ کتاب رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کو سکھائی اور صحابہ کے واسطے سے ہم تک پہنچی جیسی آسمان سے نازل ہوئی تھی، اس میں کسی طرح کی کمی بیشی نہ ہوئی اور نہ آئندہ ہوگی، ان شاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کی حفاظت کا تکوینی طور پر ایسا انتظام رکھا ہے کہ ابھی تک کسی کو اس کے بارے میں تحریف کا شبہ بھی پیدا نہیں ہوا، لیکن اس کو سمجھنے کیلئے ضابطہ یہ بنایا کہ جیسا رسول اللہ ﷺ نے عمل کیا، اس کی تشریح فرمائی وہی معتبر ہوگی اس کے علاوہ کوئی تشریح معتبر نہ ہوگی، کیونکہ اگر رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی اس پر عمل کیلئے نمونہ نہ ہوتی تو انبیاء کو بھیجنے کی کوئی ضرورت نہ تھی بلکہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر تھے کہ فرشتوں کے ذریعے کتاب مخلوق تک پہنچا دی جاتی اور کہا جاتا کہ اس کے مطابق عمل کرو، لیکن ایسا نہ ہوا، چنانچہ آپ انبیاء کی تاریخ پڑھیں تو معلوم ہوگا کہ کبھی ایسا نہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے کتاب نازل فرمائی ہو اور کوئی رسول مبعوث نہ فرمایا ہو البتہ یہ ضرور ہے کہ کئی انبیاء کو مبعوث فرمایا لیکن انہیں کتاب نہیں دی بلکہ یہ حکم دیا کہ پہلے انبیاء کی کتاب کی لوگوں میں تبلیغ کریں، معلوم ہوا کہ انبیاء کے بھیجنے سے مقصود نمونہ دکھانا ہے کہ میرے احکامات پر عمل ایسے ہو

جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خود کلام مقدس میں یہی ارشاد فرمایا ہے

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ الایۃ (الاحزاب: ۲۱)

(ترجمہ تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی سیرت بہترین نمونہ ہے)

ماحصل یہ ہوا کہ انبیا کو کلام مقدس کی تفسیر، تشریح اور نمونے کے طور پر بھیجا جاتا ہے لہذا جہاں جہاں انبیا اس کی تشریح کرتے ہیں عمل کے اعتبار سے اس تشریح کو وہی درجہ حاصل ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے کلام کو حاصل ہے اور درحقیقت یہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے نازل کردہ ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وما ینطق عن الھوی ۝ ان ھو الا وحی یوحی ۝ الایۃ (النجم: ۳،۴)

(ترجمہ: اور وہ اپنی نفسانی خواہش سے بات نہیں کرتے وہ نہیں ہے مگر جو وحی کی جاتی ہے)

جب یہ طے ہوگیا کہ نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے نکلنے والا ایک ایک حرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہے اور اس کتاب کی تفسیر کا حق اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس رکھا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے یہ بھی کہلوایا کہ لوگوں کو بتلا دو کہ اس کلام سے متعلق جو وہ بات قابل قبول ہوگی جو میری (اللہ تعالیٰ) یا رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہو اس کے علاوہ اگر کوئی اپنی طرف سے اس میں کوئی ملاوٹ کرے گا کہ اس کی تفسیر اپنی طرف سے اندازے سے کرے تو فرمایا اگر اس کی تفسیر اتفاق سے صحیح بھی ہوگئی تو بھی وہ غلطی پر ہے چنانچہ فرمایا

من قال فی القرآن برایہ فاصاب فقد اخطاء (کنز العمال، ۲/۱۶)

(یعنی جس نے قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کی اور وہ اتفاق سے صحیح بھی ہوگئی تو بھی وہ غلطی پر ہے)

من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوأ مقعدہ من النار (ایضاً)

(یعنی جس نے قرآن کی تفسیر بغیر علم کے کی اس نے اپنا ٹھکانہ جہنم بنالیا)

اب اس کے بعد قرآن مجید کی وہی تفسیر معتبر ہوگی جو رسول اللہ ﷺ ارشاد فرمائیں وہ معتبر ہوگی یا آپ کے شاگرد آپ سے کسی روایت کو بیان کریں۔

حاصل یہ کہ کلام مقدس کی تعلیمات اور حضور ﷺ کے ارشادات دونوں ہی ہمارے لئے نہ صرف قابل عمل بلکہ واجب العمل ہیں۔

اب اس کے بعد جائزہ لیتے ہیں ڈاکٹر صاحب کے علمی نکات جو انہوں نے نہ معلوم کہاں سے مستعار لئے ہیں۔

اول: حضرت آدم کیا کسی انسان کا نام تھا؟

دوم: حضرت حوا کو حضرت آدم کی داہنی پسلی سے پیدا کیا گیا؟

سوم: مرد و عورت سے پہلے کیسی پیدا کئے گئے؟

سب سے پہلی بات کیا اگر آدم کسی فرد انسان کا نام نہیں تھا تو

واذ قال ربک للملئکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ الایۃ (البقرۃ ۳۰)

فرشتوں سے یہ خطاب مٹی کو خلیفہ بنانے کیلئے تھا؟

پھر فرشتوں کا جواب

قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ الآية (البقرة: ۳۰)

کیا مٹی بھی فساد اور خونریزی کرتی ہے؟ کہ فرشتے کہہ رہے ہیں کہ اے اللہ یہ تو فساد اور خونریزی کرے گا۔

دوسری بات کلام مقدس کی عبارت یوں بنتی ہے

أَتَجْعَلُ فِي الْأَرْضِ مَنْ يُفْسِدُ فِي الْأَرْضِ الآية

(یعنی کیا آپ زمین میں اسے پیدا کرتے ہیں جو زمین میں فساد پھیلائے گا) اگر ڈاکٹر صاحب کا کہنا مان لیا جائے تو گویا زمین زمین میں فساد پھیلا رہی ہے اور خونریزی کر رہی ہے؟۔

اسی طرح دوسری جگہ اس بات کو زیادہ صراحت سے بیان کیا گیا فرمایا

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ ۝ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ ۝ (الحجر: ۲۸، ۲۹)

(ترجمہ اور جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ بلاشبہ میں بشر کو بجتی ہوئی مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں جو سیاہ رنگ کے سڑے ہوئے گارے سے بنی ہو سو جب میں اسے پوری طرح بنا دوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو اس کیلئے سجدے میں گر جانا۔)

یہاں پر تو اللہ تعالیٰ نے صاف صاف بیان فرما دیا کہ بشر یعنی انسان کو پیدا کیا گیا اس کے جسم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے بنایا پھر اس میں روح پھونکی اس کے بعد فرشتوں نے اسے سجدہ کیا۔ اب آپ ہی فیصلہ کیجئے کہ یہ سارے کام مٹی کے ساتھ ہوئے؟ یا مٹی کے ساتھ ہوئے یعنی اس انسان کے بننے کے بعد۔

اسی طرح آگے اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ الآية (البقرة: ۳۱)

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو کچھ چیزوں کے نام سکھلائے اور پھر فرشتوں پر پیش کیا تو کیا یہ نام مٹی کو سکھلائے گئے؟ اور مٹی کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا گیا؟

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کے سجود ملائکہ بیان فرمایا

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ الآية (البقرة: ۳۴)

کیا یہ سجدہ مٹی کو کروایا گیا؟

اللہ تعالیٰ نے جب ابلیس سے سجدہ نہ کرنے کی وجہ دریافت کی تو شیطان نے جواب دیا

قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ الآية (الأعراف: ۱۲)

وفي التفسير لابن كثير (١/٤٤٩): تحت هذه الآية "يا أيها الناس اتقوا ربكم الذي خلقكم من نفس واحدة وخلق منها زوجها" "وخلق منها زوجها" وهي حواء عليها السلام خلقت من ضلعه الأيسر

وفي التفسير الكبير (٥/٩٩٠): أجمع المسلمون على أن المراد بالنفس الواحدة ههنا هو آدم عليه السلام

وفي روح المعاني (٤/١٨٠): الذي خلقكم من نفس واحدة ... والمراد من النفس الواحدة آدم عليه السلام والذي عليه الجماعة من الفقهاء والمحدثين ومن وافقهم أنه ليس سوى آدم واحد وهو أبو البشر ... وخلق منها زوجها ... المراد من الزوج حواء وهي قد خلقت من ضلع آدم عليه السلام الأيسر

وفي كنز العمال (٦/٤٩٢٣): خلقت المرأة من ضلع إن جئت تقيمها تكسرها وإن تتركها تعش معها على عوجها

وفي لسان العرب (١/٩٨): قيل هو من أدمة الأرض وهو لونها قال وبه سمي آدم أبو البشر على نبينا وعليه الصلوة والسلام

(٣٠١) کیا شیعہ کافر ہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ شیعہ حضرات کے جتنے فرقے ہیں ان سب کو کافر کہنا صحیح ہے یا نہیں؟ اس میں کون سا فرق صحیح ہے؟ اردو میں مع حوالہ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً: صورت مسئولہ میں شیعہ اگر ایسا ہو کہ شیخین کو گالی دے یا ان پر لعنت کرے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار کرے، صحابہ کرام کو گالیاں دینے کو عبادت وثواب سمجھے یا صحابہ کے کفر کا اعتقاد رکھے، یا موجودہ قرآن کو تحریف شدہ کہتا ہو تو وہ بلاشبہ کافر ہے۔ اور اگر وہ صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شیخین رضی اللہ عنہما پر فضیلت دے یا صحابہ میں سے کسی ایک پر تبرا کیا جائے تو وہ فاسق اور مبتدع ہے کافر نہیں۔

كما في شرح الفقه الأكبر (ص ١٩١): ومن جحد القرآن أي كله أو سورة منه أو آية قلت وكذا كلمة أو قراءة متواترة أو زعم أنها ليست من كلام الله تعالى كفر يعني إذا كان كونه من القرآن مجمعاً عليه.

وفي الهندية (٢/٢٦٤): الرافضي إذا كان يسب الشيخين ويلعنهما والعياذ بالله فهو كافر ...

ولو قذف عائشة رضي الله عنها بالزنى كفر ... من أنكر إمامة أبي بكر الصديق فهو كافر.

وفي الدر المختار مع رد المحتار (٤/٢٣٧): من سب الشيخين أو طعن فيهما كفر.

(۶) "اجماع کوئی چیز نہیں ہے" یعنی ان کا عقیدہ یہ ہے کہ اجماع اور قیاس شرعی حجت شرعیہ نہیں ہیں بلکہ یہ حضرات اجماع امت میں اجماع صحابہ کو بھی نہیں مانتے جیسے کہ بیس رکعت تراویح، طلاق ثلاثہ وغیرہ ان کی کتاب (عرف الجادی ص ۳) میں لکھا ہے "دین اسلام کے اصول دو ہیں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اجماع کوئی چیز نہیں ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اہل سنت کی اس بدعت کو دین سے نکال دیں جو لوگوں میں پھیلی ہے۔ حق بات یہ ہے کہ اجماع ممنوع ہے۔"

(۷) "خلفاء راشدین کی کارروائیاں دیکھنے سے آدمی کا فرض نہیں ہوتا۔" (نزول الابرار من فقہ النبی المختار ۲/ ۲۱۸)

(۸) "منی پاک ہے، شراب ناپاک نہیں ہے۔" (نزول الابرار من فقہ النبی المختار ۱/ ۴۹)

(۹) "قرآن پاک پر خلاف ہو تو سر کے نیچے یا پیچھے کے پیچھے رکھ لینا مکروہ نہیں ہے۔" (ایضاً ۱/ ۴۰)

(۱۰) "اگر نمازی کی زبان سے "ہاں" یا "الحمد" یا "نعم" نکل گیا تو اس سے نماز نہیں ٹوٹتی۔" (ایضاً ۱/ ۱۰۹)

(۱۱) ائمہ اربعہ جو بہ اجماع امت اعلم الناس و ورثۃ الانبیاء کے مصداق ہیں کو یہودیوں کے احبار و رہبان اور مشرکین کے آباؤ اجداد قرار دے کر مقلدین کو مشرک اور یہودی قرار دیتے ہیں۔ (تجلیات صفدر جلد ۵)

(۱۲) نبیذ جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر فرمایا یہ حضرات اس کو خبیث قرار دیتے ہیں۔ (تجلیات صفدر جلد ۵)

(۱۳) روافض کی طرح صحیح حدیث اصحابی کالنجوم کو موضوع قرار دیتے ہیں جبکہ اس حدیث کو حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اپنی کتاب "سیف المسلول" کے اندر اس حدیث مبارکہ کو حسن قرار دیتے ہیں۔ (تجلیات صفدر جلد ۵)

حضرات سلفیہ (غیر مقلدین) کے بارے میں اہل سنت والجماعت کا موقف

ان حضرات میں جو لوگ ائمہ اربعہ یعنی تقلید کو شرک سمجھتے ہیں اور مقلدین کو مشرک اور ائمہ اربعہ پر سب وشتم کرتے ہیں یہ حضرات فاسق شمار ہوں گے۔

جو ایسے نہیں ہیں صرف تارک تقلید ہیں صرف ظاہر حدیث کی اتباع کو افضل سمجھتے ہیں اس میں اتباع ہوا ہے کلام نہیں ہے وہ فاسق شمار نہیں ہیں۔

نماز پہلے لوگوں کے پیچھے مکروہ ہے بوجہ فاسق ہونے کے اور دوسروں کے پیچھے پڑھ سکتے ہیں۔

ان دونوں سے لین دین کرنا درست ہے۔

وفي شرح الفقه الاكبر (ص ۱۴۹): ان تصديق الكاهن بما يخبر عن الغيب كفر.

وفي رد المحتار (۴/۲۳۲): ان الكاهن من يدعي معرفة الغيب باسباب وهي مختلفة فلذا انقسم الى انواع متعددة كالعراف والرمال والمنجم والذي يدعي ان له صاحبا من الجن يخبره عما سيكون والكل مذموم شرعا محكوم عليهم وعلى مصدقهم بالكفر وفي التاتارخانية يكفر بقوله انا اعلم المسروقات

(۳۰۵) تعویذ لٹکانے کی حیثیت

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض حضرات گلے میں تعویذات وغیرہ لٹکاتے ہیں اور ان پر شفاء کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا کیا حکم ہے؟ تفصیل سے بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ...... صورت مسئولہ میں اگر یہ لوگ ان تعویذات کو مؤثر بالذات سمجھیں اور انہی پر شفاء کے حصول کا عقیدہ ہو تو ایسے اشخاص مشرک ہیں انہیں فوراً اس فعل بد سے اجتناب کرنا چاہیے اور توبہ کرنا چاہیے۔ ہاں اگر محض اسباب کے درجے میں یہ کام کیا جائے اور شفاء کے حصول کا عقیدہ صرف اللہ تعالیٰ سے رکھا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

لما في سنن ابي داؤد (۲/۱۸۹): عن عبد الله قال سمعت رسول الله ﷺ يقول ان الرقى والتمائم والتولة شرك الى آخر الحديث

وعلى هامشه. التمائم جمع تميمة اريد بها الخرزات التي تعلقها النساء في اعناق الاولاد على ظن انها تؤثر وتدفع العين (قوله شرك) اي من افعال المشركين اذا اعتقد ان له تاثيرا حقيقة.

وفي المرقات (۸/۳۸۵): عن زينب امرأة عبد الله بن مسعود ان عبد الله رأى في عنقي خيطا فقال ما هذا فقلت خيط رقي لي فيه قالت فاخذه فقطعه ثم قال انتم آل عبد الله لاغنياء عن الشرك سمعت رسول الله ﷺ يقول ان الرقى والتمائم والتولة شرك.

وفي المرقات تحته هي خرزات كانت العرب تعلق على الصبي لدفع العين بزعمهم وهو باطل واطلق الشرك عليهما اما لان المتعارف منها في عهده ﷺ كان معهودا في الجاهلية وكان مشتملا على ما يتضمن الشرك

وفي رد المحتار (۶/۳۶۳): التمائم جمع تميمة وهي خرزات كانت العرب تعلقها على اولادهم يتقون بها العين في زعمهم فابطلها الاسلام والحديث الآخر من علق تميمة فلا اتم الله له لانهم يعتقدون انه تمام الدواء والشفاء بل جعلوها شركاء لانهم ارادوا بها دفع المقادير المكتوبة عليهم

﴿فصل فی اغلاط العوام﴾

(عوام الناس کے توہمات اور اغلاط کے بیان میں)

(۳۰۷) قرآن سے فال نکالنا

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری والدہ صاحبہ جو کہ بزرگ ہیں کہتی ہیں کہ پہلے قرآن پاک سے فال نکالو پھر کام کرو۔ کیا شریعت کی رو سے قرآن مجید سے فال نکالنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... قرآن مجید سے فال نکالنے کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں اس لئے فال نکالنا صحیح نہیں ہے۔ قرآن مجید کا مقصد جاہل عوام کی تعلیم اور تعلیمات کی طرف راہنمائی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر قرآن سے فال نکالا اور بعد میں وہ بات غلط ثابت ہوئی تو اس غلط بات کی نسبت قرآن مجید کی طرف ہو جائے گی جو کہ موجب کفر ہے۔

لما فی قوله تعالی (الاسراء: ۹) ان هذا القرآن يهدي للتي هي اقوم ويبشر المؤمنين الذين يعملون

الصالحات ان لهم اجرا كبيرا ۝

(الاعراف: ۱۵۷) ويحل لهم الطيبت ويحرم عليهم الخبائث الاية

وفي المشكوة (ص ۳۹۲) عن ابن عباس قال كان رسول الله ﷺ يتفاءل ولا يتطير وكان يحب

الاسم الحسن

(۳۰۸) فال کی شرعی حیثیت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ فٹ پاتھ پر بیٹھے ہوتے ہیں جن کے پاس ایک طوطا اور چند لفافے ہوتے ہیں۔ کیا ان سے فال نکلوانا صحیح ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ فال کا ثبوت صحیح ہے کیونکہ روایات سے ثابت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں مروجہ فال کا طریقہ ناجائز ہے جو کسی بھی صورت میں جائز نہیں اور روایات میں جس فال کا ذکر ہے اس سے مراد کوئی اچھا کلمہ یا اچھی تعبیر ہے یعنی آپ نے کوئی کام شروع کیا یا شروع کرنے کا ارادہ کیا اس کے بعد آپ نے کوئی اچھا کلمہ سن لیا اور نیک فال کے طور پر آپ نے اس سے اچھی تعبیر لے لی تو یہ صحیح ہے۔

لما في المشكوة (ص ۳۹۳) عن ابي هريرة قال قال رسول الله ﷺ من اتى كاهنا فصدقه بما يقول

فقد برئ مما انزل على محمد.

وفیھا ایضا (ص ۲۹۴): عن ابن عباس قال کان رسول اللہ ﷺ یتفاءل ولا یتطیر وکان یحب الاسم الحسن ... عن انس ان النبی ﷺ کان یعجبہ اذا خرج لحاجة ان یسمع یا راشد یا نجیح.

(۳۰۹) مسجد کے محراب کی مٹی زخم کے لئے استعمال کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں یہ رواج ہے کہ جب چہرے یا سر پر ایک خاص قسم کا زخم ہوتا ہے تو مسجد کے محراب کی مٹی استعمال کرتے ہیں کیا اس طرح علاج کرنا ثابت ہے یا نہیں؟ اگر ثابت نہیں تو بھی اس کو پاک وصاف مٹی سمجھ کر استعمال کیا جائے تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً: علاج کے لئے مٹی استعمال کرنا جائز ہے البتہ یہ عقیدہ رکھنا کہ شفا مٹی میں ہے یا کسی خاص مٹی میں ہے یہ درست نہیں۔

لما فی الصحیح للبخاری (۲/ ۸۵۵): حدثنا علی بن عبد اللہ ... عن عائشة ان النبی ﷺ کان یقول للمریض بسم اللہ تربة ارضنا وریقة بعضنا یشفی سقیمنا.

(۳۱۰) آٹے کی گولیوں پر سورۂ مزمل پڑھ کر سمندر میں پھینکنے کی رسم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کا کہنا ہے کہ آٹے کی گولیوں پر سورہ مزمل پڑھنا اور انہیں جاری پانی جیسے سمندر وغیرہ میں پھینکنا جائز ہے جبکہ بکر کا کہنا ہے کہ ایسا کرنا جائز نہیں ہے اب ان دونوں میں جو بات حق ہو اس کی وضاحت فرمادیں اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً: یہ عمل صفر کے مہینے میں کیا جاتا ہے اور اس مہینے کے متعلق لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ اس مہینے میں مصائب وبلائیں اور بیماریاں کثرت سے نازل ہوتی ہیں اور ان سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ سورہ مزمل آٹے کی گولیوں پر پڑھ کر سمندر وغیرہ میں ڈالی جائیں تاکہ مچھلیاں ان کو کھائیں اور ہم ان مصائب سے محفوظ رہیں۔ لہٰذا سب سے پہلے یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ کیا واقعی یہ مہینہ منحوس ہے کہ اس میں مصائب کثرت سے نازل ہوتے ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ماہ صفر کے متعلق نحوست اور مصائب کے نزول کا عقیدہ لوگوں کا محض توہم پرستی اور جاہلانہ عقیدہ ہے جس کی شریعت اور دین اسلام میں کوئی اصل نہیں ہے۔ احادیث مبارکہ میں اس قسم کے عقائد سے منع کیا گیا ہے لہٰذا ماہ صفر بلکہ کسی چیز کے بارے میں بھی نحوست کا عقیدہ رکھنا جائز نہیں کیونکہ غم وخوشی، صحت وبیماری وغیرہ سب اللہ تعالیٰ کی مرضی ومنشاء اور بندوں کی آزمائش کے طور پر آتے ہیں اس میں نہ تو کسی چیز کی نحوست کا دخل ہے اور نہ کسی اور چیز کا، بلکہ فاعل حقیقی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ہے اس بات کو سمجھ لینے کے بعد یہ سمجھیں کہ اگر مذکورہ عمل بھی ماہ صفر کی نحوست کی بناء پر کیا جاتا ہو تو جائز نہیں کیونکہ ماہ صفر کے بارے میں نحوست کا عقیدہ رکھنا ہی جائز نہیں تو یہ بناء الفاسد علی الفاسد کی قبیل سے ہو جائے گا اور اگر صرف

منحوس سمجھیں کی نہ تو کوئی اصل ہے نہ ہی موجودہ دور میں اس کی تخصیص ہے نیز یہ عجیب بات ہے کہ آپ ایسے ہی سمجھیں کہ زوال دین لیت ماہ صفر میں نازل ہی
ہوتا ہے، نیز اس بات میں ان لوگوں سے مشابہت بھی ہے جو وہ بد عقیدگی کی وجہ سے یہ عمل کرتے ہیں۔

لما فی القرآن الکریم: یاایھا الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ. الآیۃ (البقرۃ: ۲۰۸)

وفی الصحیح للبخاری (۲/ ۸۵۹): عن ابی ھریرۃ قال قال النبی ﷺ قال لاعدوی ولا صفر ولا ھامۃ.

وفی الصحیح لمسلم (۲/ ۲۳۰): عن ابی ھریرۃ حین قال رسول اللہ ﷺ لا عدوی ولا صفر ولا ھامۃ فقال اعرابی یا رسول اللہ فما بال الابل تکون فی الرمل کانھا الظباء فیجیء البعیر الاجرب فیدخل فیھا فیجربھا کلھا قال فمن اعدی الاول.

وفی مرقات المفاتیح (۹/ ۵ ص ۳) (ولا صفر) قال شارح کانت العرب یزعمون انہ حیۃ فی البطن واللدغ الذی یجدہ الانسان عند جوعۃ من عضہ قال ابوداؤد فی سننہ قال بقیۃ سألت محمد بن راشد عنہ قال کانوا یتشاءمون بدخول صفر فقال النبی ﷺ لا صفر قال القاضی و یحتمل ان یکون نفیا لما یتوھم ان شھر صفر تکثر فیہ الدواھی والفتن.

(۴۱۱) دو عیدوں کے درمیان شادی کو منحوس سمجھنا

سوال ... کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں بعض لوگوں میں یہ بات رائج ہے کہ دو عیدوں
کے درمیان شادی نہیں کرنی چاہیے کیونکہ اس میں برکت نہیں ہوتی اور یہ منحوس ہوتی ہے لہذا جلد طلاق کی نوبت آجاتی ہے کیا یہ بات
درست ہے شریعت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ...... ان لوگوں کا مذکورہ خیال درست نہیں ہے کیونکہ اس کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں ملتا بلکہ اس کے خلاف خود رسول اللہ ﷺ کا عمل موجود ہے کہ آپ نے خود شوال کے مہینے میں شادی کی۔

لما فی الصحیح لمسلم (۱/ ۴۵۶): عن عائشۃ رضی اللہ عنھا قالت تزوجنی رسول اللہ ﷺ فی شوال وبنی بی فی شوال فای نساء رسول اللہ ﷺ کان احظی عندہ منی قال وکانت عائشۃ تستحب ان تدخل نساءھا فی شوال.

قال النووی تحت ھذہ الروایۃ: فیہ استحباب التزوج والتزویج والدخول فی شوال وقد نص اصحابنا علی استحبابہ بھذا الحدیث وقصدت عائشۃ بھذا الکلام رد ما کانت الجاھلیۃ علیہ وما یتخیلہ بعض العوام الیوم من کراھۃ التزوج والتزویج والدخول فی شوال وھذا باطل لااصل لہ وھو من آثار الجاھلیۃ کانوا یتطیرون بذلک لما فی اسم شوال من الاشالۃ والرفع.

الجواب حامداً ومصلیاً: بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن کے جھوٹے میں شفاء ہے۔ البتہ اس سے آگے یہ بات کہ زمزم پانی ملانے سے یہ درجہ بن جاتی ہے اس کا کہیں ثبوت موجود نہیں، لہٰذا اس بات کا اعتبار نہ کیا جائے اور یہ ایک غیر معلوم شے کو کوئی بات دینی حضور ﷺ کی طرف منسوب کرکے بیان کرنا انتہائی جرأت کی بات ہے جس سے احتراز واجتناب کی ضرورت ہے۔

لما في المقاصد الحسنة (ص ۲۴۴) ريق المؤمن شفاء، معناه صحيح ففي الصحيحين ... وأما ما على الألسنة من أن سؤر المؤمن شفاء ففي الأفراد للدارقطني من حديث نوح بن أبي مريم عن ابن جريج عن عطاء عن ابن عباس رفعه من التواضع أن يشرب الرجل من سؤر أخيه.

(۳۱۹) قرآن شریف کے نیچے سے گزرنا شفاء کے حصول کیلئے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ اپنے دروازوں پر قرآن شریف کو لٹکا لیتے ہیں اور اس کے نیچے سے گزرتے ہیں تاکہ ان کو امراض سے صحت نصیب ہو جائے کیا اس طرح سے کرنا صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین ودیگر صالحین سے ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً: تتبع وتلاش کے باوجود کسی کتاب میں ایسی کوئی صراحت نہیں ملی کہ یہ عمل یعنی قرآن کو دروازے پر لٹکانا اور لوگوں کا اس کے نیچے سے صحت امراض کیلئے گزرنا بدعت ہے عبادت کی شریعت میں اس کا کوئی ثبوت ہے۔

لما في المشكوة (ص ۲۷): عن عائشة رضي الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد

وعن جابر رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ أما بعد فإن خير الحديث كتاب الله وخير الهدى هدى محمد وشر الأمور محدثاتها وكل بدعة ضلالة.

وفي مرقات المفاتيح نسخة (۱/۲۱۵) وفي رواية لمسلم من عمل عملا أي أتى بشيء من الطاعات أو بشيء من الأعمال الدنيوية والأخروية سواء كان محدثا أو سابقا على الأمر ليس عليه أمرنا أي كان من صفته أنه ليس عليه إذننا بل أتى به على حسب هواه فهو رد أي مردود غير مقبول.

(۳۲۰) زلزلے کا سبب

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر مشہور ہے کہ زلزلہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ زمین کو بیل نے اپنے سینگ پر اٹھا رکھا ہے، جب ایک سینگ تھک جاتا ہے تو وہ زمین کو دوسرے سینگ پر کر لیتا ہے جس سے زلزلہ پیدا ہوتا ہے، کیا یہ درست ہے؟

وغیرہ کسی غریب کو دینے سے پہلے مریض یا گھر یا گاڑی وغیرہ جس کا صدقہ کرنا ہوتا ہے اس کے گرد گھماتے ہیں۔ کیا ایسا کرنا شریعت میں ثابت ہے اور صدقہ کرنے کے لئے اس طرح گھمانا ضروری یا کم سے کم مستحسن ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... روایات کثیرہ میں صدقات وغیرہ کی بڑی فضیلت آئی ہے لیکن کہیں کوئی خاص مقدار یا پھر صدقہ کرنے سے پہلے کسی خاص طریقے کا بیان نہیں ہے لہٰذا جس قدر استطاعت ہو صدقہ کرنا چاہئے۔ باقی رہا یہ معاملہ کہ اسے پہلے مریض وغیرہ کے گرد پھرانا تو اس کی کوئی اصل شریعت میں نہیں ہے۔ لہٰذا اس کا اہتمام والتزام جائز نہیں۔

لما في المشكوة (ص ۱۶۸): عن انس قال قال رسول الله ﷺ ان الصدقة لتطفیٔ غضب الرب وتدفع ميتة السوء.

وفيها ايضاً (ص ۱۶۹): عن ابي هريرة قال قال رسول الله ﷺ يانساء المسلمات لاتحقرن جارة لجارتها ولو فرسن شاة.

﴿کتاب التاریخ و السیر﴾

(تاریخ اور سیر کے بیان میں)

(۴۲۳) قومِ عاد کی قد وقامت اور شداد کی جنت

سوال ..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر قومِ عاد کی قد وقامت کے بارے میں عجیب وغریب باتیں سننے میں آتی ہیں۔ کیا ان کی کوئی اصل موجود ہے؟ اسی طرح شداد کا قصہ بھی بیان کیا جاتا ہے، کیا اس کا کہیں سے ثبوت ملتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ..... قومِ عاد کی قد وقامت کے بارے میں مفسرین نے مختلف اقوال ذکر کئے ہیں جن میں زیادہ مشہور قول بارہ (۱۲) گز کا ہے، اور شداد کے قصے کی بھی اصل موجود ہے چنانچہ تفاسیر میں شداد کے متعلق واقعہ موجود ہے۔

لما في احكام القرآن للقرطبي (۲۰/۴۵): قال ابن عباس في رواية عطاء كان الرجل منهم طوله خمسمائة ذراع والقصير منهم ثلثمائة ذراع بذراع نفسه وروى عن ابن عباس ايضا ان طول الرجل منهم كان سبعين ذراعا ابن العربي: وهو باطل لان في الصحيح ان الله خلق آدم طوله ستون ذراعا في الهواء فلم يزل الخلق ينقص الى الآن وزعم قتادة ان طول الرجل منهم اثنا عشر ذراعا.

وفيها ايضا (۲۰/۴۷): وروى انه كان لعاد ابنان شداد وشديد فملكا وقهرا ثم مات شديد وخلص الامر لشداد . وذكر القصة . . .

وفي تفسير المظهري (۱۰/۲۵۵): قال مقاتل كان طولهم اثنى عشر ذراعا يعني من ذراع النبي ﷺ.

وفي زاد المسير (۸/۲۵۹): ان عادا المنسوب اليهم عاد الاولى كان له ولدان شديد وشداد فلما مات عاد ثم مات شديد وبقي شداد ملك الارض ودانت له الملوك . وذكر القصة . . . .

(۴۲۴) غزوہ موتہ کب اور کس وجہ سے ہوا؟

سوال ..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ غزوہ موتہ کس تاریخ اور کس کی امارت میں ہوا، اس میں مسلمانوں کی تعداد کتنی تھی اور مسلمانوں کو فتح ہوئی یا شکست؟ تفصیل سے بیان فرمائیں، اور پوچھنے کی وجہ یہ ہے کہ میرے پاس

ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کا مرتکب تھا۔ فتح مکہ کے دن یہ کعبہ کے پردوں میں لپٹ گیا تھا آپ ﷺ کو اطلاع دی گئی آپ ﷺ نے فرمایا اس کو وہیں قتل کردو، چنانچہ حضرت ابو برزہ اسلمی اور حضرت سعید بن حریث نے جاکر اس کو قتل کردیا۔

۲۔ مقیس بن ضبابہ بھی پہلے مسلمان ہوگیا پھر مرتد ہوکر مکہ مکرمہ آگیا تھا۔ نمیلہ بن عبداللہ نے اس کا کام تمام کیا۔

۳۔ حویرث بن نقید یہ رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخانہ اشعار کہا کرتا تھا۔

۴۔ حارث بن طلاطل یہ بھی آپ ﷺ کی ہجو میں اشعار کہا کرتا تھا۔

۵۔ قریبہ یہ ابن خطل کی باندی تھی، رسول اللہ ﷺ کے خلاف اشعار پڑھا کرتی تھی۔

۶۔ مباح الدم قرار دیے جانے والوں میں سے ہبیرہ بن ابی وہب بھی تھا۔ یہ فتح مکہ کے وقت نجران کی طرف بھاگ نکلا اور وہیں کفر کی حالت میں مرا۔

۷۔ سارہ نامی ایک عورت بھی تھی۔ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ یہ عورت بھی قتل کی گئی جبکہ دوسرے بعض حضرات کا رجحان یہ ہے کہ یہ عورت مسلمان ہوگئی تھی اور حضرت عمرؓ کے دور تک زندہ رہی۔ یہی وہ عورت تھی جو حاطب بن ابی بلتعہ کا خط لشکر تک لے جا رہی تھی۔

لما فی الصحیح للبخاری (۲/ ۶۱۴) حدثنا یحیی بن قزعۃ ... عن انس بن مالک ان النبی ﷺ دخل مکۃ یوم الفتح وعلی رأسہ مغفر فلما نزعہ جاء رجل فقال ابن خطل متعلق باستار الکعبۃ فقال اقتلہ قال مالک ولم یکن النبی ﷺ فیما نری واللہ اعلم یومئذ محرما.

وعلی حاشیتہ قولہ ابن خطل ... اسمہ عبداللہ وکان اسلم ثم ارتد وقتل قتیلا بغیر حق وکانت لہ قینتان تغنیان بھجاء رسول اللہ ﷺ فضربت عنقہ صبرا بین زمزم ومقام ... ومنھم مقیس بن ضبابۃ کان اسلم ثم ارتد قتلہ رجل من الانصار ومنھم الحویرث ابن نقید کان یؤذی النبی ﷺ ویشد الھجاء قتلہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ.

وفی المصنف لابن ابی شیبۃ (۷/ ۴۰۵) حدثنا احمد بن مفضل قال حدثنا اسباط بن نصر قال زعم السدی عن مصعب بن سعد عن ابیہ قال لما کان یوم الفتح مکۃ امن رسول اللہ ﷺ الناس الا اربعۃ نفر وامرأتین وقال اقتلوھم وان وجدتموھم متعلقین باستار الکعبۃ عکرمۃ بن ابی جھل وعبد اللہ ابن خطل ومقیس بن ضبابۃ وعبداللہ بن سعد بن ابی سرح فاما عبداللہ ابن خطل فادرک وھو متعلق باستار الکعبۃ فاستبق الیہ سعید بن حریث وعمار فسبق سعید عمارا وکان اشب الرجلین فقتلہ واما مقیس بن ضبابۃ فادرکہ الناس فی السوق فقتلوہ.

وفی فتح الباری (۸/ ص ۱۱) قال وقد کان رسول اللہ ﷺ امر امراءہ ان لا یقتلوا الا من قاتلھم غیر انہ اھدر دم نفر سماھم وقد جمعت اسماءھم من متفرقات الاخبار وھم عبد العزی بن خطل وعبد اللہ

من سعد بن ابی سرح والحویرث بن نقید ومقیس بن صبابة والقینتان كانتا لابن خطل كانتا تغنیان بهجو النبی ﷺ وسارة مولاة بنی المطلب وهی التی وجد معها كتاب حاطب واما الحویرث فكان شدید الاذی لرسول الله ﷺ بمكة فقتله علی یوم الفتح واما مقیس بن صبابة فكان اسلم ثم عدا علی رجل من الانصار فقتله وكان الانصاری قتل اخاه هشاما خطا فجاء مقیس فاخذ الدیة ثم قتل الانصاری ثم ارتد فقتله نمیلة بن عبدالله یوم الفتح واما القینتان فاسمهما فرتنی وقریبة فاستؤمن لاحدهما فاسلمت وقتلت الاخری واما سارة فاسلمت وعاشت الی خلافة عمر رضی الله عنه وقال الحمیدی بل قتلت وذكر ابو معشر فیمن اهدر دمه الحارث بن طلاطل الخزاعی قتله علی وذكر غیر ابی اسحاق ان فرتنی هی التی اسلمت وان قریبة قتلت وذكر الحاكم ایضا ممن اهدر دمه كعب بن زهیر وقصته مشهورة وقد جاء بعد ذلك واسلم ومدح .. وارنب مولاة ابن خطل ایضا قتلت اختلف فی اسمها او باعتبار الكنیة واللقب

وفی البدایة والنهایة (۴: ۲۹۶): ویقال اسمه عبد العزی بن خطل ویحتمل انه كان كذلك ثم لما اسلم سمی عبدالله ولما اسلم بعثه رسول الله ﷺ مصدقا وبعث معه رجلا من الانصار وكان معه مولی له فغضب علیه غضبة فقتله ثم ارتد مشركا وكان له قینتان فرتنی وصاحبتها فكانتا تغنیان بهجاء رسول الله ﷺ فقتل وهو متعلق باستار الكعبة اشترك فی قتله ابو برزة الاسلمی وسعید بن حریث المخزومی وقتلت احدی قینتیه واستؤمن للاخری قال والحویرث بن نقید بن وهب بن عبد قصی وكان ممن یؤذی رسول الله

ﷺ بمكة فلما اهدر دمه قتله علی بن ابی طالب رضی الله عنه ومقیس بن صبابة لانه قتل قاتل اخیه خطأ بعد ما اخذ الدیة ثم ارتد مشركا فقتله رجل من قومه یقال له نمیلة بن عبدالله وسارة مولاة لبنی عبدالمطلب ولعكرمة بن ابی جهل لانها كانت تؤذی رسول الله ﷺ بمكة وقد تقدم عن بعضهم انها التی تحملت الكتاب من حاطب بن ابی بلتعة وكانها عفی عنها او هربت ثم اهدر دمها.

(۳۲۶) کیا معرکہ کربلا جہاد تھا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی کربلا کی لڑائی جہاد تھا یا نہیں؟ بلکہ بعض حضرات سے میں نے سنا ہے کہ کربلا کے تمام واقعات بنائی ہوئی کہانیاں ہیں اصل میں کوئی واقعہ نہیں ہوا آپ وضاحت

مبارکہ میں ہے۔

عن سعید بن زید قال قال رسول اللہ ﷺ من قتل دون ماله فهو شهید ومن قتل دون اهله فهو شهید ومن قتل دون دینه فهو شهید (مسند الامام احمد، ۱/۱۹۰)

حضرت سعید بن زید روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل ہوا وہ شہید ہے اور جو شخص اپنے اہل وعیال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل ہوا وہ شہید ہے اور جو شخص اپنے دین کی حفاظت کرتے ہوئے قتل ہوا وہ بھی شہید ہے۔

اور ایک دوسری روایت میں فرمایا۔

عن ابن عباس عن النبی ﷺ من قتل دون مظلمته فهو شهید (مسند الامام احمد، ۱/۳۰۵)

(ترجمہ) حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں جسے ظلماً قتل کیا جائے وہ شہید ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ اولاً حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا نکلنا اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے تھا جو کہ جہاد ہے جیسا کہ روایت مبارکہ میں ہے "من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا فهو في سبيل الله" (جو شخص اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر قتال کرے وہ اللہ کے راستے میں ہے) اور کربلا میں لڑائی کی نوبت اپنے اہل وعیال کی آبرو کی حفاظت اور ان کو ظلم سے بچانے کیلئے آئی اور یہ بھی جہاد ہے جیسا کہ مذکورہ روایات سے معلوم ہوا، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ تمام اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ آپ کی لڑائی جہاد تھا جس میں آپ شہید ہوئے۔

۲۔ دوسری شق کا جواب یہ ہے کہ معتبر کتب تاریخ میں کربلا کا واقعہ تفصیلاً ثقہ راویوں سے منقول ہے، چنانچہ ابن کثیرؒ نے واقعہ کربلا کی روایات کیلئے یہ عنوان قائم کیا ہے (وهذه صفة مقتله مأخوذة من كلام ائمة هذا الشان لا كما يزعمه اهل التشيع من الكذب) (ترجمہ یہ اس خونریزی اور قتل کا بیان ہے جو اس فن (تاریخ) کے ائمہ کے کلام سے ماخوذ اور منقول ہے اس کے بارے میں شیعہ کے جھوٹ اور بے اصل ہونے کا زعم اور تقریر درست نہیں) جس میں کربلا کی روایات کو جمع کیا ہے اسی طرح سیر اعلام النبلاء میں مختلف مقامات پر لکھا ہے کہ واقعہ کربلا کے راوی ثقہ ہیں لہذا اس واقعہ کا انکار نہیں کیا جاسکتا اور ان لوگوں کا یہ خیال ہے کہ حقیقۃً ایسا کوئی واقعہ نہیں یہ صرف کہانی کی حد تک ہی محدود ہے یہ ان کی جہالت کی علامت ہے، ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ اہل تشیع کی طرف سے جس طرح اضافات وتحریفات کے ساتھ یہ قصہ بیان کیا جاتا ہے اس کا ثبوت مشکل ہے۔

لما في تكملة فتح الملهم (۳/۲۹۵): استخلاف الخليفة نائبا على الأمة بعد موته ولو لم يوافقه عليه اهل الحل والعقد (ص ۲۹۶) واذا لم يكن ولي العهد ولدا او والدا للإمام اما اذا كان ولدا او والدا ففيه خلاف قال القلقشندي في "مآثر الإنافة في معالم الخلافة" (۱/۵۱): وقد اختلف العلماء في

جواز انفراده بالعهد لولده او لوالده علی ثلاثة مذاهب: احدها انه لیس له الانفراد بذلک لواحد منهما بل لابد ان یوافقه اهل الحل والعقد علی صلاحیة المعهود الیه للملک لان ذلک منه بمثابة التزکیة لیجری مجری الشهادة وتقلیده علی الامة مجری الحکم وهو لایجوز ان یحکم لوالد ولا ولد

والذی یظهر لهذا العبد الضعیف عفا الله عنه ان القول الاول اولی نظرا الی ماظهر من المفاسد من استخلاف الابناء فی تاریخ المسلمین. والله سبحانه وتعالی اعلم

وفی الفقه الاسلامی (۸/۶۱۱۵): واما ضرورة توافر شروط الامام الشرعی فی ولی العهد فهو امر بدیهی مفروغ منه لکونه امینا ورعا ثقة مخلصا لله ناصحا للمسلمین قال الماوردی واذا عهد الامام بالخلافة الی من یصح العهد الیه علی الشروط المعتبرة کان العهد موقوفا علی المولی وتعتبر شروط الامامة فی المولی من وقت العهد الیه فان کان صغیرا او فاسقا وقت العهد لم تصح خلافته حتی یستأنف اهل الاختیار بیعته.

ان شئت تفصیل الواقعة فانظر البدایة والنهایة المجلد الرابع الجزء الثامن الصفحة ۱۴۷ الی ۲۰۰

۲. سیر اعلام النبلاء المجلد الرابع الصفحہ ۳۱۱ الی ۳۳۱

۳. الامامة والسیاسة لابن قتیبة المجلد الثانی الصفحة ۳ الی ۹

(۳۲۷) حضرت حسینؓ کا یزید کے خلاف نکلنا شریعت کی نظر میں نیز یزید پلید کہنے کا حکم

سوال　کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے جب یزید کی بیعت کا انکار کیا اس وقت وہ مسلمانوں کا خلیفہ تھا اور خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت نہ کرنا بظاہر بغاوت معلوم ہوتا ہے، اگر یہ بات صحیح نہیں تو صحیح بات تحریر فرمادیں جس سے تسلی ہوجائے۔ نیز یزید پلید کہنا کیسا ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً　صورت مسئولہ میں تفصیل یہ ہے کہ اسلام میں انتخاب خلیفہ کیلئے کچھ اصول وضوابط اور شرائط ہیں، جس میں ایک قسم استخلاف ہے یعنی خلیفہ وقت چند باصلاحیت لوگوں سے مشورہ کرکے کسی کے بارے میں وصیت کردے کہ میرے بعد یہ آدمی خلیفہ ہوگا جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مختلف کبار صحابہ سے مشورہ کرکے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو منتخب فرمایا تو بذریعہ استخلاف دوسرے خلیفہ کے لئے ضروری ہے کہ اس میں خلافت کی تمام شرائط پائی جارہی ہوں، اب یہی معاملہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد ہوا کہ آپ نے یزید کو اپنا خلیفہ بنایا، اب کسی شخص کے بارے میں ہو اشخاص کی رائے مختلف ہوسکتی ہے کہ اس میں خلافت کی شرائط پائی جارہی ہیں یا نہیں چنانچہ یہاں پر بھی ایسا ہی ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاں اس میں خلافت کی شرائط پائی جارہی تھیں جبکہ

صحت من انعقاد الامامة ببيعة رجل واحد من اهل الحل والعقد لم وجوب طاعة الامير ولو فاسقاً جائزاً وعندي في الجواب وجوه احدها ما حكي انه لم يخرج للخلافة بل ليستولي على الكوفة لكن الروايات الصحيحة بخلافه ثانيها ان اجتهاده حكم بان خلافته غير صحيحة لان الحسن بن علي رضي الله عنهما سلم الخلافة الى معاوية بشرط ان لا يجعلها في اولاده ويكون الامر بعده شورى في المسلمين ان قلت فلم خالفه معاوية؟ قلت ادى نظره الى ان الشرط انقضى بموت الحسن رضي الله عنه ان قلت سلمنا ان التسليم غير صحيح لكن قد بايعه الناس حتى الصحابة به قلت روى بيعتهم وقعت جبراً ... الى قوله ... قلت حكم المجتهد لا يلزم مجتهداً آخر.

وفي البداية والنهاية (۸/۱۴۷) بعث الوليد من ساعته نصف ليل الى الحسين بن علي وعبدالله بن زبير فاخبرهما بوفاة معاوية ودعاهما الى البيعة ليزيد بن معاوية فقالا الى ان نصبح وننظر ما يصنع الناس ووثب الحسين فخرج وخرج معه ابن زبير وقالا هو يزيد الذي تعرف والله ما حدث له عزم ولا مروءة.

وفيها ايضاً (۸/۲۳۳): وقد كان يزيد فيه خصال محمودة من الكرم والحلم والفصاحة والشعر والشجاعة وحسن الرأي في الملك وكان ذا جمال حسن المعاشرة وكان فيه ايضاً اقبال على الشهوات وترك بعض الصلوات في بعض الاوقات واماتتها في غالب الاوقات.

وفي الصفحة ۲۳۳: وقال الحافظ ابو يعلى حدثنا الحكم بن موسى حدثنا يحيى بن حمزة عن هشام بن الغاز عن مكحول عن ابي عبيدة ان رسول الله ﷺ قال لا يزال امر امتي قائماً بالقسط حتى يثلمه رجل من بني امية يقال له يزيد

وفي تاريخ الخلفاء (ص ۲۰۹) وقال نوفل بن ابي الفرات كنت عند عمر بن عبدالعزيز فذكر رجل يزيد فقال "قال امير المؤمنين يزيد بن معاوية" فقال تقول امير المؤمنين وأمر به فضرب عشرين سوطاً.

(۴۲۸) حضرت آدم علیہ السلام کی قبر مبارک

سوال... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی قبر مبارک کہاں ہے؟ تفصیل مطلوب ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... حضرت آدم علیہ السلام کی قبر کے بارے میں اختلاف ہے، زیادہ مشہور تین قول ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں ابوقبیس پہاڑ کے غار میں مدفون ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ منیٰ کے قریب مدفون ہیں، پھر طوفان نوح میں حضرت نوح علیہ السلام نے ان کو تابوت میں ڈال کر کشتی میں سوار کرلیا اور بیت المقدس یا دوبارہ جبل ابی قبیس کے غار میں دفن کیا۔ اس میں بھی دونوں قول ہیں۔

تیسرا قول یہ ہے کہ آپ کا سر مبارک مسجد ابراہیم کی جانب اور پاؤں بیت المقدس کی جانب ہے۔

لما في تاريخ الطبري (۱/۱۰۸): عن ابن اسحاق انه قال لما كتب آدم ..... . فقبرته الملائكة وشيث واخوته في مشارق الفردوس عند قرية هي اول قرية كانت في الارض ..... وبعد صفحة . . وقد اختلف في موضع قبر آدم عليه السلام فقال ابن اسحاق ماالمعضي ذكره واماغيره فانه قال دفن بمكة في غار ابي قبيس وهو غار يقال له . الكنز .... عن ابن عباس قال لماخرج نوح من السفينة دفن آدم عليه السلام بيت المقدس .. .. وذكر ان حواء عاشت بعده سنة . ثم ماتت رحمهماالله فدفنت مع زوجها في الغار ...... حتى كان الطوفان فاستخرجهمانوح وجعلهما في تابوت ثم حملهما معه في السفينة فلما غاضت الارض الماء ردهماالى مكانهما الذي كانا فيه قبل الطوفان.

وهكذا ذكر في البداية والنهاية (۱/۹۲): لكن لم يذكر ابن كثير قول ابن اسحاق وذكر قولاآخر وقال: "وروى عن ابن عساكر عن بعضهم انه قال رأسه عند مسجد ابراهيم ورجلاه عند صخرة بيت المقدس".

وفي المنتظم (۱/۱۱۹): قال ابن اسحاق قبر عند منى اول قرية كانت في الارض وذكر بقية الاقوال كمامر آنفا.

(۴۲۹) بہن بھائی کے نکاح کی حرمت کی تاریخ

سوال ..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر مشہور ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے دور میں بہن بھائی کا آپس میں نکاح ہوا کرتا تھا، سوال یہ ہے کہ بعد میں اس طرح کا نکاح کب حرام ہوا؟

الجواب حامداً ومصلیاً ..... صورت مسئولہ میں اس بات کی کہیں صراحت نہیں ملی کہ بہن بھائی کا نکاح کب حرام ہوا تھا البتہ قرین قیاس یہ ہے کہ بہن بھائی کے نکاح کا جواز صرف حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں تھا کیونکہ اس وقت نسل انسانی کی بقا کا مسئلہ تھا اور حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کی اولاد پر یہ نکاح حرام ہوگیا تھا کیونکہ اس وقت ضرورت باقی نہ رہی تھی۔

لما في تفسير كبير (۵/۲۷): اعلم ان حرمة الامهات والبنات كانت ثابتة من زمن آدم عليه السلام

الی هذا الزمان ولم يثبت حل نكاحهن في شئ من الاديان الالهية ..... امانكاح الاخوات فقد قيل ان ذلك كان مباحا في زمن آدم عليه السلام وانما حكم الله بإباحة ذلك على سبيل الضرورة.

والله اعلم بالصواب (وهكذا في تفسير روح البيان ج ۲/ص ۱۸۶)

(۴۳۰) کیا یوسف علیہ السلام کی زلیخا سے رحمت نامی بیٹی تھی؟

سوال ...کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ کیا حضرت یوسف علیہ السلام کی زلیخا سے کوئی بیٹی پیدا ہوئی تھی جس کا نام رحمت ہو؟ میں نے بعض لوگوں سے سنا ہے کہ آپ کی ایک بیٹی تھی جس کا نام رحمت تھا؟

الجواب حامداومصلیا...حضرت یوسف علیہ السلام کی زلیخا سے حقیقی اولاد میں کوئی بیٹی رحمت نہیں تھی البتہ آپ کے بیٹے افرائیم کی بیٹی تھی یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کی پوتی رحمت نامی تھی۔

لما في روح المعاني (۱۳/۳۵): واخرج ابن جرير عن ابن اسحاق قال: ذكروا ان قطفير هلك في تلك الليالي وان الملك زوج يوسف امرأته راعيل فقال لها حين ادخلت عليه: أليس هذا خيرا مما كنت تريدين؟ .... فيزعمون انه وجدها عذراء فاصابها فولدت له رجلين افرائيم وميشا

وفي البداية والنهاية (۱/۲۰۹): في قصة ايوب عليه السلام .... وامرأته قيل ليا بنت يعقوب وقيل رحمة بنت افرائيم.

(۴۳۱) تاریخ اسلامی کی ابتداء

سوال... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ اسلامی تاریخ کی ابتداء کب سے ہوئی اور یہ ابتداء کس نے کی تھی؟ اس کا سبب کیا پیش آیا تھا؟ نیز اسلامی تاریخ کی ابتداء رات سے ہوتی ہے یا دن سے؟

الجواب حامداومصلیا...حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اسلامی تاریخ کی ابتداء کی جس کا سبب یہ ہوا کہ آپ کے پاس ایک دستاویز لائی گئی جس پر شعبان لکھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ معلوم نہیں کہ اس شعبان کی ہے یا گزشتہ شعبان کی، پھر مشاورت سے ہجرت کے وقت سے اسلامی تاریخ کو شمار کرنا شروع کیا گیا۔

اسلامی تاریخ میں نئے دن کی ابتداء رات سے ہوتی ہے۔

لما في كنز العمال (۱۰/۳۰۴): عن ابن المسيب قال اول من كتب التاريخ عمر لسنتين ونصف من خلافته فكتب لست عشرة من الهجرة بمشورة علي بن ابي طالب .... عن ابن المسيب قال قال عمر متى نكتب التاريخ فجمع المهاجرين فقال له علي من يوم هاجر النبي ﷺ وترك ارض

الشرک ففعله عمر

وفی تنقیح الحامدیة (۲/۳۷۰): سبب وضع التاریخ اول الاسلام ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اتی بصک مکتوب الی شعبان فقال هو شعبان الماضی او شعبان القابل ثم امر بوضع التاریخ واتفقت الصحابة رضی اللہ عنہم علی ابتداء التاریخ من هجرة النبی ﷺ الی المدینة وجعلوا اول السنة المحرم ویعتبر التاریخ باللیالی لان اللیل عند العرب سابق علی النهار.

(۴۳۲) کیا شہادت عثمانؓ میں حضرت ابوبکرؓ کے بیٹے شامل تھے؟

سوال... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے سنا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جب باغیوں نے شہید کیا انہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے بھی شریک تھے کیا یہ بات درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... یہ بات درست ہے کہ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ میں باغیوں کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے محمد بن ابو بکر شریک تھے۔

لما فی المعجم الکبیر (۱/۸۲): حدثنا سلیمان بن الحسن ......ثم جاء محمد بن ابی بکر فی ثلاثة عشر رجلا حتی انتهوا الی عثمان رضی اللہ عنہ فاخذ بلحیته فقال بها وقال بها حتی سمعت وقع اضراسه.

وفی تاریخ الطبری (۳/۴۲۳): عن شعیب عن سیف عن المجالد عن الشعبی عن المغیرة بن شعبة قال...... ودخل محمد بن ابی بکر علی عثمان فاخذ بلحیته فقال ارسل لحیتی فلم یکن ابوک لیتناولها فارسلها ودخلوا علیه...... وقتل عثمان رضی اللہ عنہ قبل غروب الشمس.

(۴۳۳) کیا مرض وفات میں آپ ﷺ خلافت علی کی وصیت کرنا چاہتے تھے؟

سوال... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نبی کریم ﷺ کے مرض وفات میں جب آپ نے قلم دوات منگوایا تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کیوں منع کیا تھا؟ ہمارے ہاں ایک صاحب کا کہنا ہے کہ آپ ﷺ خلافت علی کی وصیت کرنا چاہتے تھے اسی وجہ سے فاروق اعظم نے روک دیا کیونکہ آپ پہلے ہی حجة الوداع کے موقع پر اس کا اعلان کر چکے تھے کیا یہ بات صحیح ہے اگر صحیح نہ ہو تو اس کا مدلل جواب قرآن وسنت کی روشنی میں عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں یہ کہنا کہ آپ ﷺ خلافت علی کی وصیت کرنا چاہتے تھے جبکہ فاروق اعظم نے روک دیا سراسر جھوٹ اور صحابہ کی گستاخی ہے جس کی جرأت وہی شخص کر سکتا ہے جسے ایمان کی دولت میسر نہ آئی ہو ورنہ ایک مومن اور مسلمان

ایسی بات کیسے ہوسکتا ہے جب کہ اسے معلوم ہو کہ یہ وہ لوگ تھے کہ جن کا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی صحبت کیلئے انتخاب کیا اور خود رسول اللہ ﷺ نے ان پر اعتماد کیا جن کا انتخاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا اور ان پر آپ ﷺ کا اعتماد ہو پھر کیسے ہوسکتا ہے کہ یہ حضرات اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کریں خاص طور پر جب کہ ان کے پیارے محبوب ﷺ اس دنیا سے تشریف لے جانے والے ہیں آپ ہی بتائیں اگر آپ کو کسی سے محبت ہو اور اس کا دنیا سے جانے کا وقت آجائے اس آخری وقت میں آپ اس کے پاس بیٹھے ہوں اور وہ آپ سے کوئی بات کہنا چاہے تو کیا آپ اس کی بات کو رد کردیں گے؟ ایسا کبھی نہیں ہوسکتا آپ ضرور اس کی بات کو قبول کریں گے تو پھر کیا خیال ہے ان حضرات کے بارے میں جن کی محبت کی سچائی کی گواہی صرف اپنے نہیں بلکہ غیر مسلم بھی دیتے ہیں کہ ایسے عاشق تو ہم نے دیکھے ہی نہیں تو پھر کیا خیال ہے ان عاشقوں کے بارے میں کہ انہوں نے آپ ﷺ کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے وقت آپ کی بات کو قبول کرنے سے انکار کردیا ہوگا؟ نہیں ہرگز نہیں ایسا نہیں ہوسکتا ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ آپ سے کسی نے غلط بیانی کی ہو آپ سے جھوٹ بول کر صراط مستقیم سے ہٹانے کی کوشش کی ہو یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ اگر اس پر قرآن وسنت کے دلائل نہ دیے جائیں تو عقل سلیم ہی کا ایسا فیصلہ کرتی ہے کہ اس کے بعد دلائل کی ضرورت ہی نہیں رہتی لیکن بہرحال آپ کی تسلی کیلئے کچھ دلائل بھی ذکر کیے جاتے ہیں۔

اول یہ کہ اس لئے باطل ہے کہ اگر آپ ﷺ کو وصیت ہی کرنی ہوتی تو زبانی کردیتے اس لئے کہ آپ کی زندگی بھر کا معمول دیکھ لیجئے کہ آپ نے سوائے چند خاص مواقع کے تمام احکامات زبانی صحابہ تک پہنچائے۔ اور صرف اس وقت لکھوائے جب کسی نے لکھوانے کی درخواست کی یا پھر کہیں بھیجنے کی ضرورت پیش آئی اس کے علاوہ وہی صرف زبانی بتلانے پر اکتفا۔ کیا تو یہاں بھی اسی معمول کے مطابق آپ زبانی بتلا دیتے خاص طور پر لکھوانے کی ضرورت کیا تھی، خاص طور پر جب کہ آپ نے دوسری وصیتیں زبانی ہی ارشاد فرمائیں جیسا آپ نے فرمایا

واوصاهم بثلاث فقال اخرجوا المشركين من جزيرة العرب واجيزوا الوفد بنحو ما كنت اجيزهم وسكت عن الثالثة او قال فنسيتها (الصحيح للبخاري، ۲/۶۳۸)

دوم یہ بات اس لئے بھی غلط ہے کہ اگر واقعی آپ کو وصیت کرنی ہوتی تو کیا آپ فاروق اعظم کے کہنے سے رک جاتے؟ یہ کیسے ہوسکتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ خود کلام مقدس میں فرماتے ہیں

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ الآية (المائدة: ۶۷)

اے رسول جو کچھ بھی آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا پہنچا دیجئے، اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی رسالت ادا نہ کی۔

(تشریح): کیا یہ دعویٰ کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے جن چیزوں کو امت تک پہنچانا تھا کیا نہیں پہنچایا (العیاذ باللہ) حالانکہ اللہ تعالیٰ نے حجۃ الوداع کے موقع پر خود آپ ہی ﷺ کی تبلیغ کی خود گواہی دی چنانچہ فرمایا

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا الآیۃ (المائدۃ ۳)

(ترجمہ) آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنا انعام تمام کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہو گیا۔

سو اگر یہ معاملہ ایسا ہی تھا کہ لکھوانا ضروری تھا تو یہ واقعہ جمعرات کے دن کا ہے اس کے بعد آپ ﷺ تقریباً چار دن تک حیات رہے اور آخری دن تو وفات بھی ہو گئی ان چار دنوں میں ہی آپ لکھوا لیتے چنانچہ روایات ملاحظہ ہوں۔

کما فی الصحیح للبخاری (۲۳۸۰۲) عن سعید بن جبیر قال قال ابن عباس یوم الخمیس وما یوم الخمیس اشتد برسول اللہ وجعہ فقال ائتونی اکتب لکم کتابا

حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ جمعرات کے دن کوئی جمعرات (تھی ہاں) جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف میں اضافہ ہوا تو آپ نے فرمایا کہ لاؤ کاغذ قلم تاکہ میں تمہارے لئے کچھ لکھ دوں۔

وفیھا ایضاً (۹۳۰۰۲) سعید بن جبیر قال حدثنی قال حدثنی انس بن مالک ان المسلمین بینا ھم فی صلوۃ الفجر من یوم الاثنین وابوبکر یصلی لھم لم یفجاھم الا رسول اللہ ﷺ وکشف ستر حجرۃ عائشۃ فنظر الیھم وھم فی صفوف الصلوۃ ثم تبسم فنکص ابوبکر علی عقبیہ لیصل الصف وظن ان رسول اللہ یرید ان یخرج الی الصلوۃ

انس بن مالک فرماتے ہیں کہ پیر کے روز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے کہ اچانک حضور نبی علیہ السلام ظاہر ہوئے آپ نے حضرت عائشہ کے حجرہ مبارک کے پردہ کو ہٹا کر صحابہ کرام کی طرف نظر فرمائی جبکہ صحابہ کرام صف باندھے کھڑے تھے پھر آپ نے تبسم فرمایا پس حضرت ابوبکر صدیق الٹے پاؤں پیچھے ہٹے تاکہ صف میں مل جائیں یہ خیال کرتے ہوئے کہ نبی علیہ السلام نماز پڑھانے کیلئے باہر تشریف لا رہے ہیں۔

جب آپ نے چار دنوں میں بھی نہیں لکھوایا تو معلوم ہوا کہ یہ مستحب تھا۔

چوتھا اگر تسلیم کرلیں کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے منع کر دیا تھا تو دوسرے حضرات تو موجود تھے وہ تو کاغذ اور قلم لا کر دے سکتے تھے کیا بات ہے کہ کوئی بھی نہیں لایا حالانکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اس وقت بہت لوگ آپ کے پاس موجود تھے۔ کما فی الصحیح للبخاری ج۲ ص۶۳۸

عن ابن عباس قال لما حضر رسول اللہ ﷺ وفی البیت رجال فقال النبی ﷺ ھلموا اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدہ قال بعضھم ان رسول اللہ ﷺ قد غلبہ الوجع وعندکم القرآن حسبنا کتاب اللہ فاختلف اھل البیت واختصموا فمنھم من یقول قربوا یکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدہ ومنھم من

مليا (مشكوة المصابيح ص ۵۱۰)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ گویا آسمان سے ترازو اتارا گیا ہے آپ علیہ السلام اور حضرت ابوبکر کا وزن کیا گیا تو آپ علیہ السلام کا پلڑا بھاری ہو گیا۔ پھر حضرت ابوبکر و عمر کا وزن کیا گیا تو حضرت ابوبکر کا پلڑا بھاری ہو گیا۔ پھر عمر و عثمان کا وزن کیا گیا تو حضرت عمر کا پلڑا بھاری ہو گیا پھر اس کے بعد میزان اٹھا لیا گیا۔ آپ نے اس پر ناگواری کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ یہ نبوت کی خلافت ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ جسے چاہیں گے بادشاہت عطا فرمائیں گے۔

اس طرح کی روایت ایک دو نہیں کئی ایک ایسی روایات ملتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ خود بھی اپنے بعد حضرت ابوبکر صدیق کو ہی خلیفہ بنانا چاہتے تھے اطمینان کیلئے چند ایک روایات ملاحظہ ہوں

عن عائشة قالت قال لي رسول الله ﷺ في مرضه ادعي لي ابابكر اباك واخاك حتى اكتب كتابا فاني اخاف ان يتمنى متمن ويقول قائل انا ولا يابى الله والمؤمنون الا ابابكر

(مشكوة المصابيح ص ۵۵۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیماری کی حالت میں فرمایا کہ حضرت ابوبکرؓ کو جو آپ کے والد ہیں اور اپنے بھائی کو بھی تاکہ میں ان کے لئے تحریر لکھ دوں کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی (خلافت) کا آرزومند یہ آرزو کرنے لگے کہ میں اس (خلافت) کا زیادہ مستحق ہوں حالانکہ اللہ تعالیٰ اور مسلمان کو (مسند خلافت) کیلئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ اور کوئی منظور نہیں۔

عن جبير بن مطعم قال اتت النبي ﷺ امرأة فكلمته في شيء فامرها ان ترجع اليه قالت يا رسول الله ﷺ ارايت ان جئت ولم اجدك   تريد الموت قال فان لم تجديني فاتي ابابكر

(مشكوة ص ۵۵۵)

یعنی ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کوئی بات کی آپ نے اسے دوبارہ آنے کا فرمایا تو وہ کہنے لگی اگر میں دوبارہ آؤں اور آپ کو نہ پاؤں تو آپ نے فرمایا اگر مجھے نہ پاؤ تو ابوبکر کے پاس آ جانا۔

رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں آپ خود نماز پڑھایا کرتے تھے کیونکہ شریعت کی نظر میں اتنی اہمیت والی عبادت کی امامت وہی کر سکتا ہے جو اس جماعت کے اعتبار سے سب سے افضل ہو اور رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں آپ سے افضل کون ہو سکتا ہے لیکن جب آپ کی بیماری اس شدت کو پہنچی کہ آپ مسجد میں تشریف نہ لا سکتے تو آپ نے فرمایا ابوبکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں یہ آپ کی افضلیت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ہے۔ یہاں کیوں تقیہ نہیں کیا گیا؟

اگر ساری باتوں سے قطع نظر بھی کرلیں تو بھی شیعہ حضرات کا یہ استدلال بالکل بے کار معلوم ہوتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ شیعہ حضرات کے نزدیک امامت وخلافت کے ثبوت کے لئے تواتر شرط ہے حالانکہ حجۃ الوداع کے موقع "مولی علی" روایت آحاد میں سے ہے اور اس کی صحت بھی مختلف فیہ ہے۔ اس پر وہ استدلال کے موقع پر انہوں نے اپنے اس اصول کو کیوں نظر انداز کر دیا ہے؟

حاصل یہ ہے کہ محض عناد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے جب اپنے مطلب کی روایات نہیں ملیں تو انہی روایات کو توڑ موڑ کر عوام کو بے وقوف بنانے کے لئے پیش کر دیا گیا اور پھر اس ایک تحریف کو بچانے کے لئے بیسیوں جھوٹ بولنے پڑے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت نصیب فرمائے۔

جب حجۃ الوداع کے موقع پر آپ کے خلافت علی کے اعلان کی حقیقت بھی واضح ہو گئی تو آخری بات کہ آخر وہ کیا وجہ تھی کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کاغذ اور قلم لانے سے منع کیا تھا؟ جواب سے پہلے ضروری ہے کہ اس واقعہ کے پس منظر کو سمجھ لیا جائے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو نبی کریم ﷺ سے حد درجہ محبت تھی جس کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ جب تک آپ کو دیکھ نہ لیتے اس وقت تک ان کو سکون وچین نہیں آتا تھا۔ اب کافی عرصہ اسی طرح گزر گیا یہاں تک کہ ان کی یہ محبت انہیں مکہ سے مدینہ لے آئی اور صحابہ نے آپ کے لئے اپنا گھر بار اور مال ودولت وملک کو چھوڑ دیا نہ صرف چھوڑ دیا بلکہ اگر وہ مسلمان نہ ہوتی اور بعد کے غزوات میں مقابلے پر اتر آتی تو انہوں نے اپنی اولاد یا قرابت کسی چیز کی پرواہ نہ کی بلکہ اگر وہ سامنے آگئے تو انہیں مار دینے میں بھی انہیں کوئی تردد نہ ہوا۔ اتنی شدید محبت میں کافی عرصہ گزرنے کے بعد جب آپ ﷺ کا آخری وقت قریب آگیا اور مرض کی شدت میں اضافہ ہو گیا تو ایک طرف آپ کی تکلیف صحابہ سے دیکھی نہ جاتی تھی، اور دوسری طرف انہیں آپ کے فراق کا غم کھائے جا رہا تھا اب ایسے وقت میں وہ کیسے یہ برداشت کر سکتے تھے کہ ان کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کو ادنیٰ سی تکلیف بھی پہنچے بلکہ وہ تو عام حالات میں بھی اپنی موت اور رسول اللہ ﷺ کی تکلیف میں اختیار دیا جاتا تو وہ موت کو گلے لگانے کو خوشی سے قبول کر لیتے کہ کہیں رسول اللہ ﷺ کو تنکا چبھنے جتنی مقدار کی بھی تکلیف نہ ہو تو اسی جذبے کے تحت انہوں نے یہ بات کہی کہ رسول اللہ ﷺ ان کے لئے وصیت لکھوانا چاہتے تھے جو بعد میں ان کی راہنمائی کا ذریعہ بنے، جس کا واضح ثبوت ابتداء میں ذکر کردہ "بخاری شریف" کی وہ روایت ہے جس میں آپ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی موجود ہے "هلموا اكتب لكم كتابا لا تضلوا بعده" اب ان کو معلوم تھا کہ اتنی سخت تکلیف کے باوجود اپنی امت کے غم کی وجہ سے آپ لکھوانا چاہتے ہیں اس سے آپ کو تکلیف ہوگی لہٰذا کچھ صحابہ اور اہل بیت نے کہا کہ ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید موجود ہے اس سے راہنمائی لی جا سکتی ہے آپ نے باقی تمام احکامات بھی امت تک پہنچا دیے جس کا اعلان رب تعالیٰ کی طرف سے حجۃ الوداع کے موقع پر ان الفاظ سے کر دیا تھا

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا (المائدة: ۳)

(ترجمہ) کہ آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنا انعام پورا کر دیا اور تمہارے لیے اسلام کے

(۳۳۹) کیا قیاس ادلۂ اربعہ میں شامل ہے؟

سوال ۔۔ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ائمہ اربعہ نے جو قیاس سے مسائل کا استنباط کیا ہے کیا یہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ۔۔۔ قیاس ادلۂ اربعہ میں شامل ہے اور اس کے ثبوت پر روایات کثیرہ اور تعامل صحابہ دال ہے لہٰذا یہ کہنا کہ قیاس ائمہ اربعہ نے ایجاد کیا ہے صحیح نہیں ہے۔

لما في الصحيح للبخاري (۱۰۹۲/۲): حدثنا عبدالله بن يزيد ...... عن عمرو بن العاص انه سمع رسول الله ﷺ يقول اذا حكم الحاكم فاجتهد فاصاب فله اجران واذا حكم فاجتهد ثم اخطأ فله اجر.

وهكذا في الصحيح لمسلم ج ۲ ص ۷۶)

وفي المشكوة (ص ۳۲۴): عن معاذ بن جبل ان رسول الله ﷺ لما بعثه الى اليمن قال كيف تقضي اذا عرض لك قضاء قال اقضي بكتاب الله قال فان لم تجد في كتاب الله قال فبسنة رسول الله ﷺ قال فان لم تجد في سنة رسول الله ﷺ قال اجتهد برأيي ولا آلو قال فضرب رسول الله ﷺ على صدره وقال الحمدلله الذي وفق رسول رسول الله لما يرضى به رسول الله.

وفي المرقات (۲۳۹/۷) تحت هذه الرواية: قال الخطابي لم يرد به الراي الذي يسنح له من قبل نفسه او يخطر بباله على غير اصل من كتاب او سنة بل اراد رد القضية الى معنى الكتاب والسنة من طريق القياس وفي هذا اثبات للحكم بالقياس.

(۳۴۰) تقلید کی شرعی حیثیت

سوال ۔۔۔ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں کچھ لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ تقلید کرنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ کسی امام کی اتباع کرنے سے بہتر ہے کہ براہ راست حضور اقدس ﷺ کی اتباع کی جائے۔ بظاہر ان کی بات صحیح بھی معلوم ہوتی ہے اب آپ سے گزارش ہے کہ درج ذیل سوالات کے جوابات عنایت فرمائیں تاکہ یہ الجھن دور ہو جائے:

(۱) آیا تقلید کی شرعاً کوئی حیثیت ہے یا نہیں؟

(۲) محض رجال وہم رجال کا سہارا لے کر عدم تقلید کو اختیار کرنا کیسا ہے؟

(۳) علماء اور عوام کے لئے تقلید کا ایک درجہ ہے یا تقلید صرف عوام پر لازم ہے؟

(۴) وہ لوگ جو تقلید کرنے والوں کو مشرک کہتے ہیں ان کی یہ بات کس حد تک صحیح ہے؟ تفصیل سے جوابات عنایت فرما کر رہنمائی

اس آیت کے تحت امام ابوبکر جصاص احکام القرآن ج ۲ ص ۲۱۰ پر تحریر فرماتے ہیں۔

اختلف في تأويل أولي الأمر فروي عن جابر بن عبد الله وابن عباس رواية والحسن وعطاء ومجاهد أنهم أولوا الفقه والعلم.

پھر آگے فرماتے ہیں۔

فإن تنازعتم في شيء فردوه إلى الله والرسول فأمر أولي الأمر برد المتنازع فيه إلى كتاب الله وسنة نبيه ﷺ إذ كانت العامة ومن ليس من أهل العلم ليست هذه منزلتهم لأنهم لا يعرفون كيفية الرد إلى كتاب الله والسنة ووجوه دلائلهما على أحكام الحوادث فثبت أنه خطاب للعلماء.

وقوله تعالى (النساء: ۸۳) وإذا جاءهم أمر من الأمن أو الخوف أذاعوا به ولو ردوه إلى الرسول وإلى أولي الأمر منهم لعلمه الذين يستنبطونه منهم - الآية

وقوله تعالى (النحل: ۴۳) فاسئلوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون ٥

علامہ آلوسی اس آیت کے ضمن میں روح المعانی ج ۱۴ ص ۱۴۸ میں تحریر فرماتے ہیں:

ويؤيده ذلك ما نقل عن الجلال المحلي أنه يلزم غير المجتهد عاميا كان أو غيره التقليد للمجتهد لقوله تعالى فاسئلوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون.

تقلید شخصی کے ثبوت پر چند احادیث

(۱) عن عكرمة أن أهل المدينة سألوا ابن عباس عن امرأة طافت ثم حاضت قال لهم تنفر قالوا لا نأخذ بقولك وندع قول زيد قال إذا قدمتم المدينة فاسئلوا فقدموا المدينة فسألوا فكان فيمن سألوا أم سليم　(صحیح البخاری ج ۱ ص ۲۳۷)

(۲) فأتيا أبا موسى فأخبراه بقول ابن مسعود فقال لا تسئلوني ما دام هذا الحبر فيكم　(ایضاً ج ۲ ص ۹۹۷)

تقلید شخصی کے وجوب پر فقہاء کرام کے فتاویٰ

علامہ ابن تیمیہ فتاویٰ کبریٰ ج ۲ ص ۲۴۲ میں فرماتے ہیں:

وقد نص الإمام أحمد أنه ليس لأحد أن يعتقد الشيء واجبا أو حراما ثم يعتقده غير واجب أو محرم بمجرد هواه مثل أن يكون طالبا لشفعة الجوار فيعتقدها أنها حق له ثم إذا طلبت منه شفعة الجوار

ہو جاتی ہے۔

اب رہی یہ بات کہ اجزاء اصلیہ سے کیا مراد ہے؟ تو ان اجزاء کی تعیین میں مختلف تعبیریں اختیار کی گئیں ہیں، البتہ سب سے واضح تعبیر یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ انسان فربہ ہو یا کمزور ہر دو صورت میں اس پر انسان کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ تو ہر دو صورت میں انسانیت کا اطلاق اس بات پر دال ہے کہ اس میں وہ اجزاء موجود ہیں جنہیں انسان کہا جاتا ہے بس یہی انسان کے اجزاء اصلیہ ہیں۔ اگرچہ یہ اجزاء کی حقیقی تعریف نہیں لیکن مراد یہی اجزاء ہیں۔

اس پر زیادہ سے زیادہ یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اجزاء کی یہ تعبیر بعض روایات کے خلاف معلوم ہوتی ہے کیونکہ بعض روایات میں ہے کہ قیامت میں متکبرین کو اس حالت میں اٹھایا جائے گا کہ وہ چیونٹیوں کی طرح ہوں گے۔ اس صورت میں اجزاء اصلیہ ہی سرے سے معدوم ہیں، اسی طرح اہل جنت کی صفات میں یہ ہے کہ ان کا قد حضرت آدم علیہ السلام کے قد کی طرح ہوگا، اور اہل جہنم کی صفات میں یہ بیان کیا گیا کہ ان کا جسم اس قدر بڑا ہوگا کہ ان کی داڑھ احد پہاڑ کے برابر ہوگی (العیاذ باللہ) وغیرہ وغیرہ حالانکہ یہ جسم کے اجزاء اصلیہ سے کہیں بڑے ہیں لہٰذا یہ کہنا کہ انسان کو اس کے اجزاء اصلیہ کے ساتھ دوبارہ پیدا کیا جائے گا بظاہر صحیح معلوم نہیں ہوتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ انسان کو اس کے اجزاء اصلیہ کے ساتھ پیدا کیا جائے گا البتہ متکبرین کو چیونٹیوں کی شکل پیدا کرنا ان کی تحقیر کے لئے ہوگا اور اہل جنت کے جسم میں زیادتی سے زیادہ سے زیادہ یہ لازم آتا ہے کہ بعض اجزاء پر بالکل رب تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہو رہا ہے۔ یہ تو رب تعالیٰ کے مظاہر رحمت میں سے ایک مظہر ہے نہ کہ کسی طرح کے اعتراض کا موقع۔

البتہ اگر اعتراض ہو سکتا ہے تو وہ یہ ہے کہ جہنم میں اجزاء اصلیہ سے زائد جسم کو عذاب ہوگا تو اس سوال کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں جن میں سے دو جواب زیادہ واضح معلوم ہوتے ہیں:

اول: اصل جسم انسانی کی ترکیب تو اجزاء اصلیہ سے ہی ہوگی البتہ تعذیب کی بناء پر جسم پھول کر اس قدر بڑا ہو جائے گا (العیاذ باللہ)۔

دوم: اصل عذاب تو اجزاء اصلیہ کو ہی ہوگا البتہ یہ زائد جسم صرف جہنمی کی صورت کو مزید قبیح کرنے اور روح اور جسم کو مزید تکلیف پہنچانے کے لئے ہوگا۔

لما في المشكوة (ص ۲۵): عن ابي هريرة قال قال رسول الله ﷺ اذا اقبر الميت اتاه ملكان اسودان ازرقان يقال لاحدهما المنكر والآخر النكير فيقولان ما كنت تقول في هذا الرجل ... وان كان منافقا قال سمعت الناس يقولون قولا فقلت مثله لاادري فيقولون قد كنا نعلم انك تقول ذلك فيقال للارض التئمي عليه فتلتئم عليه فتختلف اضلاعه فلايزال فيها معذبا حتى يبعثه الله من مضجعه ذلك۔

وفيه ايضا (ص ۴۸۸): عن ابي هريرة رواية وذكر الحديث وفي آخره قال وليس من الانسان شي

ضم اليهم اجزاء جديدة ولا اشكال في تنعيمها بلا عمل فان فضل الله سبحانه وسيع واما في اهل النار فقد استشكلوا ضم الاجزاء الجديدة لانه يلزم تعذيبها بلا ذنب ولهم في التخلص عنه وجوه احدها ان عظمهم انما هو بانتفاخ الاجزاء الاصلية ثانيها ان العذاب ليس للجسد بل للروح المتعلق به فلا يلزم تعذيب غير العاصي والقول هذا في غاية الجودة لكنه يخالف ما عليه المشائخ من ان لكل من الروح والجسد حظا من العذاب ثالثها انه لا يقبح من الله سبحانه شيء وفيه نظر لانا ندعي ان تعذيب غير العاصي محال بل نقول قبيح سمعا رابعها ان الاجزاء الزائدة محفوظة عن العذاب وانما زيدت تقبيحا للصورة وايلاما للروح والاجزاء الاصلية.

وفي "الروح" لابن القيم (ص ۵۳): ان مذهب سلف الامة وائمتها ان الميت يكون في نعيم او عذاب وان ذلك يحصل لروحه وبدنه وان الروح تبقى بعد مفارقة البدن منعمة او معذبة وانها تتصل بالبدن احيانا ويحصل له معها النعيم والعذاب ثم اذا كان يوم القيامة الكبرى اعيدت الارواح الى الاجساد وقاموا من قبورهم لرب العالمين ومعاد الابدان متفق عليه بين المسلمين واليهود والنصارى.

(۴۵۹) معاد جسمانی کی حقیقت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ معاد جسمانی کی حقیقت کیا ہے؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً: بعث بعد الموت میں اللہ تعالیٰ انسان کو اپنی اصلی صورت اور جسم کے ساتھ لوٹائیں گے جس طرح پہلی بار پیدا کیا ہے۔

لما في قوله تعالى (الروم: ۲۷): وهو الذي يبدأ الخلق ثم يعيده وهو اهون عليه الاية

(الانبياء: ۱۰۴): يوم نطوي السماء كطي السجل للكتب كما بدأنا اول خلق نعيده وعدا علينا انا كنا فاعلين ○

(يس: ۷۹): قل يحييها الذي انشأها اول مرة وهو بكل خلق عليم ○

(القيمة: ۳،۴): ايحسب الانسان ان لن نجمع عظامه ○ بلى قادرين على ان نسوي بنانه ○

وفي الصحيح للبخاري (۲/ ۹۶۵): عن ابن عباس قال خطب رسول الله ﷺ فقال يا ايها الناس انكم محشورون الى الله حفاة عراة غرلا ثم قال كما بدأنا اول خلق نعيده وعدا علينا انا كنا فاعلين.

وفي شرح العقائد (ص ۱۰۱): والبعث وهو ان يبعث الله تعالى الموتى من القبور بان يجمع اجزاءهم الاصلية ويعيد الارواح اليها حق.

ذالک الدين القيم ولكن اكثر الناس لا يعلمون.

وفي صحيح البخاري (۲:۲۰۶): حدثنا يحيى بن بكير ... انه سمع ابا هريرة يقول سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ذراري المشركين فقال الله اعلم بما كانوا عاملين.

وفي الصحيح لمسلم (۲:۳۳۶): حدثنا زهير بن حرب ... عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما من مولود الا يلد على الفطرة فابواه يهودانه وينصرانه ويشركانه فقال رجل يا رسول الله ارأيت لو مات قبل ذالک قال الله اعلم بما كانوا عاملين.

وفي مرقاة المفاتيح (۱:۱۹۹): وقد اختلفوا في ذالک فقيل انهم من اهل النار تبعا للابوين وقيل من اهل الجنة نظرا الى اصل الفطرة وقيل انهم خدام اهل الجنة وقيل انهم يكونون بين الجنة والنار لا منعمين ولا معذبين وقيل من علم الله منه انه يؤمن ويموت عليه ان عاش ادخل الجنة ومن علم منه انه يفجر ويكفر ادخله النار وقيل بالتوقف في امرهم وعدم القطع بشيء وهو الاولى لعدم التوقيف من جهة الرسول صلى الله عليه وسلم فلم يقطع عليه الصلاة والسلام بكونهم من اهل الجنة ولا من اهل النار بل امرهم بالاعتقاد الذي عليه اكثر اهل السنة من التوقف في امرهم.

وفي الشامية (۲:۱۹۲): (قوله وتوقف الامام الخ) اي في انهم يسألون وفي انهم في الجنة أو النار قال ابن الهمام في المسايرة . وقد اختلف في سؤال اطفال المشركين وفي دخولهم الجنة أو النار فتردد فيهم ابو حنيفة وغيره وقد وردت فيهم اخبار متعارضة فالسبيل تفويض امرهم الى الله تعالى. وقال محمد بن الحسن: اعلم ان الله لا يعذب احدا بلا ذنب اه وقال تلميذه ابن ابي شريف في شرحه وقد نقل الامر بالامساک عن الكلام في حكمهم في الآخرة مطلقا عن القاسم ابن محمد وعروة بن الزبير من رؤس التابعين وغيرهما وقد ضعف ابو البركات النسفي رواية التوقف عن ابي حنيفة وقال الرواية الصحيحة عنه انهم في المشيئة لظاهر الحديث الصحيح (الله اعلم بما كانوا عاملين) وقد حكى فيهم الامام النووي ثلاثة مذاهب الاكثر انهم في النار . الثاني التوقف . الثالث-الذي صححه انهم في الجنة لحديث (كل مولود يولد على الفطرة) ويميل اليه ما مر عن محمد بن الحسن وفيهم اقوال اخر ضعيفة اه.

(۳۶۲) موت کے بعد جنت میں داخل ہونا

سوال ... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس شخص کے بارے میں جو کہتا ہو کہ جنت روحانی میں داخل ہونا اور اس کی نعمتیں ومقتہ

﴿فصل فی المتفرقات﴾

(متفرق مسائل کا بیان)

(۴۶۳) کھجور کے درخت کی پیدائش

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ جس مٹی سے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اسی سے کھجور کے درخت کو پیدا کیا، کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً: صورت مسئولہ میں یہ کہنا کہ آدم علیہ السلام کے بنانے سے بچی ہوئی مٹی سے اللہ تعالیٰ نے کھجور کے درخت کو پیدا کیا صحیح ہے۔

لما في الجامع لأحكام القرآن للقرطبي (٩/٣٦٠): وقال كلوا من عمتكم يعني النخلة خلقت من فضلة طينة آدم عليه السلام.

وفي معالم التنزيل للبغوي (٣/٣٣): الحكمة في تشبيهها بالنخلة من بين سائر الأشجار ... ولأنها خلقت من فضل طينة آدم عليه السلام ولذلك قال النبي ﷺ أكرموا عمتكم قيل ومن عمتنا قال النخلة.

وفي عمدة القاري (٢/١٥): قال الكرماني قيل إن النخلة خلقت من بقية طينة آدم عليه السلام فهي كالعمة للانسان.

(۴۶۴) ملاقات کے وقت ہاتھوں کا بوسہ لینا اور جھکنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ملاقات کے وقت ہاتھ چومنا اور جھکنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں ہے تو پھر آجکل عام رواج کے اعتبار سے جو ہاتھوں کا بوسہ لیا جاتا اور بزرگوں اور علماء سے ملاقات کے وقت تھوڑا بہت نیچے جھکا جاتا ہے اس کا کیا حکم ہوگا؟ کیا مطلقاً جائز ہے؟ براہ کرم مفصل انداز میں جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً: بزرگوں اور علماء سے ملاقات کے وقت ان کے ہاتھوں کو بوسہ دینا جائز ہے۔ نیز ملاقات کے وقت مطلقاً سر اور جسم کو جھکانا تعظیماً درست نہیں البتہ تھوڑا معمولی جھکاؤ جو اتفاقاً یا عادت اور آسانی کے طور پر ہو جائے تو درست ہے۔

لما في البخاري (٢/٩٢٦): باب المصافحة قال ابن مسعود علمني النبي صلى الله تعالى عليه وسلم

التشهد وكفي بين كفيه وقال كعب بن مالك دخلت المسجد فاذا برسول الله صلى الله عليه وسلم فقام الي طلحة بن عبيد الله يهرول حتى صافحني وهنأني.

حدثنا عمرو بن عاصم عن قتادة قلت لانس اكانت المصافحة في اصحاب النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال نعم

وفي سنن ابي داؤد (۲:۲۵۳) حدثنا احمد بن يونس عن عبدالله بن عمر حدثه وذكر قصة قال فدنونا يعني من النبي صلى الله عليه وسلم فقبلنا يده

وفي سنن ابن ماجة (ص۲۶۱) حدثنا ابوبكر بن ابي شيبة قال قبلنا يد النبي صلى الله تعالى عليه وسلم

وفي حاشيته قبلنا يد النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال في الدر واما تقبيل يد صاحبه عند اللقاء فمكروه اجماعا وكذا ما يفعلونه من تقبيل الارض بين يدي العلماء والعظماء والفاعل والراضي به آثمان لانه يشبه عبدة الاوثان.

وفي الشامية (۶:۳۸۳) في الدر المختار: ولا بأس بتقبيل يد الرجل العالم والمتورع على سبيل التبرك درر ونقل المصنف عن الجامع انه لا بأس بتقبيل يد الحاكم والمتدين السلطان العادل وقيل سنة مجتبى ... ولا رخصة فيه اي في تقبيل اليد لغيرهما اي لغير عالم وعادل هو المختار مجتبى واما تقبيل يد صاحبه عند اللقاء فمكروه بالاجماع وقال الشامي تحته فمكروه بالاجماع اي اذا لم يكن صاحبه عالما ولا عادلا ... وفي المحيط انه يكره الانحناء للسلطان وغيره قوله هو المختار قدمه على الغاية والحقائق ان التقبيل على سبيل البر بلا شهوة جائز بالاجماع.

(۳۶۵) درس قرآن سے روکنا

سوال... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری مسجد کے صدر صاحب نے مسجد کے اندر درس قرآن دینے کی ممانعت کی ہوئی ہے جبکہ ہماری مسجد کے امام مسجد درس قرآن دیتے ہیں ترجمہ اور تفسیر پڑھاتے ہیں ان کو اس سے منع کرو اس سے فساد ہوتا ہے (نعوذ باللہ) اور باہر جا کر میدان میں جہاں دل چاہے چلے جاؤ ...... ان کے ساتھ اس بات میں کچھ اور لوگ بھی شامل ہیں آپ سے گزارش ہے کہ ان لوگوں کے بارے میں شریعت کا حکم بیان فرمائیں کیا ان کا یہ عمل قرآن وسنت اور اسلامی تعلیمات کے موافق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً... صورت مسئولہ میں اگر مذکورہ امام صاحب متشرع صحیح العقیدہ عالم ہیں اور ترجمہ وتفسیر بھی اکابر کے نقش قدم پر چلتے

بنے نہ رہے ہیں، انہیں ذاتی تعلقات سے کام نہیں لیتے اور تعلیم قرآن کی آڑ میں کسی کی ذاتیات پر حملہ نہیں کرتے جو کہ فساد کا سبب بن جائے تو پھر صدر صاحب کس وجہ سے امام صاحب کو درس قرآن سے روکتے ہیں؟ اگر صدر صاحب اور ان کے حامی لوگوں کے پاس معقول اعتراضات ہوں تو وہ بطور استدلال کے امام صاحب کے سامنے لائیں۔ البتہ اگر مذکورہ بالا نقائص میں سے کوئی نقص امام صاحب میں موجود ہے تو پھر صدر صاحب امام صاحب پر اشکال کر سکتے ہیں۔

اگر صرف اختلافات اور ذاتیات کی وجہ سے امام صاحب کو درس قرآن سے روکا جا رہا ہے تو یہ بہت بڑی جرأت ہے جس کا دنیوی واخروی انجام بہت برا ہے۔ ایسے شخص کے بارے میں قرآن وسنت میں سخت وعیدیں آئی ہیں اور ایسے شخص کو سب سے بڑا ظالم کہا گیا ہے۔ اور اگر اس طرح سے درس قرآن کو بند کر دیا گیا تو اس کا خمیازہ بھی بھگتنا ہوگا کہ خداوند تعالیٰ اور اس کے کلام کی وقعت لوگوں کے دلوں سے نکل جائے گی، عبادات میں رغبت کم ہو گی، منکرات میں اضافہ ہوگا اور اس طرح ایک عظیم فساد برپا ہوگا جس سے بچنے کے لئے صدر صاحب درس بند کروا رہے ہیں۔

الغرض اس صورت میں صدر صاحب اور دیگر حامی افراد کو رب تعالیٰ کے حضور اس جرأت عظیمہ سے توبہ کر کے درس قرآن کی اجازت دینی چاہئے۔

قال الله تعالى (البقرة:۱۱۴): ومن اظلم ممن منع مساجد الله ان يذكر فيها اسمه وسعى في خرابها، الآية

في احكام القرآن للقرطبي تحت هذه الآية (۲/۷۷): قيل المراد من منع من كل مسجد الى يوم القيامة وهو الصحيح لان اللفظ عام ورد بصيغة الجمع، فتخصيصها ببعض المساجد وبعض الاشخاص وعلى الجملة فتعطيل المساجد عن الصلاة واظهار شعائر الاسلام فيها خراب لها.

وفي التفسير المنير تحت هذه الآية (۱/۲۸۰): لاظلم ولا اعتداء على الحرمات اشد من منع العبادة في المساجد العامة والسعي في تخريبها وهدمها أو تعطيل وظائفها وشعائر الدين فيها لما في ذلك من انتهاك حرمة الدين المؤدي الى نسيان الخالق، واشاعة المنكرات والفساد بين الناس.

(۴۲۶) سود خور کی شکل کا مسخ ہونا

سوال... کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں مشہور ہے کہ سود خور یعنی سود کھانے والا مرتے وقت اس کی شکل تبدیل ہو جاتی ہے مثلاً کتے کی شکل بن جاتا ہے یا گدھا بن جاتا ہے یہ بہت مشہور ہے۔ کچھ دن پہلے صبح کے وقت ایک گھر سے پانچ چھ سال کی بچی کو ایک حیوان گھر سے اٹھا کر لے جا رہا تھا۔ پھر لوگوں نے زبردستی اس سے چھڑوا دیا۔ ان لوگوں نے کہا کہ یہ حیوان کتا جیسا تھا لیکن یہ ہے سود خور واللہ اعلم۔ اس طرح کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو دلائل سے مزین جواب عنایت فرمائیں۔

(وعليهما غمرة قبر ماجور وفي الحديث احب العرب لثلاث لاني عربي والقرآن عربي ولسان اهل الجنة في الجنة عربي

(۳۶۸) "انشاء الله وماشاء فلان" کہنا

سوال ... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ انشاء اللہ وماشاء فلان (یعنی اللہ تعالیٰ نے اور فلاں شخص نے چاہا تو یہ کام ایسے ہوگا) کہنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً ... بصورت مسئولہ میں اس طرح کا جملہ کہنا صحیح نہیں ہے لہٰذا اس طرح کے کلام سے پرہیز کرنا چاہئے۔

لما في مسند احمد بن حنبل (۵/۳۹۱): عن حذيفة ان النبي ﷺ قال لاتقولوا ماشاء الله وشاء فلان قولوا ماشاء الله ثم ماشاء فلان.

وايضا فيها (۱/۲۸۳): عن ابن عباس ان رجلا قال للنبي ﷺ ماشاء الله وشئت فقال له النبي ﷺ اجعلتني والله عدلا بل ماشاء الله وحده.

(۳۶۹) عرش افضل ہے یا کرسی؟

سوال ... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عرش افضل ہے یا کرسی؟

الجواب حامداً ومصلیاً ... عرش کرسی سے افضل ہے اور کرسی آسمان سے افضل ہے۔

لما في تنقيح الفتاوي الحامدية (۲/۳۶۷): وسئل هل العرش افضل من الكرسي اجاب نعم كما صرح به ابن قتيبة.

وفي فتاوى الحديثية (ص ۴۷): وسئل رضي الله عنه هل العرش افضل من الكرسي؟ فاجاب رحمه الله بقوله: نعم كما صرح به ابن قتيبة.

(۳۷۰) والد کو خلاف شرع کام سے روکنا

سوال ... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص اپنے والد کو خلاف شرع کام کرتے ہوئے دیکھے تو روک سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً ... بصورت مسئولہ میں آدمی اپنے والد کو تنبیہ وغیرہ روک سکتا ہے، اگر بات مان لیں تو ٹھیک ہے ورنہ خاموش ہو جائے اور ان کے لئے استغفار کرے اور دعا کرتا رہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت نصیب فرمائیں۔

واظن انه بعد تحرير النزاع لا ينبغي ان يقع اختلاف.

وفي الحاوي للفتاوى (٢/١٠٢): للعلماء في هذه المسألة قولان: احدهما انه يطلق الاسلام على كل دين حق ولا يختص بهذه الملة وبهذا القول ... دليل على جهله بنصوص العلماء ونصوص الكتاب والسنة الواردة في ذلك. والقول الثاني ان الاسلام خاص بهذه الملة الشريفة ووصف المسلمين خاص بهذه الامة المحمدية ولم يوصف به احد من الامم السابقة سوى الانبياء فقط فشرفت هذه الامة بان وصفت بالوصف الذي يوصف به الانبياء تشريفا لها وتكريما وهذا القول هو الراجح نقلا ودليلا لما قام عليه من الادلة الساطعة وقد خصت هذه الامة من بين سائر الامم بخصائص لم تكن لاحد سواها الا الانبياء فقط من ذلك الوضوء فانه خصيصة بهذه الامة ولم يكن احد من الامم يتوضأ الا الانبياء فقط.

واقول من شاء التفصيل والتحقيق فله المراجعة في هذا المقام والله اعلم بحقيقة الكلام

(۳۷۲) مکہ افضل ہے یا مدینہ؟

سوال:- کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس بارے میں کہ مکہ زمین افضل ہے یا مدینہ؟ یا دونوں فضیلت میں مساوی ہیں؟ تفصیل سے بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:- دنیا کے تمام شہروں سے مکہ اور مدینہ افضل ہیں، اور ان دونوں میں کون سا افضل ہے اس میں اختلاف ہے، جمہور ائمہ ثلاثہ اور بعض صحابہ سے منقول اور راجح یہ ہے کہ مکہ افضل ہے لیکن یہ فضیلت نبی ﷺ کے روضہ مطہرہ کے علاوہ کے اعتبار سے ہے کیونکہ روضہ مبارکہ بالاتفاق مکہ بلکہ عرش وکرسی سے بھی افضل ہے۔

لما في المرقات (٦/٢٠٠): وعن عبدالله بن عدي بن حمراء قال رأيت رسول الله ﷺ واقفا على الحزورة فقال والله انك لخير ارض الله واحب ارض الله الى الله ولولا اني اخرجت منك ما خرجت

فيه تصريح بان مكة افضل من المدينة كما عليه الجمهور الا البقعة التي ضمت اعضاءه عليه الصلوة والسلام فانها افضل من مكة بل من الكعبة بل من العرش اجماعا

وفي الدر المختار مع رد المحتار (٢/٦٢٦): ومكة افضل منها على الراجح الا ما ضم اعضاءه عليه الصلوة والسلام فانه افضل مطلقا حتى من الكعبة والعرش والكرسي

وفي الشامية: اجمعوا على ان افضل البلاد مكة والمدينة زادهما الله تعالى شرفا وتعظيما واختلفوا ايهما افضل فقيل مكة وهو مذهب الائمة الثلاثة والمروي عن بعض الصحابة وقيل المدينة وهو

(۴۷۷) پیدائش سے قبل سانس بھی متعین ہوتے ہیں؟

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بچے کی پیدائش سے قبل یا پیدائش کے بعد وہ کون سی چیزیں ہیں جن کے بارے میں لکھ دیا جاتا ہے مثلاً عمر، موت، حیات کہ پیدائش سے پہلے ہی اس کا رزق، عمر، سعید ہوگا یا بد بخت یہ تمام امور متعین کر دیئے جاتے ہیں۔ اب معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا انسان کے تمام سانس بھی لکھ دیئے جاتے ہیں کہ یہ بندہ اتنے سانس لے گا؟ اگر اس کا ذکر کہیں قرآن و حدیث میں موجود ہو تو تحریر کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً.....صورت مسئولہ میں بچے کی پیدائش سے قبل جن چار چیزوں کے بارے میں لکھ دیا جاتا ہے وہ یہ ہیں۔

(۱) یہ مرد ہوگا یا عورت (۲) رزق کتنا استعمال کرے گا (۳) اس کی عمر کتنی ہوگی (۴) سعید ہوگا یا شقی۔

تحدید عمر تعیین سانس کے اعتبار سے ہوتی ہے یا نہیں قرآن وحدیث میں اس کی صراحت موجود نہیں ہے البتہ عمومی روایات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ سانس بھی متعین ہوتے ہیں۔

لقوله تعالى (يس: ١٢): وكل شئ احصيناه في امام مبين O

(الانعام: ٥٩): وعنده مفاتح الغيب لايعلمها الا هو ويعلم ما في البر والبحر وما تسقط من ورقة الا يعلمها ولا حبة في ظلمات الارض ولا رطب ولا يابس الا في كتاب مبين O

وفي الدر المنثور (١٠/١٤٧): يايها الناس ان كنتم في ريب من البعث فانا خلقناكم من تراب ثم من نطفة الآية. اخرج احمد والبخاري ومسلم وابوداؤد والترمذي والنسائي وابن ماجة وابن المنذر وابن ابي حاتم والبيهقي في شعب الايمان عن عبدالله بن مسعود قال حدثنا رسول الله ﷺ وهو الصادق المصدوق ان احدكم يجمع خلقه في بطن امه اربعين يوما نطفة .. ثم يرسل اليه الملك فينفخ فيه الروح ويؤمر باربع كلمات بكتب رزقه واجله وعمله الى آخر الحديث.

واخرج الحكيم الترمذي في نوادر الاصول وابن ابي حاتم عن ابن مسعود وفيه يقال للملك: اذهب الى ام الكتاب فانك ستجد فيه قصة هذه النطفة .... واخرج ابن جرير عن ابن مسعود قال يارب فما صفة هذه النطفة اذكر ام انثى؟ مارزقها؟ وما اجلها؟ اشقي ام سعيد؟ فيقال له انطلق الى ام الكتاب فاستنسخ منه صفة هذه النطفة. والله اعلم بالصواب

(۴۷۸) کرامات اولیاء کا ثبوت

سوال۔۔۔ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا کرامات اولیاء حق ہیں؟ اگر کوئی شخص ان کا انکار کرے

تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ۔۔۔ کرامات اولیاء کا ثبوت قرآن وسنت سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل سنت والجماعت اتفاقی طور پر ان کی حقانیت کے قائل ہیں۔ لہٰذا جو شخص اس کے باوجود کرامات کا منکر ہو وہ اپنی خواہش کا غلام اور گمراہ ہے۔

لقوله تعالى: (آل عمران: ۳۷): ۔ كلما دخل عليها زكريا المحراب ۙ وجد عندها رزقا ۚ قال يا مريم انى لك هذا ۖ قالت هو من عند الله ۖ ان الله يرزق من يشاء بغير حساب ○

وفي الصحيح للبخاري (۲/ ۵۸۷): قال هشام بن عروة فاخبرني ابي قال لما قتل الذين ببئر معونة واسر عمرو بن امية الضمري قال له عامر بن الطفيل من هذا واشار الى قتيل فقال له عمرو بن امية هذا عامر بن فهيرة فقال لقد رأيته بعد ما قتل رفع الى السماء حتى انى لانظر الى السماء بينه وبين الارض ثم وضع.

وفيها ايضا (۲/ ۵۸۵): حدثني ابراهيم بن موسى قال ...... وفيه تصف بعض بنات الحارث حال الخبيب وتقول مارأيت اسيرا قط خيرا من خبيب لقد رأيته يأكل من قطف عنب وما بمكة يومئذ وانه لموثق في الحديد وما كان الا رزق رزقه الله.

وفي النبراس (ص ۷۵۴): وكرامات الاولياء حق ...... والدليل على حقيقة الكرامات ماتواتر عن كثير من الصحابة ومن بعدهم لايمكن انكاره خصوصا الامر المشترك وان كانت التفاصيل آحاداً.

وفي شرح الفقه الاكبر (ص ۷۹): والكرامات للاولياء حق اى ثابت بالكتاب والسنة ولا عبرة بمخالفة المعتزلة واهل البدعة في انكار الكرامة

(۴۷۹) سات زمینیں اور سات آسمان پیدا کرنے کی حقیقت

سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "ہم نے سات زمینیں اور سات آسمان پیدا کئے" اب معلوم یہ کرنا ہے کہ یہ سات زمینیں اور سات آسمان کہاں ہیں اور کیسے ہیں اور ان میں کوئی مخلوق آباد ہے یا نہیں؟ اگر آباد ہے تو وہ کون سی شریعت کی پابند ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ۔۔۔ قرآن پاک میں سات زمینوں اور سات آسمانوں کے پیدا کرنے کا ذکر ملتا ہے جس میں یہ تفصیل بھی ہے کہ یہ آسمان اور زمینیں اوپر نیچے تہہ در تہہ ہیں اور ان کا درمیانی فاصلہ پانچ سو سال کا ہے۔ اس کے علاوہ دوسری زمینوں پر مخلوقات آباد ہیں یا نہیں، اگر ہیں تو کس شریعت کی پابند ہیں، اس کی صراحت نصوص سے نہیں ملتی۔ البتہ مفسرین نے مختلف اقوال ذکر کئے ہیں اور سب سے بہتر یہ ہے کہ جس چیز کے بارے میں شریعت نے صراحتاً کوئی چیز بیان نہیں کی اس کی تحقیق میں نہ پڑا جائے خاص طور پر جبکہ وہ معاملہ عمل

سے تعلق نہیں، لہٰذا اس تفصیل سے اس کی نفی لازم نہیں آتی ہے۔

لقوله تعالى (الطلاق: ۱۲) الله الذي خلق سبع سموت ومن الارض مثلهن ط يتنزل الامر بينهن لتعلموا ان الله على كل شيء قدير ۙ وان الله قد احاط بكل شيء علما ۝

وفي روح المعاني (۲۸: ۱۴۳) فقال الجمهور هي هنا في كونها سبعا او كونها طباقا بعضها فوق بعض بين كل ارض وارض مسافة كما بين السماء والارض وفي كل ارض سكان من خلق الله عزوجل لايعلم حقيقتهم الا الله تعالى ... واخرج ابن ابي حاتم والحاكم وصححه عن ابن عمر مرفوعا ان بين كل ارض والتي تليها خمسمائة عام ... كون ما بين كل ارضين خمسمائة سنة كما بين كل سماءين جاء في اخبار معتبرة كما روى الامام احمد والترمذي عن ابي هريرة والاختلاف في تقدير المسافة بين كل سماءين اكثر من الاخبار في تقديرها بين كل ارضين واصح ومنها ما هو مذكور في صحيح البخاري وغيره من الصحاح وفيها ايضا ان ثخن كل سماء خمسمائة عام

وفي تفسير ابن كثير تحت هذه الاية (۴: ۳۸۴): ومن الارض مثلهن اي سبعا ايضا كما ثبت في الصحيحين من ظلم قيد شبر من الارض طوقه من سبع ارضين وفي صحيح البخاري خسف به الى سبع ارضين ... ومن حمل ذلك على سبعة اقاليم فقد ابعد النجعة واغرق في النزع وخالف القرآن والحديث بلا مستند.

(۴۸۰) روضۂ اطہر پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا

سوال ... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ روضۂ اطہر پر یہ کہ "الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ" کہنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً ... روضۂ اطہر پر مذکورہ کلمات سے صلوٰۃ وسلام پڑھنا جائز بلکہ مستحسن ہے۔

لما في المشكوة (صـ۸۷): عن ابي هريرة قال قال رسول الله ﷺ من صلى علي عند قبري سمعته ومن صلى علي نائيا ابلغته

وفي عمدة القاري (۸: ۴۰۸) وكان ابن عمر اذا قدم من سفر اتى قبره المكرم فقال السلام عليك يا رسول الله.

وفي مناسك ملا علي القاري (صـ۵۰۸) ثم توجه مع رعاية غاية الادب فقام تجاه الوجه الشريف

السلام علیک ایھا النبی و رحمة الله و برکاته. وھذا القدر مماثبت فی الاثر وقد اقتصر علیه بعض الاکابر کابن عمر واختار بعضھم الاطالة من غیر الملالة وعلیه الاکثر ویؤیده ماورد فی الاخبار والآثار من فضیلة الاکثار من الصلاة والسلام علی النبی المختار.

(۴۸۱) درود کے الفاظ احادیث میں

سوال… کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب احادیث کی کتابوں میں رسول اللہ ﷺ کا نام آتا ہے تو وہاں درود پڑھا اور لکھا جاتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ درود بھی احادیث کے الفاظ میں داخل ہے یا محدثین اپنی طرف سے اضافہ کرتے ہیں؟ اگر محدثین کی اپنی اختراع ہے تو پھر مبتدعین کو اپنی طرف سے متعین مقامات (مثلاً اذان سے پہلے یا بعد) پر ان کے مخصوص درود (صلوٰۃ و سلام) پڑھنے سے کیوں منع کیا جاتا ہے؟ اور اگر احادیث میں آپ کے نام ہی پر پڑھا اور لکھا جانے والا درود ''صلی اللہ علیہ وسلم'' احادیث سے ثابت ہو یا صحابہ کرام سے ثابت ہو تو مع حوالہ نقل کریں۔

الجواب حامداً و مصلیاً… احادیث مبارکہ میں جہاں نبی کریم ﷺ کا نام مبارک آجائے تو وہاں جو درود پڑھا جاتا ہے وہ بھی صحابہ سے ہی منقول ہے۔ محدثین اپنی طرف سے اضافہ نہیں کرتے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جہاں رسول اللہ ﷺ سے کسی نے بالمشافہ ملاقات میں ''یا محمد'' یا ''یا رسول اللہ'' کے الفاظ کہے تو ان مواقع پر وہ الفاظ بغیر درود کے نقل کرتے ہیں، اپنی طرف سے اضافہ نہیں کرتے۔

اور مبتدعین کو ان کے مخصوص ''صلوٰۃ و سلام'' سے منع کرنا اس وجہ سے نہیں ہے کہ صلوٰۃ و سلام منقول نہیں ہے بلکہ فساد عقیدہ اور التزام کی وجہ سے منع کیا جاتا ہے لہٰذا اگر فساد عقیدہ اور التزام نہ ہو تو پڑھنا جائز ہے۔

لما فی المشکوٰۃ (ص ۱۱): عن عمر بن الخطاب رضی قال بینما نحن عند رسول الله ﷺ ذات یوم اذ طلع علینا رجل شدید بیاض الثیاب شدید سواد الشعر لایُری علیه اثر السفر ولایعرفه منا احد حتی جلس الی النبی ﷺ فاسند رکبتیه … وقال یامحمد اخبرنی عن الاسلام.

وفیھا ایضاً (ص ۲۷): عن عائشة رضی الله عنھا قالت قال رسول الله ﷺ من احدث فی امرنا ھذا مالیس منه فھو رد.

وفیھا ایضاً (ص ۲۲): عن عائشة رضی الله عنھا قالت قلت یارسول الله ذراری المؤمنین قال من آبائھم الی آخر الحدیث.

(۴۸۲) کیا ابوطالب ایمان لے آئے تھے؟

سوال… کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نبی کریم ﷺ کے چچا حضرت ابوطالب مرنے سے پہلے

ایمان لے آئے تھے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ..... جمہور اہل سنت کے نزدیک ابوطالب ایمان نہیں لائے تھے اور اپنے آباء و اجداد کی ملت پر دنیا سے رخصت ہوئے لیکن احتیاط اس میں ہے کہ اس بارے میں زیادہ بحث نہ کی جائے بلکہ سکوت اختیار کیا جائے۔

لقوله تعالى (التوبة: ۱۱۳): ما كان للنبي والذين آمنوا ان يستغفروا للمشركين ولو كانوا اولي قربى الاية

وفي قوله تعالى (القصص: ۵۶): انك لاتهدي من احببت ولكن الله يهدي من يشاء وهو اعلم بالمهتدينo

وفي روح المعاني (۲۰/۹۶): تحت آية انك لاتهدي من احببت ... والاية مانطقت به كثير من الاخبار نزلت في ابي طالب. اخرج عبد بن حميد ومسلم والترمذي وابن ابي حاتم وابن مردويه والبيهقي في الدلائل عن ابي هريرة قال لما حضرت وفاة ابي طالب اتاه النبي ﷺ فقال يا عماه قل لااله الاالله اشهد لك بها عند الله يوم القيمة فقال لولا ان يعيروني قريش يقولون ماحمله عليها الاجزعه من الموت لاقررت بها عينك فانزل الله تعالى انك لاتهدي من احببت الاية . ... ثم انه على القول بعدم اسلامه لاينبغي سبه والتكلم فيه بفضول الكلام فان ذلك مما يتاذى به العلويون بل لايبعد ان يكون مما يتاذى به النبي عليه الصلوة والسلام الذي نطقت الاية بناء على هذه الروايات بحبه اياه والاحتياط لايخفى على ذي فهم.

وفي الصحيح للبخاري (۱/۱۸۱): حدثنا اسحق ... اخبرنا سعيد بن المسيب عن ابيه انه اخبره انه لما حضرت اباطالب الوفاة جاءه رسول الله ﷺ فوجد عنده اباجهل بن هشام وعبدالله بن امية بن المغيرة قال قال رسول الله ﷺ لابي طالب اي عم قل لااله الاالله كلمة اشهد لك بها عند الله فقال ابوجهل وعبدالله ابن امية يااباطالب اترغب عن ملة عبدالمطلب فلم يزل رسول الله ﷺ يعرضها عليه ويعودان تلك المقالة حتى قال ابوطالب آخر ما كلمهم به هو على ملة عبدالمطلب وابى ان يقول لااله الاالله

(۴۸۳) جنت کے مینڈھے کا گوشت

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بدلے میں جس مینڈھے کو جنت سے اتارا گیا تھا اس کا گوشت کس نے کھایا؟

الجواب حامداً ومصلیاً ..... بعض مفسرین کی صراحت کے مطابق اس مینڈھے کا گوشت پرندوں اور درندوں نے کھایا۔

لما في حاشية الصاوي على الجلالين (۳/۳۳۴): وفديناه بذبح (بكبش) عظيم (من الجنة هو الذي

قرنه صابيل جاء به جبرائيل عليه السلام فذبحه السيد ابراهيم مكبرا (قوله فذبحه السيد ابراهيم) اي وبقي قرناه معلقين على الكعبة الى ان احترق البيت في زمن ابن الزبير وما بقي من الكبش اكلته السباع والطيور لان النار لاتؤثر فيما هو من الجنة.

(۴۸۴) عید کے دن مبارک باد دینا

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عید الفطر کے دن مبارک باد دینا ثابت یعنی جائز ہے یا نہیں؟ کیا یہ بدعت تو نہیں؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:۔ اگر اس کے التزام کا عقیدہ نہ ہو تو جائز ہے۔

لما في رد المحتار (۲/۱۶۹): والتهنئة بتقبل الله منا ومنكم لاتنكر

وفي الشامية: (قوله لاتنكر) خبر قوله والتهنئة. قال المحقق ابن امير الحاج بل الاشبه انها جائزة مستحبة في الجملة ثم ساق آثارا باسانيد صحيحة عن الصحابة في فعل ذلك ثم قال: والمتعامل في البلاد الشامية والمصرية عيد مبارك عليك ونحوه وقال يمكن ان يلحق بذلك في المشروعية والاستحباب لما بينهما من التلازم فان من قبلت طاعته في زمان كان ذلك الزمان عليه مباركا على انه قد ورد الدعاء بالبركة في امور شتى فيؤخذ منه استحباب الدعاء بها هنا ايضا اه

(۴۸۵) روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر شفاعت طلب کرنا

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آیت کریمہ ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاءوك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی حیات مبارکہ میں جو کوئی دعا کرواتا تو ٹھیک، کیا آج بھی ایسا کر سکتا ہے؟ کیونکہ حضرت مفتی شفیع رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں لکھا ہے کہ حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضری جیسا کہ آپ کی حیات دنیویہ میں ہو سکتی تھی اسی طرح آج بھی روضۂ اقدس پر حاضری اسی حکم میں ہے الخ۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر آج کوئی شخص اپنی حاجات روضہ مبارک کے پاس جا کر پیش کرے کہ آپ میری حاجات سفارش کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش کریں جیسا کہ عام طور پر لوگ مزارات پر جاتے ہیں تو ایسا کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ تفصیل سے مع الدلائل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:۔ حضور ﷺ کی قبر مبارک کے پاس جا کر اپنی حاجت کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا اور شفاعت کرانا درست ہے لیکن خود حضور ﷺ کی ذات سے حاجت طلب کرنا درست نہیں بلکہ شرک ہے۔ یہ آیت کریمہ اگرچہ منافقین کے حق میں نازل ہوئی

لیکن اب بھی کوئی جا کر رفع حاجت کے لئے شفاعت طلب کرے گا تو جائز ہے چنانچہ مفسرین نے لکھا ہے کہ ایک اعرابی نے حضور ﷺ کے روضہ مبارک کے پاس جا کر شفاعت کی درخواست کی تاکہ اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دیں تو اس نے خواب میں دیکھا کہ آپ اس اعرابی کی مغفرت کی خوشخبری سنا رہے ہیں۔

لما في روح المعاني (۵/۱۶): "ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاء وک" على اثر ظلمهم بلا ريث متوسلين بك تائبين عن جنايتهم غير جامعين ..... فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول وسأل الله تعالى ان يقبل توبتهم ويغفر ذنوبهم

وفي احكام القرآن للقرطبي (۵/۲۶۵): "ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاء وك" روى ابو صادق عن علي قال قدم علينا اعرابي بعد ما دفنا رسول الله ﷺ بثلاثة ايام فرمى بنفسه على قبر رسول الله وحثا على رأسه من ترابه فقال قلت يا رسول الله فسمعنا قولك ووعيت عن الله فوعينا عنك وكان فيما انزل الله عليك ولو انهم اذ ظلموا انفسهم الاية وقد ظلمت نفسي وجئتك تستغفر لي فنودي في القبر انه قد غفر لك

وفي تفسير ابن كثير (۱/۵۲۰): ولو انهم اذ ظلموا انفسهم الاية يرشد الله تعالى العصاة والمذنبين اذا وقع منهم الخطاء والعصيان ان ياتوا الى الرسول فيستغفروا الله عنده ويسألوه ان يستغفر لهم فانهم اذا فعلوا ذلك تاب الله عليهم ورحمهم وغفر لهم ولهذا قال لوجدوا الله توابا رحيما وقد ذكر جماعة منهم الشيخ ابو منصور الصباغ في كتابه الشامل الحكاية المشهورة عن العتبي قال: كنت جالسا عند قبر النبي ﷺ فجاء اعرابي فقال السلام عليك يا رسول الله ..... وقد جئتك مستغفرا لذنبي مستشفعا بك الى ربي ثم انشأ يقول ؎

يا خير من دفنت بالقاع اعظمه	فطاب من طيبهن القاع والاكم
نفسي الفداء لقبر انت ساكنه	فيه العفاف وفيه الجود

ثم انصرف الاعرابي فغلبتني عيني فرأيت النبي ﷺ فقال يا عتبي الحق الاعرابي فبشره ان الله قد غفر له.

(۴۸۶) آپ ﷺ پر سلام اور اس کا جواب

سوال: ...کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک حدیث کا ترجمہ نظر سے گزرا جس کا حاصل یہ ہے کہ "نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: جب کوئی شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو واپس لوٹاتے ہیں یہاں تک کہ میں اس کو سلام

کا جواب لوٹاتا ہوں"۔ اب سوال یہ ہے کہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ آپ ﷺ کو روضہ مبارک میں حیات حاصل ہے تو پھر اس روح کو لوٹانے کا کیا مطلب ہے؟ براہ کرم اطمینان بخش جواب دے کر میرے اس خلجان کو دور فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً... صورت مسئولہ میں روح کو لوٹانے کے کئی مطلب علماء نے بیان کئے ہیں:

(۱) حضور ﷺ کی روح مبارک اللہ تعالیٰ کی جناب کی طرف ہر دم متوجہ رہتی ہے جس کی وجہ سے آپ کی ساری توجہ اسی طرف مرکوز رہتی ہے۔ جب کوئی شخص سلام کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس حالت سے دوسری حالت کی طرف آپ کی روح لوٹاتے ہیں تاکہ آپ اس کا جواب دے سکیں۔

(۲) روح کا لوٹانا کنایہ ہے اس بات سے کہ اللہ تعالیٰ انہیں درود پڑھنے والے کا بتاتے ہیں یعنی حقیقۃً روح نہیں لوٹائی جاتی بلکہ صرف یہ بتلایا جاتا ہے کہ فلاں نے سلام کہا البتہ اس کو روح لوٹانے سے تعبیر کیا۔

(۳) اس روایت کی وجہ سے شبہ میں پڑنے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ اہل سنت کے مذہب کے خلاف نہیں ہے وجہ یہ ہے کہ اگر روایت کو اپنے معنی پر باقی رکھ کر غور کیا جائے تو پتہ چلے گا کہ یہ روایت خود حیات انبیاء کی دلیل ہے۔ اور وہ اس طرح کہ اگر سلام کے وقت آپ کی روح کو واپس لوٹانا تسلیم کیا جائے تو کوئی وقت ایسا نہیں جس میں کائنات میں کوئی بھی شخص آپ پر درود وسلام نہ بھیج رہا ہو تو اس معنی کے علاوہ کیا ہو سکتا ہے کہ آپ کی روح ہمیشہ آپ کے جسد مبارک میں رہتی ہے اور اسی کا نام حیات ہے۔

لما في المشكوة (ص ۸۶): عن ابي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ ما من احد يسلم على الارد الله على روحي حتى ارد عليه السلام.

وفي المرقات (۲/ ۳۴۱) تحت هذه الرواية ... قال القاضي لعل معناه ان روحه المقدسة في شان ما في الحضرة الالهية فاذا بلغه سلام احد من الامة رد الله تعالى روحه المطهرة من تلك الحالة الى رد من سلم عليه ... وقال ابن الملك رد الروح كناية عن اعلام الله اياه بان فلانا صلى عليه.

وفي الحاوي للفتاوى (۲/ ۱۵۰): ان الرد يستلزم الاستمرار لان الزمان لا يخلوا من مصل عليه في اقطار الارض فلا يخلوا من كون الروح في بدنه ...... راجعت كتاب الفجر المنير فيما فضل به البشير والنذير للشيخ تاج الدين بن الفاكهاني المالكي فوجدته قال فيه ... يؤخذ من هذا الحديث ان النبي ﷺ حي على الدوام وذلك انه محال عادة ان يخلوا الوجود كله من واحد مسلم على النبي في ليل او نهار.

(۴۸۷) درود شریف میں صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کیوں ہے؟

سوال... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب درود پڑھا جاتا ہے تو تمام انبیاء میں سے صرف

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہی کیوں تشبیہ دی جاتی ہے جیسے " کما صلیت علی ابراہیم " ۔ حالانکہ کتنے ہی دوسرے انبیاء بھی گزرے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... بصورت مسئولہ میں درود شریف میں صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خاص کرنے کی کئی وجوہات علماء نے ذکر فرمائی ہیں:

۱۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نبی علیہ السلام کے واسطے لیلۃ المعراج میں ہمیں (امت محمدیہ کو) سلام بھیجا یا انہوں نے ہمیں کی ایک سنت کا حکم دیا۔

۲۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہمارا نام مسلمان رکھا اس پر ان کی فضیلت کے اظہار کے لئے صرف ان ہی کو خاص کیا۔

۳۔ درود شریف سے مقصود دعا کرنا ہے کہ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے خلیل بنایا اسی طرح ہمارے نبی علیہ السلام کو بھی خلیل بنائیں۔

۴۔ آپ چونکہ نسب کے اعتبار سے آپ علیہ السلام کے آباء میں شامل ہیں اس لئے ایسا کیا گیا۔

۵۔ آپ بقیہ تمام انبیاء میں افضل ہیں۔

۶۔ آپ علیہ السلام کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اقتداء کا حکم دیا گیا اس لئے درود میں بھی ان ہی کو خاص کیا گیا۔

لما فی الدر المختار (۱/۵۱۴) وخص ابراہیم لسلامہ علینا او لانہ سمانا المسلمین او لان المطلوب صلاۃ یتخذ بہا خلیلا۔

وفی الطحطاوی علی الدر (۱/۲۲۹) (قولہ لسلامہ علینا) ای لیلۃ المعراج حیث قال ابلغ امتک منی السلام (قولہ او لانہ سمانا المسلمین) کما اخبر تعالیٰ بقولہ ہو سماکم المسلمین۔

وفی رد المحتار علی الدر المختار (۱/۵۱۴): نقل اولا کما نقل فی الطحطاوی ثم قال واجیب باجوبۃ اخری: منہا ان ذلک لابوتہ . ولرفعۃ شانہ فی الرسل وکونہ افضل بقیۃ الانبیاء علی الراجح ...... وللامر بالاقتداء بہ فی قولہ تعالیٰ ان اتبع ملۃ ابراہیم حنیفا۔

(۴۸۸) سید کون ہیں؟

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل اکثر لوگ اپنے نام کے ساتھ "سید" لکھتے ہیں اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ سید کا مصداق اصل میں کون ہے؟ اور کون کون لوگ اس میں شامل ہیں؟ نیز نبی علیہ السلام نے سب سے پہلے سید کا لفظ کس کے لئے استعمال کیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً ..... سید کے مصداق وہ لوگ ہیں جو حضرت علی، حضرت جعفر، حضرت عباس اور حضرت عقیل رضی اللہ عنہم کی اولاد میں سے

ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے سید کا لفظ کس کے لئے استعمال کیا تھا اس کی صراحت نہیں مل سکی البتہ بعض روایات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے لئے استعمال فرمایا۔

لما في الصحيح لمسلم (۲۷۹/۲): حدثني زهير بن حرب ... حدثني يزيد بن حيان قال انطلقت انا وعمر بن مسلم الى زيد بن ارقم فلما جلسنا اليه ... قال قام رسول الله ﷺ يوما فينا خطيبا ... وذكر الحديث وفيه ثم قال واهل بيتي اذكركم الله في اهل بيتي اذكركم الله في اهل بيتي فقال له حصين ومن اهل بيته يا زيد اليس نساءه من اهل بيته قال نساءه من اهل بيته ولكن اهل بيته من حرم الصدقة بعده قال ومن هم قال هم آل علي وآل عقيل وآل جعفر وآل عباس قال كل هؤلاء حرم الصدقة.

وفي الصحيح للبخاري (۵۳۶/۱): عن ابي سعيد الخدري ان اناسا نزلوا على حكم سعد بن ابراهيم فارسل اليه فجاء على حمار فلما بلغ قريبا من المسجد قال النبي ﷺ خيركم او سيدكم فقال يا سعد وذكر الحديث.

وفي الحاوي للفتاوي (۳۴/۲): اسم الشريف كان يطلق في الصدر الاول على كل من كان من اهل البيت سواء كان حسنيا ام حسينيا ام علويا من ذرية محمد ابن الحنفية وغيره من اولاد علي بن ابي طالب ام جعفريا ام عقيليا ام عباسيا ولهذا تجد تاريخ الحافظ الذهبي مشحونا في التراجم بذلك
لاشك ان المصطلح القديم اولى وهو اطلاقه على كل علوي وجعفري وعقيلي وعباسي كما صنعه الذهبي وكما اشار اليه الماوردي من اصحابنا.

(۴۸۹) آب حیات کا وجود

سوال… کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر مشہور ہے کہ جس نے آب حیات سے پانی پی لیا وہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟ اور آب حیات کا کہیں وجود ہے یا صرف یہ بات شہرت کی حد تک ہی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً… بعض تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آب حیات موجود ہے البتہ اصل آب حیات جنت میں ہی ہوگا۔

لما في عمدة القاري (۱۰۷/۱): عن ابي سعيد الخدري رضي الله عنه عن النبي ﷺ وذكر الحديث وفيه:

فيخرجون منها قد اسودوا فيلقون في نهر الحيا الحديث.

(في نهر الحياة) ... لان المراد كل ما يحصل به الحياة.

وفي البداية والنهاية (۲/۹۹): وعند ذكر ابن عساكر من طريق وكيع ان ذا القرنين كان له صاحب من الملائكة يقال له رباقيل فسأله ذو القرنين هل تعلم في الارض عينا يقال لها عين الحياة فذكر له صفة مكانها فذهب ذو القرنين في طلبها وجعل الخضر على مقدمته فانتهى الخضر اليها في واد في ارض الظلمات فشرب منها ولم يهتد ذو القرنين اليها.

(۴۹۰) مجدد اور مہدی میں فرق

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ مہدی اور مجدد کے منصب میں کیا فرق ہے اور ان مناصب کے حاملین کو وحی، کشف اور الہام میں سے کون سی چیز حاصل ہوتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً: صورت مسئولہ میں مجدد کا منصب یہ ہے کہ ہر صدی کے بعد اللہ تعالیٰ ایک مجدد پیدا فرماتے ہیں جو لوگوں کی طرف سے کی گئی بدعات کو ختم کرکے شریعت اسلامی کو اس کی اصل روح کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ اور مہدی کا ظہور قیامت کے قریب ہوگا جو اس وقت مسلمانوں کے امام ہوں گے اور ان کا تعلق اہل بیت سے ہوگا۔ رہی وحی تو خاص ہے صرف رسولوں اور پیغمبروں کے ساتھ، نیز کشف والہام نبی کے علاوہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے عنایت فرماتے ہیں۔

لما في قوله تعالى (الشورى: ۵۱): وما كان لبشر ان يكلمه الله الا وحيا او من وراء حجاب او يرسل رسولا فيوحي باذنه ما يشاء۔ الآية

وفي سنن ابي داؤد (۲/۲۳۳): عن ابي هريرة فيما اعلم عن رسول الله ﷺ قال ان الله يبعث لهذه الامة على رأس كل مائة سنة من يجدد لها دينها.

وفي المشكوة (۲/۴۷۰): عن ابي سعيد الخدري رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ المهدي مني اجلى الجبهة اقنى الانف يملأ الارض قسطا وعدلا كما ملئت ظلما وجورا يملك سبع سنين.

(۴۹۱) کیا صحیح بخاری کی احادیث دوسری کتابوں پر مقدم ہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ یہ جو مشہور ہے کہ جو حدیث بخاری شریف میں موجود ہے وہ باقی کتب حدیث پر مقدم ہوگی اس کی حقیقت کیا ہے؟ کیونکہ اگر کسی روایت کی سند صحیح ہو تو اسے بھی قبول کرنا چاہیے ورنہ بخاری کے علاوہ سب ذخیرہ حدیث (معاذ اللہ) ناقابل اعتماد ہوگا۔ امید ہے کہ مفصل ومدلل جواب عنایت فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلياً: بخاری شریف کو دوسری کتابوں پر جو فوقیت حاصل ہے وہ مجموعے کے اعتبار سے ہے یعنی "مجموعة من حيث المجموعة" بخاری شریف کو دوسری کتب پر ترجیح حاصل ہے۔ البتہ فرداً فرداً اگر ایک ایک روایت کو لیا جائے تو اس بات کا قوی

احتمال بلکہ فی الواقع ایسا ہے کہ بعض دوسری کتب کی روایات سند کے اعتبار سے بخاری شریف میں موجود روایت سے زیادہ قوی سند سے مروی ہیں۔

اس کا سب سے بڑا ناقابل انکار ثبوت یہ ہے کہ ائمہ محدثین میں سے بعض حضرات نے بعض احادیث کی سند کے بارے میں فرمایا کہ یہ دنیا کی صحیح ترین سند ہے۔ اگرچہ کسی ایک سند کو ہر اعتبار سے تمام اسناد سے صحیح ترین قرار دینا متاخرین کے نزدیک محل نظر ہے لیکن اس بات پر متاخرین کا اتفاق ہے کہ جن اسناد کے بارے میں ان ائمہ حضرات نے صحیح ترین کا قول کیا ہے وہ کم سے کم ان روایات سے جن کے بارے میں ایسا قول نہیں بلاشبہ راجح اور صحیح ہیں اور اس طرح کی کئی اسناد بخاری کے علاوہ دوسری کتب میں موجود ہیں اور ان روایات کے بارے میں باقی اسناد کی نسبت سے صحیح ترین کا قول کئے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ (جس میں بخاری کی روایات بھی شامل ہوں گی)۔

اس کے علاوہ دیگر کئی وجوہ کی بنا پر بھی بعض دیگر روایت، بخاری شریف کی بعض روایات پر مقدم ہوں گی لہٰذا یہ کہنا کہ بخاری شریف کی روایات کو فرداً فرداً دوسری تمام روایات پر فوقیت حاصل ہے خلاف حقیقت اور محض پروپیگنڈہ ہے جو ایک خاص طبقے کی طرف سے کیا گیا۔ اور مقصود بخاری شریف کی آڑ میں اپنی خواہشات کی تکمیل ہے تاکہ دینداری کا لبادہ بھی باقی رہے اور اپنی خواہشات پر عمل بھی ہوتا رہے۔

لما في تدريب الراوي (۱/۹۸) ولم يستوعبا الصحيح ولاالتزماه قيل ولم يفتهما الاالقليل وانكر هذا (ولم يستوعبا الصحيح) في كتابيهما (ولاالتزماه) اي استيعابه، فقد قال البخاري ما ادخلت في كتاب الجامع الاماصح وتركت من الصحاح مخافة الطول ..... (وانكر هذا) القول البخاري فيمانقله الحازمي والاسماعيلي وماتركت من الصحاح اكثر.

وفيها ايضاً (۱/۷٦): والمختار انه لايجزم في اسناد انه اصح الاسانيد مطلقا. قال شيخ الاسلام: مع انه يمكن للناظر المتقن ترجيح بعضها على بعض من حيث حفظ الامام الذي رجح وإتقانه وان لم يتهيأ ذلك على الاطلاق فلايخلوا النظر فيه من فائدة، لان مجموع مانقل عن الائمة من ذلك يفيد ترجيح التراجم التي حكموا لها بالاصحية على مالم يقع له حكم من احد منهم

وفي اعلاء السنن (۱۹/۱٥): ان دعوى اصحية سائر الكتابين او اصحية البخاري على صحيح مسلم وغيره انما تصح باعتبار الاجمال ومن حيث المجموع دون التفصيل باعتبار حديث وحديث صرح به في التدريب .. حيث قال .... فقد يعرض للمفوق مايجعله فائقا كأن يتفقا على اخراج حديث غريب ويخرج مسلم او غيره حديثا مشهورا او مما وصفت ترجمته لكونها اصح الاسانيد، ولايقدح فيما تقدم لان ذلك باعتبار الاجمال. قال الزركشي: ومن هنا يعلم ان ترجيح

كتاب البخاري على مسلم وغيره مما المراد به ترجيح الجملة على الجملة لا كل فرد من احاديثه على كل فرد من احاديث الآخر.

(۲۹۲) کسی بزرگ کے ہاتھ چومنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی بزرگ کے ہاتھ چومنا کیسا ہے؟ اس کی وضاحت فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً: تعظیم واکرام کی غرض سے کسی عالم یا بزرگ کے ہاتھ چومنا جائز ہے البتہ دنیاوی اغراض کے لیے یا عبادت کے طور پر چومنا جائز نہیں ہے۔

لما في الهندية (۵/۳۶۹): ان قبل يد عالم او سلطان عادل لعلمه وعدله لا بأس به وان قبل يد غير العالم او غير السلطان العادل ان اراد به تعظيم المسلم واكرامه فلا بأس به، وان اراد به عبادة له او لينال منه شيئا من عرض الدنيا فهو مكروه.

وفي الدر المختار (۲/۳۸۳): ولا بأس بتقبيل يد الرجل العالم والمتورع على سبيل التبرك ونقل المصنف عن الجامع انه لا بأس بتقبيل يد الحاكم المتدين السلطان العادل ولا رخصة فيه لغيرهما، وفي المحيط ان لتعظيم اسلامه واكرامه جاز وان لنيل الدنيا كره.

(۲۹۳) کیا مکڑی نے غارِ ثور کے دہانے پر جالا تنا تھا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مشہور یہ ہے کہ مکڑی نے حضور ﷺ کی حفاظت کے لئے غار کے منہ پر جالا بنایا تھا، کیا یہ بات صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو پھر یہ تو آپ ﷺ کی پسندیدہ چیز ہوئی جبکہ دوسری طرف مشہور یہ ہے کہ جس گھر میں مکڑی کے جالے ہوں گے اس گھر کے رزق میں برکت نہیں ہوگی، دونوں کا جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً: تفسیر کی کتابوں میں یہ بات موجود ہے کہ مکڑی نے جالا تنا تھا اور نبی کریم ﷺ نے اس کے مارنے سے منع فرمایا ہے، اگر یہ روایت صحیح تسلیم کرلی جائے تو اس کا مارنا جائز نہ ہوگا البتہ اس کے جالے جو گھروں میں ہوں ان کے صاف کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ حضرت علیؓ کی روایت میں اسے فقر کا سبب بتایا گیا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ صفائی اور نظافت کے لئے ان کو صاف کیا جاتا ہے، اور نظافت مطلقاً کے استحباب میں کوئی تردد نہیں ہے۔

لما في روح المعاني (۲۰/۱۶۱) تحت آية "ان اوهن البيوت لبيت العنكبوت الآية": وقيل لا يسن قتلها فقد اخرج الخطيب عن علي كرم الله وجهه قال قال رسول الله ﷺ دخلت انا وابوبكر الغار فاجتمعت العنكبوت فنسجت بالباب فلا تقتلوهن. ذكر هذا الخبر الجلال السيوطي في

الدر المنثور واللہ تعالی اعلم لصحته وکونه ممایصلح للاحتجاج به ۔ ۔ ۔ وذکر انه یحسن ازالة بیتها من البیوت لما اسند الثعلبي وابن عطیة وغیرهما عن علي کرم اللہ وجهه انه قال: طهروا بیوتکم من نسج العنکبوت فان ترکه في البیوت یورث الفقر وهذا ان صح عن الامام کرم اللہ وجهه فذاک والا فحسن الازالة لمافیها من النظافة ولاشک بندبها.

وفي البدایة والنهایة (۳/۱۷۶): لما خرج من مکة مهاجرا الی اللہ یرید المدینة قال ۔ ۔ ۔ ۔ قال ابن اسحاق ثم عمدا الی غار بثور جبل باسفل مکة فدخلاه ۔ فاقتفوا اثره فلما بلغوا الجبل اختلط علیهم فصعدوا الجبل فمروا بالغار فرأوا علی بابه نسج العنکبوت الخ.

(۴۹۴) قبلہ یا کتابوں کی طرف پاؤں پھیلانا

سوال ... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبلہ یا کتابوں کی طرف پاؤں پھیلانا کیسا ہے؟ میرے ایک عزیز جو معذور ہیں وہ نماز میں بھی قبلہ کی طرف پاؤں پھیلا کر بیٹھتے ہیں۔ کیا ایسا کرنا شرعاً صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ... قبلہ اور کتب شرعیہ کی طرف بلا کسی عذر کے قصداً پاؤں پھیلانا ناجائز ہے جبکہ کتب پاؤں کے برابر ہوں۔ اور اگر کوئی عذر ہو یا پھر کتب پاؤں کے برابر نہ ہوں بلکہ اونچی جگہ پر ہوں یا بہت دور ہوں تو پھر پاؤں پھیلانا جائز ہے۔

لمافي الدر المختار مع رد المحتار (۱/۶۵۵): کره مد رجلیه في نوم اوغیره الیها ای عمدا لانه اساءة ادب اوالی مصحف اوشيء من الکتب الشرعیة الاان یکون علی موضع مرتفع عن المحاذاة فلایکره.

وفي الشامیة: "ای عمدا" ای من غیر عذر اما بالعذر اوالسهو فلا۔ (لانه اساءة ادب) افاد ان الکراهة تنزیهیة لکن قدمناه عن الرحمتي ۔ ۔ ۔ انه سیأتي انه بمد الرجل الیها ترد شهادته قال وهذا یقتضي التحریم. (مرتفع) ظاهره لوکان الارتفاع قلیلا. قلت ای بما تنتفي به المحاذاة عرفا ...... والظاهر انه مع البعد الکثیر لاکراهة مطلقا.

(۴۹۵) قبلہ کی طرف پاؤں پھیلانا بے ادبی ہے

سوال ... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہ جو کہ "قبلہ کی طرف پاؤں کرنا بے ادبی ہے" یہ بات کسی حدیث یا فقہ کی کتاب سے ثابت ہے یا نہیں؟ اور قرآن مجید یا کتب فقہ کو کتنا اونچا رکھنا چاہئے جس سے بے ادبی لازم نہ آئے۔ وضاحت کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً: قبلہ کی طرف پاؤں پھیلانا بے ادبی ہے اس کی صراحت تقریباً تمام کتب فقہ میں موجود ہے اسی طرح کتب حدیث وفقہ کی طرف پاؤں پھیلانا بھی بے ادبی ہے البتہ اگر یہ کتب پاؤں کی برابری سے اس قدر اونچی ہوں جسے عرف میں برابر نہیں سمجھا جاتا تو پھر اس طرف پاؤں پھیلانا جائز ہوگا۔

لما في الهندية (ج۵: ۳۲۲): مد الرجلين الى جانب المصحف ان لم يكن بحذائه لايكره وكذا لو كان المصحف معلقا في الوتد وهو قد مد الرجل الى ذلك الجانب لايكره.

وفي الدر المختار مع رد المحتار (ج۱: ۶۵۵): كره مد رجليه في نوم او غيره اليها اي عمداً لانه اساءة ادب او الى مصحف او شيء من الكتب الشرعية الا ان يكون على موضع مرتفع عن المحاذاة فلا يكره.

وفي الشامية: (مرتفع) ظاهره لو كان الارتفاع قليلا ط. قلت: اي بما تنتفي به المحاذاة عرفا، ويختلف ذلك في القرب والبعد، فانه في البعد لا تنتفي بالارتفاع القليل والظاهر انه مع البعد الكثير لا كراهة مطلقا.

(۳۹۶) مصافحہ کے وقت جھکنا اور سینے پر ہاتھ رکھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ کسی عالم کے مصافحے کے وقت جھکنا اور مصافحے کے بعد سینہ پر ہاتھ رکھنا صحیح ہے یا نہیں؟ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ سینہ پر ہاتھ اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے لئے رکھا جاتا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے لئے اس طرح کرنا صحیح نہیں۔ آپ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً: مصافحہ کے وقت جھکنا تو جائز نہیں ہے اسی طرح مصافحہ کرنے کے بعد سینے پر ہاتھ رکھنا کہیں سے ثابت نہیں ہے لہٰذا اس سے بھی احتیاط کرنی چاہئے۔

دلائل المسئلة مرت سابقا في رقم السؤال ۳۶۳

(۳۹۷) اللہ نبی وارث لکھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ بعض گاڑیوں کے پیچھے بورڈ پر اللہ نبی وارث لکھا ہوتا ہے۔ کیا ایسا لکھنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً: صورت مسئولہ میں اس قسم کے کلمات لکھنا جائز نہیں اگرچہ لکھنے والے کا عقیدہ صحیح ہو کیونکہ اس میں شرک کا پہلو پایا جاتا ہے بایں طور کہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں غیر کو شریک ماننا لازم آتا ہے حالانکہ تمام چیزوں کے وارث ومالک حقیقی صرف اللہ تعالیٰ

ہی نہیں کوئی رسول یا فرشتہ یا ولی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی چیز کا مالک نہیں ہوسکتا۔

لقوله تعالى (الاسراء: ۱۱۱): وقل الحمد لله الذي لم يتخذ ولدا ولم يكن له شريك في الملك الآية

(النور: ۴۲): ولله ملك السموات والارض والى الله المصير ○

(الزمر: ۶): ذلكم الله ربكم له الملك لا اله الا هو فاني تصرفون ○

(الشورى: ۴۹): لله ملك السموات والارض يخلق ما يشاء الآية

(۴۹۸) چھ کلمات کی حقیقت

سوال ... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قرآن حضرات مساجد و مکاتب میں چھوٹے بچوں کو چھ کلمے یاد کراتے ہیں اور ان کے مخصوص نام ہیں جیسے کلمہ طیب، شہادت، تمجید، توحید، استغفار اور رد کفر، کیا یہ کلمات احادیث سے ثابت ہیں؟ ان کے پڑھنے پڑھانے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ..... بصورت مسئولہ میں ان چھ کلمات میں سے چار کلمے تو بعینہا کتب احادیث میں ملتے ہیں۔ پانچواں اور چھٹا کلمہ عین احادیث میں موجود تو نہیں البتہ یہ احتمال ہے ان دونوں کے الفاظ کو مختلف احادیث سے لیا گیا ہو، ان کلمات کو پڑھنا اور پڑھانا ضروری نہیں ہے، البتہ ان کلمات کو پڑھنے کے بہت سے فضائل وارد ہوئے ہیں لہٰذا بہتر یہ ہے کہ انہیں سیکھا اور حفظ کیا جائے۔

نیز احادیث میں ان کے نام مذکور نہیں ہیں اور نہ ہی مروجہ ترتیب ہے، ممکن ہے کہ عوام میں امتیاز کے لئے ان کے نام اور مروجہ ترتیب مشہور ہوگئی ہو۔

في الترغيب والترهيب (۲/۲۹۶): عن ابي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ ما قال عبد لا اله الا الله قط مخلصا الا فتحت له ابواب السماء حتى يفضي الى العرش ما اجتنب الكبائر

وفيه ايضاً (۲/۲۷۰): عن عبدالله بن عمرو بن العاص رضي الله عنه ان رسول الله ﷺ قال ان الله يستخلص رجلا من امتي على رؤوس الخلائق يوم القيامة فينشر عليه تسعة وتسعين سجلا كل سجل مثل مد البصر ... فيقول الله تعالى بلى ان لك عندنا حسنة فانه لا ظلم عليك اليوم فتخرج بطاقة فيها اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله

وفيه ايضاً (۲/۲۷۵): عن ابي ايوب رضي الله عنه عن النبي ﷺ قال من قال لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير كان كعدل محرر او محررين.

وفيه ايضاً (۲/۲۷۴): عن ابن عمر رضي الله عنهما قال سمعت رسول الله ﷺ يقول من قال لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد يحيي ويميت وهو الحي الذي لا يموت بيده الخير

وهو على كل شئ قدير لا يريد به الا وجه الله ادخله الله بها جنات النعيم

وفيه ايضاً (۲۷۵/۲): وعن رجل من اصحاب النبي ﷺ قال افضل الكلام سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر.

وفيه ايضاً (۲۹۰/۲): عن ابي موسى رضي الله عنه ان النبي ﷺ قال له قل لا حول ولا قوة الا بالله فانها كنز من كنوز الجنة.

(۴۹۹) لفظ اللہ کو تھوک سے مٹانا

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی کاغذ پر اللہ جل جلالہ لکھا ہو تو اسے تھوک سے مٹانا جائز ہوگا؟ جبکہ اس میں اسم مبارک کی توہین بھی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً..... صورتِ مسئولہ میں تھوک سے اسم مبارک کو مٹانا جائز نہیں ہے۔

لما في الهندية (۳۲۲/۵): وقد ورد النهي عن محو اسم الله تعالى بالبزاق كذا في الغرائب.

وفي الدر المختار مع رد المحتار (۱۷۹/۱): وقد ورد النهي في محو اسم الله بالبزاق.

وفي الشامية: (وقد ورد النهي) فهو مكروه تحريما.